عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ

مرتبہ

مکرم و محترم مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی فاضل مربی سلسلہ احمدیہ

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

انعام یافتہ فضل عمر فاؤنڈیشن

عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش

کی

تاریخ

مرتبہ

مکرم و محترم مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی فاضل مربی سلسلہ احمدیہ

شائع کردہ

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

عرض ناشر

نظارت اصلاح وارشاد مربی سلسلہ محترم قریشی محمد اسد اللہ صاحب فاضل کے گرانقدر مقالہ "عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ" (فضل عمر فاؤنڈیشن کی طرف سے انعام یافتہ) اس امید پر شائع کر رہی ہے کہ مسلمان علم دوست طبقہ اپنے آخری دشمن کو پہچان کر اس کے حربوں سے اپنے ملک و وطن اور آئندہ نسلوں کو محفوظ کرنے کے لیے مصروف جہاد ہو اور ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کر کے مستقبل کے لیے اپنا لائحہ عمل متعین کرے۔

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

فہرست مضامینِ کتاب

فہرست کتب ماخذ

تفاسیر

تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شائع کردہ تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ۱۹۵۰ء

تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۷ء

احادیث

فتح الباری شرح بخاری از علامہ شہاب الدین احمد بن علی المعروف بابن حجر عسقلانی طبع مصر ۱۳۰۱ھ

ابو داؤد و لابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی طبع دہلی ۱۳۱۹ھ

مشکوۃ المصابیح از خطیب ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ

کتب تواریخ

تاریخ ابن خلدون از علامہ عبد الرحمن بن خلدون ۷۳۲ - ۸۰۸ھ مترجم اردو از علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۶ء

سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی طبع دار المصنفین اعظم گڑھ دہلی ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء

رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان طبع ۱۹۲۴ء

اسلام کے عالمگیر اصول ترجمہ الاسلام دین خالد از علامہ فرید وجدی مصر مترجم سید احمد حسین نقوی شائع کردہ کتاب منزل لاہور ۱۹۴۸ء

تمدن عرب از ڈاکٹر گستاولی بان مترجم اردو از شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی بالتقایہ حیدر آباد طبع ۱۹۳۶ء

غزوات العرب از علامہ شکیب ارسلان مترجم اردو از رئیس احمد جعفری طبع لاہور اکیڈمی لاہور ۱۹۶۷ء

تاریخ الکامل (عربی) لابن اثیر طبع مصر ۱۲۹۰ھ
تاریخ اسلام از غلام رسول مہر طبع ۱۹۵۱ء لاہور
تاریخ المختصر از ابوالفداء طبع دہلی ۱۸۴۸ء
تاریخ ملت (اردو) از انتظام اللہ شہابی شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۷ء
تاریخ جدید یورپ (درسی کتاب برائے ایف اے پاکستان و آزاد کشمیر)
الکلام از علامہ شبلی نعمانی مطبع معارف اعظم گڑھ دہلی ۱۳۱۴ھ
نہایہ از علامہ ابن اثیر مطبوعہ مصر
اردو ڈائجسٹ لاہور ۱۹۶۷ء
مسئلہ خلافت از مولانا ابوالکلام آزاد طبع لاہور سنہ طباعت
المنجد (عربی لغت) مطبوعہ بیروت دمشق از لوئس یسوعی۔

احمدیہ لٹریچر

براہین احمدیہ حصہ پنجم از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ناشر برکت اسلامیہ ربوہ
تحفہ گولڑویہ " " " " " " " " " " " " " " "
حقیقۃ الوحی " " " " " " " " " " " " " " "
ایام الصلح " " " " " " " " " " " " " " "
ازالہ اوہام " " " " " " " " " " " " " " "
تاریخ احمدیت جلد ۱ تا ہفتم از محترم دوست محمد شاہد ناشر ادارۃ المصنفین ربوہ مغربی پاکستان
احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک از عبدالرحمن خادم گجراتی
"اکناف عالم میں اشاعت اسلام" از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ۔
بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی جدوجہد از مولوی نذیر احمد مبشر ناشر نظارت اصلاح و ارشاد

ربوہ ۱۹۶۸ئ

"امن کا پیغام اور ایک حرف کا انتباہ" از حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفہ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ناشر نظارت اصلاح وارشاد ربوہ ۱۹۶۷ئ

"اسلام دنیا کے کناروں تک" طبع نظارت دعوت وتبلیغ قادیان

عیسائی لٹریچر

بائیبل (تورات وانا جیل کا مجموعہ) شائع کردہ پنجاب ریلیجس سوسائٹی ۱۹۴۸ء

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ج ۲۷ مطبوعہ ۱۹۴۷ء

سلاطین اسلام از لین پول (ترجمہ اردو از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) شائع کردہ یونیورسٹی بکڈپو لاہور ۱۹۴۸ئ

ہسٹری آف دی عرب از فلپ کے حتیؒ (اردو ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۷۰ھ - ۱۹۵۱ء

پریچنگ آف اسلام (آرنلڈ) ترجمہ محمد عنایت اللہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۰ئ

پیش لفظ

عالمی مذاہب کی تاریخ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش خاص اہمیت کی حامل ہے جو تیرہ سو سال سے مسلسل چلی آرہی ہے۔ مسلمانوں سے دوسری قوموں نے بھی مقابلے کئے مگر وہ مقابلے جلد ختم ہو گئے۔ یا دب گئے مگر عیسائیوں کا مقابلہ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ آغاز اسلام کے زمانہ سے اس وقت تک مسلسل چلا آرہا ہے اور اس وقت یہ مقابلہ پورے نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا ہے عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کو تاریخی لحاظ سے دو دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک دور وہ جس میں عیسائیوں نے تلوار و طاقت سے عیسائیت پھیلانے اور اسلام کو مٹانے کی زبردست جدوجہد کی اور بڑے بڑے جنگ وجدل کئے جن میں دونوں طرف سے بیشمار و بے اندازہ جانی و مالی نقصانات ہوئے اور یہ دور آغاز اسلام سے پندرہویں صدی عیسوی کے وسط تک رہا۔ جبکہ مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد مسلم عیسائی کشمکش کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوتا ہے جس میں سے ہم اس وقت گذر رہے ہیں۔

عیسائیوں نے فتح قسطنطنیہ کے بعد مسلمانوں سے مقابلہ کا انداز بدل دیا انھوں نے یقین کر لیا کہ ہم تلوار و طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انھوں نے مسلم ملکوں میں تبلیغی مشنوں۔ تجارت اور سیاسی اثر و نفوذ کے ذریعہ مقابلہ جاری رکھا۔

اب پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی سے ایک طرف سے عیسائی تاجر مشرق میں گھس آئے اور اقتصادی لوٹ کھسوٹ شروع کر دی اور دوسری طرف سے عیسائی پادری مسلم ملکوں میں در آئے اور الوہیت مسیح او تثلیث کے شرکیہ عقائد کا پرچار شروع کر کے لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا۔ آگے چل کر انہی میں سے فلاسفروں کا گروہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے عالمگیر دہریت پھیلادی۔ پادریوں اور فلاسفروں کے اس گروہ نے جن پر مسیح الدجال کی تمام مبینہ علامات منطبق ہو رہی ہیں۔ عالمی مذاہب اور نظریات میں جو انقلاب پیدا کر دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں عیسائیوں

کے مقابلہ کا یہ انداز جو انہوں نے تبلیغی مشنوں اشاعتی اداروں تجارت اور سیاسی اثر و نفوذ کے حصول کے ذریعہ جاری رکھا۔ اگلی صدیوں میں عیسائیوں کے لیے بڑا کارگر اور مسلمانوں کے لیے صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا۔ اس دوران مغربی عیسائی قوموں نے صنعتی اور سیاسی ترقی کے میدان میں ابھرنا اور آگے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ دنیا پر چھاتی چلی گئیں۔

جن صدیوں میں مغربی مسیحی اقوام صنعتی ترقی میں بڑھتی چلی جا رہی تھیں انہی صدیوں میں مسلم حکومتیں زوال پذیر ہو رہی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی یکایک دنیا پر چھاتے چلے گئے۔ آخری صدیوں میں مسلم خلافت عثمانی ترکوں کے پاس تھی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد ان پر یورپین ممالک سے میل ملاپ کی وجہ سے مسلسل مغربی اثرات پڑنے شروع ہوئے مغربی اثرات کی وجہ سے عثمانی ترکوں نے چودھویں صدی ہجری کے نصف اول اور بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس خلافت کا خاتمہ کر دیا جو تیرہ سو سال سے کسی نہ کسی رنگ میں جاری چلی آرہی تھی اور خلافت کی جگہ جمہوری حکومت قائم کر لی۔ خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی مسلم مرکزیت اور طاقت مغربی اثرات کی وجہ سے تقسیم ہوتی گئی اور مغربی استعمار پوری مشرقی دنیا پر چھاتا چلا گیا اور آج دنیا کے اطراف واکناف میں جگہ جگہ جو کشمکش پورے عروج و کمال پر ہے وہ ہلال و صلیب یا مسلمانوں اور عیسائیوں کی کشمکش ہے پس صلیبی جنگیں نہ صرف گذشتہ تیرہ سو سال میں مسلسل جاری رہیں۔ بلکہ آج بھی پورے زور شور سے بدلی ہوئی صورت میں جاری ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری سے جبکہ مسلمان انتہائی زبوں حالی تک پہنچ کر اپنی مرکزیت و طاقت کھو چکے تھے اور عیسائی اقوام سیاسی طور پر غالب آچکی تھیں مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا دور شروع ہوتا ہے اس دور کا آغاز حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے دعوی کے ساتھ کیا۔ آپ نے صلیبی غلبہ کے زمانہ میں صلیبیوں سے کامیاب مقابلہ کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی۔ اور مسلمانوں کو مقابلہ کا انداز بدلنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ تلوار طاقت کی بجائے صلیبیوں سے قرآنی دلائل سے روحانی

اس میں درج شدہ واقعات کو پڑھنے سے واضح ہوگا کہ مسلمانوں نے جو کچھ کیا دفاعی طور پر کیا ۔ نہ جارحانہ طور پر ۔ اسلام سے قبل عرب کے گردونواح میں عیسائی حکومتیں موجود تھیں وہ اسلام کو عیسائیت کا حریف نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے اسلام کو مسلمانوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ تلوار و طاقت سے عیسائیت کو پھیلانے اور اسلام کو مٹانے کی زبردست کوششیں کیں جس پر مسلمانوں کو دفاع کرنا پڑا ۔ اور وہ لڑائیاں ہوئیں جن کی تاریخ آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائینگے اس تاریخ کی ترتیب میں جن ماخذوں سے مدد لی گئی ہے انہیں سے ضروری ماخذوں کا ذکر حاشیہ میں کردیا گیا ہے عام استفادہ کے پیش نظر کتب ماخذ کی کی علیحدہ فہرست بھی شامل کردیگئی ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور اسے پڑھنے والوں کے لیے نافع اور راقم کے لیے باعث اجر و ثواب بنائے ۔ آمین یارب العالمین ۔

خاکسار

محمد اسد اللہ قریشی

بعض ناقدین کی موقر آراء

فضل عمر فاونڈیشن کی نگرانی میں مقالہ ہذا کو تین ناقدین نے بغور دیکھا اور اپنی آراء کا اظہار فرماتے ہوئے قیمتی مشورے دیئے اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر دے۔ ان مشوروں کو آخری نظر کے وقت ملحوظ رکھا گیا۔ علاوہ ازیں حاشیہ میں ضروری اماکن کے محل وقوع اور اُمویان اندلس کے سلاطین کا جدول سنین بھی ضمیمہ جدول میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ناقدین کی آراء میں سے بعض موقر آراء حسب ذیل ہیں۔

مکرم ملک غلام فرید صاحب لاہور کی رائے

موصوف نے اپنی رائے میں تحریر فرمایا:۔

"جناب محمد اسد اللہ قریشی صاحب نے اپنا مضمون نہایت محنت سے تیار کیا ہے اس کی تیاری میں انہوں نے بہت سی کتابوں وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے جس کی فہرست انہوں نے مضمون کے شروع میں دی ہے اور مضمون کو ابواب اور فصول میں تقسیم کر کے اس کے پڑھنے کو آسان اور دلچسپ بنا دیا ہے"۔

اپنے مضمون کو انہوں نے ابرہہ کے مکہ پر حملہ سے شروع کر کے کہ وہاں سے ہی کشمکش شروع ہوئی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت تک ممتد کیا ہے کیونکہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں ابھی کشمکش جاری ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مضمون کا پورا حق ادا کیا ہے اور میرے نزدیک مضمون کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں رہا۔

یہ مضمون اپنے اعلیٰ معیار کے لحاظ سے اس درجہ پر ہے کہ جماعت احمدیہ کے علمی اور تحقیقی شہرت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور اس کو علمی حلقوں میں جماعت احمدیہ کی نمائندہ تصنیف کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسد اللہ صاحب کے علم اور علم ذوق میں برکت دے۔ چونکہ خود مجھے بھی اس مضمون کے ساتھ کچھ دلچسپی ہے اور کچھ واقفیت بھی ہے اور میں نے اس مضمون کو غور

اور دلچسپی سے پڑھا ہے۔ میں قریشی صاحب کی محنت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

اپنے مضمون کے آخر میں اسد اللہ صاحب نے جو "ضمیمہ جدول سنین خلافت اسلامیہ" دیا ہے وہ بہت مفید اور دلچسپ ہے اس میں سنہ ہجری کے ساتھ ساتھ سنہ عیسوی بھی دیا ہے۔ اور یکجائی طور پر خلافت راشدہ، سلسلہ بنو امیہ، سلسلہ عباسیہ، عباسیہ مصر، سلسلہ عثمانیہ اور خلافت احمدیہ علی منہاج نبوت تمام خلفاء کی خلافت کے پورے زمانہ کا ذکر کر دیا ہے۔

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب کی رائے

موصوف نے اپنی رائے میں مذکورہ رائے میں بیان شدہ باتوں کے علاوہ جو مزید باتیں بیان کیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون کافی نئی تحقیق پر مشتمل ہے طرز نگارش اور زبان معیاری ہے اور نفس مضمون کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ مضمون زمانہ کے رجحانات اور ضروریات کے مطابق اور زمانہ کے لیے دلچسپی کا حامل ہے۔ مضمون کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے موزوں اور مناسب ہے اور انداز بیان بھی ضرور بنا ہے۔

مضمون جماعت احمدیہ کی علمی اور حقیقی وقعت اور شہرت سے مطابقت رکھتا ہے اور اسے علمی حلقوں میں جماعت احمدیہ کی نمائندہ تصنیف کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے اِس مقالہ کو قبولیت بخشی۔ وہو الموفق وہو المستعان۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

(صف ع ۳)

عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش

— کی —

تاریخ

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

صدر انجمن احمدیہ پاکستان - ربوہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ

باب اوّل

کعبہ ابراہیمی پر عیسائیوں کا اوّلین حملہ

اور

بانیٔ اسلام کا ظہور

فصل اوّل:

واضح ہو کہ مسلمانوں سے عیسائیوں کی کشمکش جو اس زمانہ میں پورے عروج پر ہے نہ صرف آج سے ہے بلکہ تیرہ سو سال سے بھی زائد عرصہ سے چلی آ رہی ہے۔[1] تاریخ بتا رہی ہے

---

[1] قرآن مجید اور احادیث میں بھی رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائیوں کی بابت پیشگوئیاں موجود تھیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے رومیوں کی زمانۂ دراز تک لڑائیاں ہونے والی تھیں۔ یہاں تک کہ آخری زمانہ میں مسیح الدجّال کے خروج پر اس سے آخری بڑا مقابلہ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ مسیح موعود کے ذریعے بالآخر مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائے گا۔ ان پیشگوئیوں کے لیے دیکھئے کتب تفاسیر تفسیر سورۂ روم اور کتب احادیث کے ابواب "قتال الروم" اور (ابواب نزول مسیح)

کہ اس کشمکش کی ابتدا یمن کے عیسائی گورنر ابرہہ کے کعبہ ابراہیمی پر حملہ کرنے سے ہوئی تھی جس نے بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل ہاتھیوں کا بھاری لشکر لاکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بناء کردہ اس قدیمی معبد کو مٹانے اور بالمقابل دوسرا کعبہ بناکر اس کی مرکزیت کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی جس میں بالآخر وہ ناکام رہا تھا۔

مسلمانوں سے عیسائیوں کی کشمکش اور جارحیت معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس زمانہ میں دنیا بھر کے مقدس معبد کعبہ ابراہیمی پر عیسائیوں کے اس حملہ کے وقت عیسائیوں کی حکومت اور ان کے ارادوں پر مختصر روشنی ڈالیں تاکہ مسلم عیسائی کشمکش جو بعد میں ظہور میں آئی اور اب تک مسلسل چلی آرہی ہے کا پس منظر اچھی طرح معلوم ہوجائے۔

واقعات یہ ہیں کہ ظہور اسلام سے قبل عرب میں عیسائیوں کی حکومت ایک تو یمن میں تھی اور ایک مدینہ سے اوپر تھی یعنی شمالی عرب کا بہت سا حصہ روم کے عیسائی بادشاہ نے فتح کیا ہوا تھا اور وہاں اس کی حکومت قائم تھی گویا فلسطین سے لیکر مدینہ سے ڈیڑھ دوسو میل اوپر تک تمام علاقہ عیسائی حکومتوں کے پاس تھا اور یہی عرب کے متمدن علاقے تھے یا یمن متمدن علاقہ تھا جس میں غلہ بھی پایا جاتا تھا۔ معدنیات بھی پائی جاتی تھیں اس کی تجارت بھی بڑی بھاری تھی اور یا شمالی علاقے متمدن تھے ان کے ایران کیساتھ بھی تجارتی تعلقات تھے اور روم کے ساتھ بھی۔ ان تمام متمدن علاقوں پر عیسائیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔

اُس وقت کے عیسائیوں کا تمام دارومدار رومی حکومت پر تھا۔ رومی حکومت کے تمام باشندے عیسائی تھے اور رومی حکومت اتنی وسیع اور زبردست تھی کہ اس وقت نصف دنیا پر حکومت کررہی تھی۔ شام اور فلسطین اور اناطولیہ سب اسی کے تابع تھے اسی طرح مصر اور لیبیا اور حبشہ تک کے بادشاہ اسکے ماتحت تھے عرب کے دوسری طرف فارس کی زبردست حکومت تھی گویا عرب کے ایک طرف روم کی زبردست عیسائی حکومت تھی اور دوسری طرف فارس کی اور کل ملک دونوں کے زیر اثر تھا سوائے

ان دونوں حکومتوں کی طاقت و وسعت کی مثال ہم آجکل کی روسی اور امریکی حکومت کی وسعت وطاقت سے دے سکتے ہیں۔ یعنی جو آج کل روسی اور امریکی حکومت کی وسعت وطاقت کا حال ہے۔ وہی ظہور اسلام کے وقت فارس و روم کی وسعت وطاقت کا حال تھا۔

کعبۃ اللہ پر رومیوں کی کڑی نظر

ادھر عرب میں ایک قدیم مقدس معبد کعبہ تھا اور عرب کے لوگ اس کا عزت واحترام کیا کرتے تھے اور مذہبی لحاظ سے تمام عربوں کا مرکز تھا اور اطراف و اکناف سے دیگر پیروان مذاہب بھی اس کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے کیونکہ نہ صرف عرب کے لوگ بلکہ ایران، ہندوستان، شام اور دیگر مختلف مذاہب اور علاقوں کے لوگ کعبۃ اللہ کا احترام کرتے اور اس کی زیارت کے لیے سفر کر کے آیا کرتے تھے۔ عوامی مرکز ہونے کی وجہ سے رومی حکومت کی اس پر کڑی نظر تھی جیسا ہر حکومت کو کسی عوامی مرکز پر ہوا کرتی ہے کہ مبادا کہیں حکومت کے خلاف کوئی تحریک نہ اٹھ کھڑی ہو جو سیاسی لحاظ سے اس کے لیے خطرہ کا باعث ہو۔

اس زمانہ میں یعنی چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ قریب آرہا تھا اور ابھی آپ کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ عرب کے لوگوں میں عرب کی سرزمین سے ایک عظیم الشان نبی کے ظہور کا بھی چرچا ہو رہا تھا یہودی اس طرح کی پیشگوئیاں سنایا بھی کرتے تھے کہ عرب سے ایک نبی کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے[1]۔ ان حالات میں رومی حکومت کی نظر عربوں اور کعبۃ اللہ کے مرکزی مقام کی طرف اور زیادہ کڑی ہوتی جاتی تھی۔ رومی حکومت کی طرف سے عرب کے

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مترجم اردو ص۳۰ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

مختلف اطراف و اکناف میں عیسائیت کی تبلیغ بھی جاری تھی اور وہ عربوں کو عیسائی بنانا چاہتے تھے چنانچہ یمن و نجران کے عرب علاقہ میں خوب عیسائیت پھیل گئی تھی۔

کعبہ اللہ کے مقابلہ میں گرجا کا قیام

یمن کے علاقہ میں جو عرب کا زرخیز علاقہ تھا۔ رومی حکومت کی طرف سے ابرہہ نامی عیسائی حاکم مقرر تھا اس نے عرب کے لوگوں کے قدیم مقدس معبد کعبہ کے مقابلہ میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کرایا۔ دُور دُور سے انجینیر منگوائے اچھی لکڑی اچھا میٹریل اچھے رنگساز اور اور سامان منگوائے اور حکم دیا کہ یمن میں ایسا گرجا تعمیر کیا جائے کہ تمام دنیا میں اس کے مقابلے کا کوئی معبد نہ ہو۔

جب گرجا کی تعمیر مکمل ہو گئی تو ابرہہ نامی عیسائی حاکم نے یہ بھی کوشش کی کہ عرب خانہ کعبہ کو چھوڑ کر اس گرجا کا حج کیا کریں اور اس کو اپنا مرکز اور مرجع قرار دیں۔

سورۃ الفیل اور سورۃ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اس حقیقت کا اظہار کر رہی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی مخالف و موافق ہوائیں اور تحریکات چلنی شروع ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ جب کوئی مامور مبعوث ہونے والا ہوتا ہے تو اس کی بعثت سے قبل ہی اس کے متعلق بطور پیش بندی ہوائیں چلاتا اور تحریکیں پیدا کرتا رہتا ہے چونکہ عربوں یہودیوں اور عیسائیوں سب میں یہ احساس موجود تھا کہ عنقریب کوئی عظیم الشان نبی پیدا ہونے والا ہے اس لیے رومی حکومت کی طرف سے یمن کے حاکم ابرہہ کی کڑی نظر عرب اور کعبہ مقدس پر رہتی تھی۔ جیسے انگریزی حکومت میں اس زمانہ میں بھی جب ظہور مہدی و مسیح کا احساس لوگوں میں بڑھتا جا رہا تھا تو انگریزی

حکومت ایسے احساسات کو دبانے کی کوشش کرتی تھی اور اگر کوئی مہدی کا دعویٰ کرتا تو اس پر کڑی نظر اور نگرانی رہتی تھی کہ مُبادا یہ مُدعی گورنمنٹ انگریزی کے خلاف نہ اٹھ کھڑا ہو۔

ان حالات میں ابرہہ نے محسوس کیا کہ عرب میں خانہ کعبہ ایک ایسا مقام ہے جس کی وجہ سے سارا عرب اکٹھا ہو سکتا ہے اور یہ بھی محسوس کیا کہ عربوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ان کی آزادی اور ترقی کا وقت آگیا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے جس وجود کا وعدہ دیا ہے اس کا ظہور جلد ہونے والا ہے۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ ابرہہ نے تمام ملک میں اعلان کروا دیا کہ آئندہ عرب اس نئے گرجا کی زیارت کرنے اور یہیں حج کرنے آیا کریں اور اپنی اس سکیم کو پورا کرنے کے لیے ابرہہ نے عرب کے بڑے بڑے رؤسا کو بلا کر انہیں رشوتیں دیں اور انعام و اکرام کے وعدے کیے اور ان سے کہا کہ تم سارے عرب میں یہ اعلان کر دو کہ آئندہ خانہ کعبہ کی بجائے اہل عرب اس گرجا میں جمع ہوا کریں، جو صنعاء (یمن) میں بنوایا گیا ہے اور خانہ کعبہ کی بجائے اس کی زیارت کیا کریں۔

ابرہہ کی یہ ساری کارروائی ایک سیاسی چال تھی۔ کیونکہ روم وغیرہ علاقوں میں اس سے بھی بڑے بڑے گرجے تھے مگر ان کے لیے ایسی کوشش نہیں کی گئی بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ نے اپنی مملکت میں اس قسم کا اعلان کرنے کے علاوہ خود قیصر (شاہ روم) کو بھی اطلاع دیدی کہ میں چاہتا ہوں کہ عربوں کی توجہ خانہ کعبہ سے ہٹا کر صنعاء کے گرجے کی طرف پھرا دوں اور عربوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ ابرہہ نے اس مضمون کا خط قیصر کو لکھ بھیجا ہے ان حالات میں عربوں میں ابرہہ کے خلاف بڑا جوش پیدا ہوا خصوصاً قریش میں یہ جوش بہت زیادہ پھیل گیا کہ کعبہ کی جسے ازمنہ قدیمہ سے دنیا بھر کی قومیں جن میں خود یہود و نصاریٰ

کی قومیں بھی شامل ہیں مقدس سمجھتی ہیں اور اس کی زیارت کو آیا کرتی ہیں۔ ہتک کی جا رہی ہے اور قدیم ابراہیمی یادگار کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اسی اثنا میں ابرہہ نے دو عرب سرداروں محمد بن خزاعی اور قیس بن قزاعی جو قبیلہ خزاعی کے دو بڑے سردار تھے کو بڑے انعام واکرام کے وعدے دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ عرب میں پھر کر لوگوں کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنی توجہ صنعأ کے گرجے کی طرف پھیر دیں اور کعبہ سے اپنی توجہ ہٹالیں اور آئندہ حج کے لیے بھی یہیں آیا کریں یہ سردار عیسائی نہیں تھے بلکہ قدیم ابراہیمی مذہب کے پیروکار تھے مگر جس طرح انگریزوں کے زمانہ حکومت میں کئی مسلمان ان کی خوشامد کرتے پھرتے اور لالچ میں آکر اپنے قومی مقاصد کے خلاف ان کے آلۂ کار بن جایا کرتے تھے اسی طرح یہ دو عرب سردار بھی ابرہہ کے آلہ کار بن گئے اور اپنے قومی مقاصد کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا عرب کے لوگوں کو جب یہ پتہ لگا کہ محمد بن خزاعی اور قیس بن قزاعی عرب میں خانہ کعبہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ وہ آئیدہ صنعأ کے گرجے کو اپنا مرکز بنالیں تو عرب کے رؤسأ نے اس کام سے ان کو روکنے کے لیے قبیلہ ہذیل کے سردار عروہ بن حیاض کو یہ پتہ لگانے کے لیے بھیجا کہ آیا واقعی محمد بن خزاعی اور قیس اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ جب عروہ بن حیاض نے ان کو سفر کرتے ہوئے واقعی اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے ہوئے پایا تو اس نے جھٹ کمان سنبھالی تیر رکھا اور ایسا نشانہ لگایا کہ وہ تیر محمد بن خزاعی کے سینہ میں جا لگا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ یہ دیکھکر اس کا بھائی قیس بن قزاعی وہاں سے بھاگ کر ابرہہ کے پاس پہنچا اور اسے سارا ماجرا سنایا اس پر ابرہہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے سمجھا کہ جب تک خانہ کعبہ موجود ہے میرا گرجا کبھی مقبول نہیں ہو سکتا۔ بعض روایات کے مطابق ابرہہ نے قسم

کھائی کہ میں خانہ کعبہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔

روایات میں یہ جو آتا ہے کہ کسی عرب مسافر نے جو صنعا کے گرجا کے کسی حجرہ میں ٹھہرا تھا اور گرجا میں پاخانہ کر دیا تھا۔ یا یہ کہ کسی عرب قافلہ نے گرجا میں آگ جلائی جس سے گرجا کا کوئی حصہ جل گیا تھا اس پر ابرہہ کو غصہ آ گیا تھا گو یہ واقعات بھی ہوئے ہوں مگر تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عرب مسافروں نے عمداً یا ارادۃً گرجا کو نقصان پہنچانے کے لیے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ یہ اتفاقی واقعات تھے جو مسافروں سے ہو جایا کرتے ہیں اور اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جہاں کسی مسجد کے حجرے میں کوئی مسافر ٹھہرا۔ خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو قضائے حاجت کے لیے رات کو اٹھا اور لاعلمی یا محض سفری مجبوریوں کی وجہ سے کسی ایسی جگہ پر پاخانہ کر دے جس جگہ پر پاخانہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یا کسی حجرہ میں آگ جلائی تاکہ روٹی پکائیں یا سینکیں۔ اچانک آگ بھڑک اٹھے اور مسجد کے کسی حصہ کو نقصان پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات اس مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں کہ ابرہہ کے حملہ کو جو وہ خانہ کعبہ پر کرنا چاہتا تھا جائز ثابت کر دیا جائے واقعہ دراصل یہی ہے کہ ابرہہ خانہ کعبہ کو صرف اس مقصد کے لیے منہدم کرنا چاہتا تھا کہ اس کے بغیر عربوں کی توجہ صنعا کے گرجے کی طرف نہیں پھیری جا سکتی تھی۔ پہلے اس نے بعض عرب سرداروں کو لالچ دے کر پروپیگنڈا کے ذریعے یہ مقصد حاصل کرنا چاہا مگر جب عربوں نے ایسا پروپیگنڈا کرنے والے ایک شخص کو قتل کر دیا تو وہ غصے میں آیا اور کہا کہ جب تک کعبہ کو منہدم نہ کر دیا جائے صنعا کے گرجے کی طرف عربوں کی توجہ نہیں پھیری جا سکتی۔ اس لیے اس نے خانہ کعبہ پر ہاتھیوں کی فوج لے کر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

یہ یاد رہے کہ محمد بن خزاعی کا مارا جانا ابرہہ کو مکہ پر حملہ کرنے کا کوئی سیاسی حق نہیں دیتا تھا کیونکہ خزاعی قبیلہ یمن کے ماتحت نہیں تھا۔ عربوں کا اپنے کسی آدمی کو اس کی قومی غداری کی وجہ سے مار دینا ابرہہ کے لیے حملہ کی کوئی سیاسی وجہ پیدا نہیں کرتا۔ اپنے آدمی کو ہر قوم مار سکتی ہے گو اس کا یہ فعل ظالمانہ ہو۔

کعبہ پر ابرہہ کا حملہ

ابرہہ نامی عیسائی حاکم نے اب اپنی فوج اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور یمنؔ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ بعض روایات کے مطابق اس کے ہمراہ بارہ ہزار اور بعض کے مطابق بیس ہزار فوج تھی یمنؔ کے بعض لوگوں میں جو سابق شاہی خاندان سے تھے۔ ابرہہ کے خلاف سخت جوش پیدا ہوا۔ اور پھر ان کی وجہ سے باقی عربوں میں بھی جوش پیدا ہوا۔ ذونفر حمیری کی سرکردگی میں یمنؔ کے بعض قبائل نے خانہ کعبہ کی حفاظت کیلئے مقابلہ کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ فریقین کا مقابلہ ہوا چونکہ ابرہہ کے پاس تربیت یافتہ شاہی فوج تھی اور ہر قسم کا سامان جنگ بھی تھا اس لیے ذونفر حمیری اور اس کے ساتھی قبائل شکست کھا گئے اور ذونفر کو گرفتار کر کے ہمراہ رکھا گیا۔ ابرہہ کا لشکر شمال کی طرف بڑھا اور قبیلہ خثعم کی زمین پر پہنچا۔ جو طائف اور یمن کے درمیان ہے۔ وہاں نفیل بن حبیب الخثعمی کی زیر قیادت ایک عرب لشکر نے ابرہہ کا مقابلہ کیا۔ ان کے ساتھ شہیدان اور ناعس قبیلہ کے لوگ بھی تھے گو بڑی بے جگری سے لڑے مگر ناکام رہے ابرہہ کا لشکر آگے بڑھا اور طائف کے قریب پہنچا تو طائف کا سردار مسعود بن معتب اپنے قبیلے ثقیف کے سرداروں کو لیکر ابرہہ کے استقبال کو نکلا اور اس کی

اطاعت کی اس قبیلہ کے بعض لوگوں کو ابرہہ نے مکہ کا راستہ دکھانے کے لیے ساتھ
لیا اور آگے بڑھا اور مغمس نامی ایک مقام پر پہنچا جہاں سے مکہ پندارہ سولہ میل
کے فاصلہ پر رہتا تھا وہاں سے ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو کچھ فوج دے
کر مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے آگے بھیجا مکہ سے ضروری معلومات
حاصل کر کے وہ جب واپس چلا تو عربوں کے کچھ اونٹ جو باہر چرنے کے لیے
بھیجے گئے تھے ہانک کر ہمراہ لے گیا جن میں عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ
تھے مکہ کے لوگ جمع ہوئے اور ابرہہ کے حملہ پر سوچ بچار کیا اور فیصلہ کیا کہ مقابلہ
نہ کیا جائے کیونکہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ابرہہ کو جب مکہ کے حالات
معلوم ہوئے تو اس نے اپنا ایک سردار مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مجھے تم سے
کوئی پرخاش نہیں اگر تم مجھ سے خانہ کعبہ گرانے میں مزاحم نہیں ہوتے تو میں بھی
تم سے نہیں لڑونگا۔ جب ابرہہ کا ایلچی عبدالمطلب کے پاس یہ پیغام لے کر آیا
اور یہ بھی خواہش کی کہ آپ خود چل کر ابرہہ سے ملاقات کریں چنانچہ عبدالمطلب
اپنے بعض دیگر مشیروں اور رؤسا کو ہمراہ لے کر ابرہہ کے پاس گیا اور اس سے
ملاقات کی ابرہہ نے اس کی عزت کی۔ عبدالمطلب سے آنے کا مقصد پوچھا تو
اس نے کہا کہ آپ کے لوگ میرے دو سو اونٹ ہانک کر لے آئے ہیں وہ
مجھے واپس کر دیئے جائیں۔

ابرہہ نے یہ سن کر حیرانی سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے قدیمی معبد
خانہ کعبہ کو مٹانے کے لیے آیا ہوں آپ کو اس کی تو فکر نہیں اور اپنے اونٹوں کی
فکر ہے عبدالمطلب نے جواب دیا کہ خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا نے اسکی حفاظت
کا وعدہ کیا ہے سو اگر واقعی خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے تو وہ کا مالک خود اسکی حفاظت کریگا اور آپکے حملہ سے بچا لیگا اور اونٹوں کا
مالک میں ہوں اس لیے مجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے اس پر ابرہہ نے اسکے اونٹوں

کو واپس کرنے کا حکم دیا بعض دوسرے رؤسأ مکہ نے جو عبدالمطلب کے ہمراہ تھے۔ یہ درخواست کی کہ آپ مکہ کے مال مویشی اور جائیدادوں کی قیمت کا ⅓ ہم سے لے لیں مگر خانہ کعبہ کو نہ گرائیں مگر ابرہہ نے کہا کہ مجھے تمہارے مال دولت کی ضرورت نہیں میں تو صرف خانہ کعبہ کو گرانا چاہتا ہوں۔ اس پر عبدالمطلب اور اس کے ہمراہی واپس مکہ روانہ ہوئے۔ اس پر مکہ والوں نے مشورہ کیا کہ ابرہہ کا حملہ یقینی ہے لہٰذا مکہ کو خالی کر کے اس قریبی پہاڑ پر چلے جانا چاہیے اور جب خانہ کعبہ کو گرا کر ابرہہ واپس چلا جائیگا تو پھر واپس مکہ میں آنا چاہیے۔

عبدالمطلب نے خدا سے دُعا کی۔

لَاھُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ یَمْنَعُ رَحْلَہٗ فَامْنَعْ حَلَالَكْ

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ وَمِحَالُھُمْ غَدْاً مِحَالَكْ

"یعنی اے اللہ! جب بندے کے گھر کو کوئی لوٹنے آتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور وہ کسی کو اپنا گھر لوٹنے نہیں دیتا۔ پس اے میرے اللہ تو بھی اپنے اس گھر کی حفاظت کر جس میں لوگ تیری عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اسے دشمن کے حملہ سے بچا۔"

اے میرے رب کل ابرہہ اپنی صلیبیں اور لشکر لے کر اور اپنی تمام تدبیروں اور قوت وجلال کے ساتھ خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئیگا۔ اے خدا ان کی صلیبیں اور فوجیں اور قوتیں تیری قدرتوں تیری تدبیروں اور طاقتوں پر کل غالب نہ آئیں۔

یہ دعا کر کے قریش کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے اور ابرہہ کے حملہ کا انتظار کرنے لگے۔

دوسرے دن صبح کے وقت ابرہہ نے اپنے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دیا اور کہا کہ پہلے ہاتھی نکالے جائیں اس کے بعد دوسرا لشکر نکلے۔ جب ہاتھی نکالے گئے تو ان کا سب سے بڑا ہاتھی جس کا نام **محمود** تھا اور وہ سب ہاتھیوں کا سردار تھا الٰہی تصرف کے ساتھ بیٹھ گیا اور آگے نہیں چلا۔ تمام تاریخیں متفق ہیں کہ جب مکہ کی طرف اسے ہانکا گیا تو وہ بیٹھ گیا۔ اس پر لشکر اور بادشاہ فکرمند ہوئے کیونکہ سردار ہاتھی نہ اٹھے تو سارے ہاتھی نہیں اٹھتے۔ انہوں نے اس ہاتھی کو اٹھانے کے لیے نیزے مارے کھرپیاں اس کے بدن میں گھسیڑی گئیں اور دیگر آلات اور کانٹے وغیرہ اس کے پیٹ اور منہ پر مارے گئے مگر وہ مکہ کی طرف نہیں چلا۔ جب وہ گھبرا کر کھڑا ہو جاتا تو جنوب شمال و مشرق کی طرف چل پڑتا مگر مکہ کی طرف نہ چلتا۔ اس پر لشکر اور حاکم پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور لشکر کی روانگی میں اتنی دیر ہو گئی کہ اب حملہ اس دن کی بجائے دوسرے دن پر ملتوی کر دیا گیا۔

اس اثنا میں بادشاہ کو خبر پہنچی کہ لشکر کے سپاہیوں میں چیچک نمودار ہو گئی ہے چیچک حبشیوں کی مخصوص بیماری ہے جس طرح آتشک یوروپین لوگوں کی مخصوص بیماری ہے اور اسلئے آتشک کو طبی کتب میں داء الافرنج (یعنی فرنگیوں کی بیماری) کہتے ہیں۔ یہ دونو مرض یعنی چیچک حبشیوں سے اور آتشک یورپین قوموں سے دوسرے علاقوں میں پھیلے ہیں چونکہ چیچک متعدی بیماری ہے اس لیے جلدی دوسروں میں بھی پھیل گئی جو عرب راستہ کی راہنمائی کے لیے ابرہہ کے لشکر کے ہمراہ تھے۔ وہ یہ حالات دیکھکر بھاگ نکلے کیونکہ عربوں کو اس سے پہلے اس بیماری کا علم ہی نہ تھا کہ چیچک بھی کوئی بیماری ہوتی ہے۔ مفسرین و مورخین نے لکھا ہے کہ یہ پہلا چیچک تھا جو عرب میں ظاہر ہوا لشکر میں زبردست کھلبلی مچ گئی چونکہ چیچک کے مرض کا علاج یہ ہے کہ لوگ اِدھر اُدھر جنگلوں میں پھیل جائیں اور یہ علاج حبشیوں سے ہی معلوم کیا گیا۔ کیونکہ جو بیماری کسی علاقہ میں

اکثر پھیلتی ہو۔ اس علاقہ کے لوگ اس کا علاج بھی جانتے ہیں۔ چنانچہ لوگ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے چونکہ عرب ریگستان اور اکثر غیر آباد علاقہ ہے اور دُور دُور کہیں کہیں آبادی ہے اس لیے لشکریوں کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ راستہ کس طرف ہے اور ہم کدھر جا رہے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگ تو بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر گئے اور چونکہ بیماروں کو ان حالات میں ساتھ لے جانا بھی مشکل تھا اس لیے بیماروں کو چھوڑ کر وہ لوگ بھاگے اور وہ بیمار بھی بھوکے پیاسے مر گئے۔ ابرہہ بھی اس مرض کا شکار ہو گیا مگر جلد جلد وہ یہاں سے بھاگا اور یمنؔ پہنچ گیا مگر یمنؔ پہنچ کر بیماری سے گوشت جھڑ جانے کی وجہ سے مر گیا۔

یہ تباہی اپنے اندر ایسا غیر معمولی رنگ رکھتی تھی کہ سارے علاقوں میں تہلکہ مچ گیا اور تمام لوگ خانہ کعبہ کی عظمت وہیبت سے مرعوب ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ خدا کا عذاب ہے جو خدا نے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کی وجہ سے بھیجا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ نامی عیسائی حاکم اور اس کے ہاتھیوں والے لشکر سے خانہ کعبہ کو بچا لیا۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکّہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ فیل نازل فرما کر اس واقع کی اطلاع دے دی اور فرمایا:۔

اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا ان کو حملہ سے قبل ہلاک کر کے ان کے منصوبہ کو باطل نہیں کر دیا۔ اور ان کی لاشوں پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو اُن کے گوشت کو سخت قسم کے پتھروں سے مارتے اور نوچتے تھے۔ اس طرح اس نے انہیں غلہ کے بیرونی چھلکے کی طرح کر دیا۔ جس کے اندر کا دانہ کھایا گیا

ہوئے[1]
اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ اس کی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا

یہ عیسائیوں کا خانہ کعبہ پر پہلا زبردست حملہ تھا جسے خدا تعالیٰ نے ناکام کر دیا اب تیرہ سو سال کے بعد پھر عیسائیوں نے خانہ کعبہ اسلام اور مسلمانوں پر ایک اور زبردست حملہ کر دیا ہے۔ گو تیرہ سو سال کے دوران بھی عیسائیوں نے مسلمانوں سے مسلسل لڑائیاں کیں اور وہ مسلمانوں سے شکست کھاتے چلے گئے مگر اس زمانہ میں جب مسلمان کمزور ہو گئے تھے جس طرح کعبہ پر عیسائیوں کے پہلے حملہ کے وقت قبیلہ قریش کمزور تھا اسی طرح اب جبکہ مسلمان کمزور ہیں اور وہ طاقت سے عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوبارہ عیسائیوں نے ایک زبردست حملہ کعبہ اور اس کے متعلقین پر کر دیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی عظمت کو مٹائیں مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے "اصحاب فیل" کو جنہوں نے کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ ناکام بنا دیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اب بھی ہمارے موجودہ زمانہ کے "اصحاب فیل" یعنی عیسائی حملہ آوروں کو ناکام بنا دیگا۔

دراصل عیسائیوں کے کعبہ پر اسی حملہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں کی موجودہ کشمکش کا آغاز ہوتا ہے جس نے آگے چل کر خود حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین۔ بنو امیہ۔ بنو عباس اور سلطنت عثمانیہ کے مختلف زمانوں میں آج تک مختلف رنگ بدلے۔ اور اب وہی قدیم بگڑی ہوئی مسیحیت ایک نئے بھیس میں اسلام اور کعبۂ اسلامی پر حملہ آور ہو چکی ہے اور مسلمانوں سے ہمہ گیر اور آخری مقابلہ کر رہی ہے۔

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھئے تفسیر کبیر از خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلد ۶ جزء ۴ حصہ ۳ تفسیر سورۃ الفیل۔

فصل دوم:

بانیٔ اِسلام کا ظہور اور مسیحیت

بانیٔ اِسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اطراف واکناف میں عیسائیت پھیلی ہوئی تھی۔ عیسائیت گوپولوس کے زمانہ ہی سے بگڑنی شروع ہو چکی تھی، مگر تیسری صدی مسیح میں اس میں بدعات وانتشار مسیحی فرقوں میں باہمی نفرت وعداوت۔ تکفیر بازی۔ غالب فرقہ کا اقلیت پر ظلم و تشدد اور سفّاکانہ سلوک انتہا درجہ پر پہنچا ہوا تھا۔ اگلی صدیوں میں ان حالات میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ آگے چل کر مسیح و مریم کے بتوں اور صلیب کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ مسیحی مورخین کو بھی تسلیم ہے کہ بانیٔ اسلام کے ظہور کے زمانہ میں مسیحی مذہب بگاڑ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ موسیو جوبلش لابوم ایک فرانسیسی مستشرق نے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ کے مقدمہ میں بانیٔ اسلام کے عہد کے حالات کا ایک سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ بہتر ہو گا کہ ہم اسی سے کچھ اقتباس پیش کریں۔ موسیو مذکور لکھتا ہے۔

کسی تحریک کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں اسی عہد کی انسانی خاص کر اس کی معاشرت وسیاست کے رنگ کو معلوم کرنا ضروری ہو گا۔ تحریک اسلام سے کچھ پیشتر یعنی آنحضرت کی پیدائش کے زمانہ میں جو چھٹی صدی مسیح کے وسط آخر کا زمانہ ہے تقریباً تمام دنیا کی فضا مکدر تھی ساری دنیا میں اضطرابات وفتن کا ایک طوفان برپا تھا ہر جگہ باہمی

شورشوں خانہ جنگیوں اخلاقی بدنظمیوں اور سیاسی کشمکشوں کا ایک ہنگامہ بپا
تھا۔ اسپین اور جنوبی فرانس میں وزیگو خاندان برسر اقتدار تھا جو شاہ کلوفیس
اور اس کی اولاد سے دست وگریبان تھا۔ پھر "جوسٹینان" شاہ قسطنطنیہ نبرد
آزمائی کے لیے نئے خونیں واقعات سے دوچار ہوئے فرانس سے اس وزیگو
خاندان اور شاہ فرڈی گونڈ کی لڑائیاں صفحات تاریخ پر ایسی خونیں لکیریں
چھوڑتی ہیں جو اس عہد میں انسانی شقاوت و درندگی کی قابل نفرت تصویر
بناتی ہیں۔ انگلستان جو آج دنیا میں علم وسیاست کی کشتی کا ناخدا ہے اس
عہد میں آگ اور خون کی سی ہولی کھیل رہا تھا جو اس کی تاریخ کا وحشت ناک
باب تیار کرتی ہے۔ اینگلوسیکسن قوم کی خاندان کیمبریس کے ساتھ جنگ
آزمائی ملک کی عام تباہی کی بھی ذمہ دار تھی۔ اٹلی تاریخ کی پُرعظمت مملکت
روما کا گہوارہ اب وہ اس کے پرجلال مرکز روما میں اپنی تہذیب کی آخری
سانسیں گن رہا تھا اور اس کا دینوی تسلّط واقتدار ایک نئی دینی سیاست
کے لیے جگہ چھوڑ رہا تھا۔ اب وہ پاپائیت کا مرکز بن رہا تھا مگر یہ انقلابی
عہد ہیرولین۔ اسٹراگوٹ اور بومبارڈیوں کے پے در پے حملوں کی وجہ
سے مملکت کی بے چینی اور ابتلاء کا دَور ہے۔ ملک یونان اپنے قدیم علمی
مجد و شرف کو بھلا چکا تھا سیاسی حیثیت سے وہ روماء شرقی کے تابع
فرمان تھا اس کی علمی حیثیت کی شمع بجھ چکی تھی ایک طرف خود مملکت روما
کے مدبّروں کی خانہ جنگی اور دوسری طرف بیرونی وحشی حملہ آوروں کے
پے در پے اقدامات کی وجہ سے اس کو بھی قرار وچین نہ تھا۔

موسیو رینان نے شہنشاہیت روما کی پہلی صدی عیسوی میں جو تصویر
کھینچی تھی وہ اس تصویر سے کم بدہیئت ہوگی جو اس عہد میں یورپ کی کھینچی

جا سکتی ہے۔ اوّل الذکر حالت صرف قیصری اقتدار کے فاسد طرز حکومت کا نتیجہ تھی آخر الذکر کیفیت ایسے مفاسد پر مشتمل تھی جس کا اثر انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت تک ہو رہا تھا۔[1]

ان حالات میں کوئی بھی سلیم الفطرت انسان اس سے انکار کر سکتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں کسی آسمانی مصلح کی ضرورت تھی۔ شرک و بت پرستی اور مذہبی بگاڑ نہ صرف مسیحیوں میں انتہا درجہ کو پہنچا ہوا تھا بلکہ دنیا کے تمام مذاہب اور پیروان مذاہب کا بُرا حال تھا۔ اور خشکی و تری میں فساد پھیل چکا تھا اور زمانہ تقاضہ کر رہا تھا کہ کوئی ایسا مصلح مبعوث ہو۔ جو دنیا کے تمام مذاہب اور پیروان مذاہب کی اصلاح کرے اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت سے یہ بعید تھا کہ وہ لوگوں کی جسمانی ضروریات تو پورا کرتا ہے مگر ان کی روحانی ضروریات پورا نہ کرے اس قدیم سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عرب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عین وقت پر ۶۱۰ء میں مبعوث فرمایا وہ مکہ میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے اور چالیس سال کی عمر میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام دنیا کیلئے نذیر و بشیر یعنی پیغمبر بنا کر مبعوث کیا ہے آپ نے دنیا کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی کہ اللہ تعالےٰ کی خالص عبادت کرو۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے مکہ سے آپ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا مکہ کے مشرکوں کا ظلم انتہا کو پہنچا تو آپ نے تیرہ سال گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دس سال تک وہاں لوگوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کے ماننے والوں کی ایک خاصی جماعت پیدا ہوگئی تئیس سال میں آپ پر خدا کی

[1] بحوالہ اَلْاِسْلَامُ دِیْنٌ خَالِدٌ (اسلام کے عالمگیر اصول) مصنفہ علامہ فرید وجدی مصر مترجمہ سید احمد حسن نقوی۔ طبع کتاب منزل لاہور ۱۹۵۹ء [illegible] تا ص ۱۳۴

طرف سے جو وحی نازل ہوتی رہی وہ آج تک قرآن مجید کے نام سے موجود و محفوظ چلی آرہی ہے جس میں ہر زمانہ اور ہر طرح کے لوگوں کے لیے مذہبی ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔

آپ نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو بھی اسلام کی طرف دعوت دی اور کہا کہ میں آپ کی آسمانی کتب تورات و زبور اور انجیل کی پیشنگوئیوں کے مطابق آیا ہوں[1]۔ اور میرے آنے کا مقصد لوگوں کو گناہ اور شرک کی زندگی سے نکال کر نیکی اور توحید پر قائم کرنا اور ان کے بگاڑ کی ہر ممکن اصلاح کرنا ہے سو آؤ اس دین کو قبول کرو۔ جو تمہارے دینوں کا مصدّق اور متمم ہے ہم تمہارے سب نبیوں کو آدم سے لیکر عیسیٰ المسیح تک مانتے ہیں اور ان کو خدا کے سچے نبی سمجھتے ہیں۔ آپ نے اس وقت اہل کتاب کو خدا کے حکم کے مطابق دعوت دی کہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔

"یعنی اے پیغمبر تو اہل کتاب کو کہہ دے اے اہل کتاب (کم سے کم) ایک ایسی بات کی طرف تو آجاؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب بنایا کریں پھر اگر وہ پھر جائیں تو ان سے

---

[1] تورات و انجیل میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشنگوئیوں کے متعلق دیکھئے استثنا۔ باب ۱۸ آیت ۱۷/۱۹ و متی باب ۲۱، ۴۲/۴۴) یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۶ نیز باب ۱۶ آیات ۱۳/۱۴

(آل عمران ع) کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔"

جس وقت آپ اہل کتاب کو خدا کی طرف دعوت دے رہے تھے تو اس وقت موجودہ یورپ میں جسے جدید تہذیب مغربی کا علمبردار سمجھا جاتا ہے جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارتھمبر لینڈ، مڈلینڈ، کونٹینز، نارفوک، سوفوک، ساسیکس (اضلاع انگلستان) میں "ورڈون" بت کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس، برن ہلڈ، سگ برٹ، فرے ڈی گوٹن دی، مل ہے رک، نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا جبکہ پادریوں کے ایما سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔ فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا یہ لڑائی ۷۸۲ء تک جاری رہی جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا[1]

عرب کے گرد و نواح میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق سے مختلف مذاہب پائے جاتے تھے۔ یہودی، عیسائی، صابی، نجاشی (شاہ حبش) اور قیصر نے مل کر عرب میں عیسائیت پھیلانے میں کوشش کی تھی۔ ۳۹۵ء و ۵۱۳ء میں عیسائیت پھیلانے میں بڑا زور دیا گیا تھا اور یمن میں کثرت سے اناجیل

---

[1] سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء بحوالہ رحمۃ للعالمین جلد ۱ ص ۳۵ از قاضی محمد سلیمان طبع ۱۹۲۴ء

پھیل گئی تھیں۔

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے تو ۶ھ میں آپ نے عرب کے اردگرد مختلف حکومتوں اور بادشاہوں کو تبلیغی خط لکھے۔ اِن میں جن عیسائی حاکموں کی طرف خطوط بھیجے گئے۔ ان میں اصحم بن ابجر (شاہ حبش) تھے جو نجاشی کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے دل سے اسلام قبول کر لیا تھا پادریوں کے خوف سے گو وہ علی الاعلان اسلام کا اظہار نہ کر سکے تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سفیر کے ہاتھ تحائف بھیجے۔

اس طرح ہودہ بن علی یمامہ کا حاکم تھا اس نے دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جریج بن متی جو مقوقس کے لقب سے مشہور تھا اور مصر و اسکندریہ کے بادشاہ تھے، کو جب اسلام کی دعوت پہنچی تو اس نے غور و غوض کرنے کے بعد کہا کہ میں ابھی مزید غور کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جس نبی نے ہماری کتب کی رو سے آنا تھا۔ وہ شام میں آئیگا۔ تاہم اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحائف بھیجے۔

ہرقل جو قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ کا نامور بادشاہ تھا کو دعوت پہنچی تو وہ بھی اسلام کا دل سے معتقد ہوا مگر پادریوں اور عیسائی رعایا کے خوف سے اسلام کا اعلان نہ کیا۔ فروہ بن عمرو فزاعی جو شام کا گورنر تھا اس نے اسلام قبول کیا تو قیصر نے اسے قید کیا اور اسلام ترک کرنے کی ہدایت کی جب اس نے انکار کر دیا تو اسے صلیب دیدیا گیا۔

نجران میں بہت سے عیسائی پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسیا تھا۔ جسے وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھے تھے

لہ رحمۃ للعالمین ص۸

اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے ۔ جن کا لقب سید اور عاقب تھا اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دعوت اسلام کا خط لکھا ان کے پیشوا مدینہ میں آئے اور آپ سے ملے ۔ ان کی نماز کا وقت آیا تو انہیں مسجد نبوی ہی میں اپنے طریقے سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی گئی ، چنانچہ ان لوگوں نے جو قریباً ساٹھ آدمی تھے مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ۔ ان کے زمانہ قیام میں سورہ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں نازل ہوئیں ۔ ان آیتوں میں ان کے سوالات کا جواب تھا اور وہ آیت بھی تھی جو دعوت اسلام سے متعلق تھی جسے اوپر قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ سے شروع کرکے ہم نے درج کیا ہے ۔

جب وہ ابنیت والوہیت مسیح پر بحث کرنے کے بعد اسلام کی اس دعوت کو قبول کرنے پر رضامند نہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی ۔ جس کے معنی یہ تھے کہ طرفین کے لوگ میدان میں آکر جھوٹے پر لعنت کریں جب اس پر نجران کے ان عیسائیوں نے مشورہ کیا تو ایک شخص نے رائے دی کہ اس پیغمبر سے مباہلہ نہیں کرنا چاہیے اگر واقعی یہ پیغمبر ہے تو ہم مباہلہ کے بعد تباہ ہو جائیں گے ۔ اس کے بعد انہوں نے سالانہ خراج قبول کرکے صلح کرلی ۔ بعد میں ۱۰ھ میں عاقب اور سید جو نصاریٰ نجران کے بڑے مذہبی پیشوا تھے ۔ مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔[1]

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج

زمانہ نبوی میں مسلمانوں پر عیسائیوں کے مظالم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کی خیر خواہی کے پیش نظر خدا کے حکم کے مطابق پر امن طور پر دعوت دین کا کام جاری رکھا مختلف امراؤ رؤسا عرب کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ اگرچہ ان خطوط کے جواب میں بعض عیسائی رؤسا نے جواب دیا مگر بعض عیسائی حاکموں نے مسلم قاصدوں کے ساتھ مظالم کیے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی کو میر بصری کے پاس ایک خط دیکر روانہ کیا۔ جب یہ قاصد موتہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے حاکم شرجیل غسانی (عیسائی) نے اس قاصد کو مار ڈالا۔ مدینہ میں اس واقع کی اطلاع پہنچی قصاص لینا ضروری تھا آپؐ نے زید بن حارث کو تین ہزار سپاہ کا افسر بنا کر موتہ کی طرف روانہ کیا۔ مگر ساتھ وصیت کی کہ تم کو اللہ کے ساتھ تقوی اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے کی راہ خدا میں وصیت کرتا ہوں راہ خدا میں اس شخص سے لڑو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے اور بیوفائی اور سرکشی نہ کرو۔ اور بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور عبادت خانہ میں گوشہ نشینوں کو نہ مارو۔ اور باغ کے نزدیک نہ جاؤ۔ اور درخت نہ کاٹو اور مکانات کو نہ گراؤ۔

اس لڑائی میں زید سپہ سالار شہید ہوئے۔ اس کی جگہ عبداللہ بن رواحہ مقرر ہوئے وہ بھی شہید ہوئے پھر جعفر بن ابی طالب سپہ سالار ہوئے وہ بھی شہید ہوئے پھر خالد بن ولید سپہ سالار ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کی فوج کو بڑی حکمت سے دشمن کے نرغہ سے بچا کر لایا چونکہ علاقہ ہرقل شاہ روم کے ماتحت تھا اس لیے ہرقل نے ارادہ کیا کہ عرب کو فتح کیا جائے اور خود جنگ کا محرک ہوا۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ ہرقل ایک لاکھ سپاہ لیکر حملہ کی تیاری کر رہا ہے چنانچہ چندہ کی

اپیل ہوئی حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا سارا اور حضرت عمرؓ نے نصف اثاثہ پیش کیا۔ دیگر صحابہ نے بھی بڑے ایثار سے کام لیا گرمیوں کے دن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک فوج لیکر تبوک کی طرف روانہ ہوئے تبوک پہنچکر آپ کی آمد کی خبر سن کر آپ کی شخصیت سے متاثر ہوکر اور مسلم اخلاق دیکھکر یحنہ بن رویہ والی ایلہ اور اہل جربا و اذرح، نبالہ، مقناء، جرش اور دومتہ الجندل آپ کی خدمت میں آئے اور جزیہ دیکر مسلم رعایا بننا قبول کر لیا اس طرح اکیدر بن عبدالملک جو کندہ کا نصرانی بادشاہ تھا نے بھی اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے جزیہ دیکر صلح کر لی۔ تبوک شام سے نصف راہ کے فاصلہ پر تھا آپ نے بیس روز یہاں قیام کیا مگر معلوم ہوا کہ ہرقل کے ملک میں گو جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں مگر مدینہ پر حملہ کا فوری خطرہ نہیں ہے اور جو خبریں پھیلی تھیں انمیں مبالغہ سے کام لیا گیا تھا۔ تب آپ واپس مدینہ چلے آئے چونکہ رومیوں کی طرف سے ہر وقت حملہ کا خطرہ رہتا تھا اور غزوۂ موتہ میں مسلمان شہدا کا حال سن کر رومی اور بھی دلیر ہوگئے تھے اور شرارتوں میں بڑھ رہے تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری ایام میں اپنی مرض وفات سے ایک دن پہلے زید (شہید) کے بیٹے اسامہ کو حکم دیا تھا کہ وہ رومیوں سے شہداء موتہ کا قصاص لیں۔ مگر اسامہ ابھی جانے کی تیاریوں میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؐ رومیوں اور مسلمانوں کی آیندہ لڑائیوں اور رومیوں کے بار بار خروج کی پیشگوئیاں فرما چکے تھے کہ آیندہ بھی رومیوں سے مسلمانوں کا مقابلہ جاری رہے گا یہ پیشگوئیاں کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ اگلے ابواب میں مندرجہ تاریخی واقعات کے مطالعہ سے خود بخود واضح ہوتا چلا جائے گا[1]

---

[1] مسلم عیسائی کشمکش کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت یہ ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

باب دوم

خلفاء راشدین کا دور اور عیسائی

اوپر جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان سے واضح ہو گیا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد سے شام کے رومی مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے ۶ھ میں انہوں نے وحیہ کلبی کو جو قیصر کے پاس دعوت اسلام لے کر گیا تھا۔ لوٹ لیا اور دوسرے سفیر حارث بن عمر کو شرجبیل حاکم بصری (عیسائی) نے مار ڈالا اور ۹ ہجری میں مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے تاکہ توحید اسلامی کو پھیلنے سے جبراً روک دیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ اور عیسائی

ان خطرات کے پیش نظر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور

(بقیہ صفحہ سابقہ) سے قبل عرب کے گرد و نواح میں عیسائی حکومتیں قائم تھیں طاقت کے نشہ اور شدید فرقہ پرستی کی وجہ سے وہ کسی اور مذہب کو عیسائیت کا حریف دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اس لیے جب اسلام پھیلنے لگا تو عیسائی حکومتوں نے مزاحمت کی اور جبر و ظلم اور طاقت و تلوار سے اسلام کو مٹانے اور عیسائیت پھیلانے کی کوشش کی ان کی جارحیت کے مقابلے میں مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا اور اپنا دفاع کرنا پڑا۔ اگر عیسائی ایسا نہ کرتے تو لڑائیوں کی نوبت نہ آتی تیرہ سو سالہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان وقتاً فوقتاً عیسائیوں کیساتھ پر امن رہنے کے معاہدات کرتے رہے مگر ہر بار عیسائی معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں اور مسلم علاقوں پر جارحانہ حملے کرتے رہے ان جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر وقت چاک و چوبند اور تیار رہنا پڑتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ آپ کے جانشین منتخب ہوئے تو آپ نے اسامہ بن زید کو جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں شام کی طرف شہداء موتہ کا قصاص لینے کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرما چکے تھے عیسائیوں سے نیک سلوک کی وصیّت کرتے ہوئے شام کی طرف بھیجا اور اسی طرح ۱۳ ہجری میں شام کے دیگر علاقوں کی طرف بھی صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد رومیوں کی طرف فوجیں بھیجیں،

دمشق رومیوں کا ایک اہم سرحدی شہر تھا۔ اس کی مہم پر یزید بن ابی سفیان مقرر ہوئے حمص پر ابو عبیدہ بن جراح۔ اردن پر شرجیل بن حسنہ اور فلسطین پر عمرو بن العاص۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سب کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے ان فوجوں کی کل تعداد ستائیس ہزار تھی۔ ہرقل والئی شام جو خود تو صلح کے خواہاں تھے مگر امرا کے اصرار پر لڑنے کے لیے تیار ہو گئے اس نے علیحدہ علیحدہ فوجیں مقرر کر کے بھیجیں تاکہ مسلمان ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں۔ اس لیے مسلمانوں کو قدم قدم پر رومی جتھوں سے لڑنا پڑا مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مزید امداد طلب کی جس پر آپ نے خالد بن ولید کو جو عراق کی مہم پر گئے تھے حکم دیا کہ وہ شام پہنچیں۔ خالد بن ولید شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں۔ شام پہنچ کر سب سے پہلے بصریٰ پر فوج کشی کی۔ بصریٰ روما کی سلطنت میں دمشق کے جنوب میں حوران کے قریب شام کی سرحد پر ایک مشہور اور محفوظ شہر تھا۔ یہ وہ بصریٰ نہیں جو خلیج فارس کے کنارے عراق کی مشہور بندرگاہ ہے۔

بصریٰ کی فتح کے بعد خالد بن ولید نے دمشق کا رخ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا پھر اجنادین پر رومی فوجوں کے اجتماع کی خبر ملی تو مسلمان

ادھر متوجہ ہو کر مقابلہ میں آئے۔ ہرقل کا بھائی فوج کا سپہ سالار تھا اس کی ماتحتی میں نامی گرامی تجربہ کار سپہ سالار کام کر رہے تھے۔ عیسائی پادری اور درویش ایک ماہ سے بشتر سے لوگوں کو لڑائی کے لیے ابھارتے رہتے تھے۔ قلب لشکر میں بطریق اعظم اطلسی غلاف میں انجیل کو لپیٹے ہوئے صلیبی نشان کے نیچے کھڑا ہوا لشکر کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا۔ خوب مقابلہ ہوا بالآخر مسلمانوں نے اجنادین کو بھی فتح کر لیا۔ اس لڑائی میں تین ہزار مسلمان شہید اور بارہ ہزار رومی مارے گئے علاوہ ان رومیوں کے جو عین معرکہ میں مارے گئے۔

تب مسلمان دوبارہ دمشق آئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ جب ہرقل شاہ روم کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے بصری کو فتح کر کے اب دمشق کا محاصرہ کر لیا ہے تو وہ گھبرایا اور ایک جانباز اور بہادر فوج آراستہ کر کے دمشق بھیجی اور آس پاس کے بعض دیگر علاقہ کے حاکموں کو بھی دمشق میں رومی فوج کی مدد کے لیے لکھا ان حالات میں بیس روز تک دمشق کا محاصرہ رکھا۔ جب بھی مسلمان حملہ کرتے قلعہ کے اندر رومی فوجیں پتھر برسا برسا کر حملہ کو ناکام بنا تی تھیں۔ بالآخر رومی تنگ آئے اور مسلمانوں سے عارضی صلح کی درخواست کی مگر مسلمانوں نے عارضی صلح کو قبول نہ کیا جس پر مزید لڑائیاں اور حملے دونوں طرف سے زور شور سے جاری رہے۔ جب دمشق کی رومی فوجیں تنگ آئیں تو انہوں نے ابوعبیدہ سے صلح کی درخواست کی جسے انہوں نے خالد بن ولید کو اطلاع دیئے بغیر منظور کر لیا ادھر خالد بن ولید دمشق کے قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے قلعہ کے اندر ابوعبیدہ بن الجراح بھی داخل ہو چکے تھے۔ جب خالد بن ولید کو ان کی طرف سے صلح کا علم ہو گیا اور یہ کہ انہوں نے رومیوں کو امان دیدی ہے۔ تب خالد نے بھی منظور کر لیا اور دمشق کا مضبوط قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ آ کر مسلمانوں کے

قدم مضبوطی سے جم گئے ۔ ۱۳ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ انتقال فرما گئے اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے ۔

حضرت عمرؓ اور عیسائی

جب قاصد دمشق کی فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکر خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ انتقال فرما چکے تھے اور عمرؓ خلیفہ ہو چکے تھے حضرت عمرؓ دمشق کی فتح کی خبر سن کر بڑے خوش ہوئے اور سب مسلمانوں کو یہ خبر سنائی آپ نے بجائے خالد کے ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر مقرر کرنے کا حکم قاصد کے ہاتھ شام لکھ بھیجا ۔ قاصد جب یہ خبر لے کر شام پہنچا ۔ اور سرداروں کو جمع کیا گیا ۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر کے لیے دعا کے بعد حضرت عمر کے لیے بیعت خلافت کی تجدید کی گئی ۔ پھر ابو عبیدہ کے امیر مقرر کیے جانے کا حکم سنایا گیا ۔ جسے خالد بن ولید نے بخوشی منظور کر لیا ۔ اس کے بعد قلعہ ابی القدس جو ایک اہم مقام تھا کا محاصرہ کیا گیا ۔ یہاں بھی زبردست لڑائی ہوتی رہی ۔ اور رومی سپاہی بڑی بے جگری سے لڑتے رہے ۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی مسلمانوں کو فتح دی ۔ اور مال غنیمت حاصل ہوا ۔ گرفتاریاں بھی ہوئیں ۔ جس میں طرابلس کے حاکم کی لڑکی بھی گرفتار ہوئی تھی ۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے اب پہلے حمص کا محاصرہ کیا مگر حاکم حمص نے جلد عارضی صلح کر لی اور اس کے بعد حاکم قنسرین کی طرف بڑھے ۔ حاکم قنسرین نے بھی عارضی صلح کر لی مسلمانوں نے دونوں کی صلح کو منظور کر لیا ۔ مگر اس دوران حضرت عمر کی مدینہ سے تازہ ہدایت قاصد کے ذریعہ پہنچی کہ مسلمان عارضی صلح کر کے وقت ضائع کر رہے ہیں کیونکہ رومی حاکم موقع ٹال کر شاہ ہرقل سے فوجی مدد منگوا کر مسلمانوں سے لڑیں گے ۔

یہ ہدایت پہنچ کر مسلمانوں کے سرداروں نے جمع ہو کر مشورہ کیا اور آئندہ حلب اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کی بابت غور کیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ حاکم قنسرّین نے مسلمانوں سے عارضی معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے شاہ ہرقل سے فوج منگوا لی ہے اور پھر مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس پر ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو حاکم قنسرین کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ بڑی لڑائی ہوئی بالآخر حاکم قنسرین کی فوجیں بھاگ نکلیں اور حاکم نے صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے اس کی اگلی دغابازی معاف کر کے پھر صلح منظور کر لی۔ ساتھ ساتھ مسلمانوں کی فوجیں ایران کی سرحدوں کی طرف بھی لڑتی رہیں اور فتوحات حاصل کرتی رہیں۔

قنسرین کی فتح کے بعد مسلمانوں نے حمص بھی فتح کر لیا اور اب انطاکیہ اور بیت المقدس دو اہم رومی شہر پیش نظر تھے۔ رومیوں نے لاکھوں کا لشکر تیار کیا تھا اور نئے ساز و سامان سے لڑنے کے لیے تیار ہو رہے تھے اور یرموک کے میدان میں دونو فوجوں کا مقابلہ ہوا، پہلا دن، دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن اور پانچواں دن دونو فوجوں کے باہمی زبردست مقابلہ میں گزرا۔ پانچویں دن شام کے قریب مسلمانوں کی فوجوں کے سامنے سے رومی فوجوں کے قدم اکھڑ گئے اور رومی سپاہی بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے بہت سے رومی سپاہیوں کو گرفتار کر لیا اور بہت سے بھاگتے ہوئے دریا میں غرق ہو گئے۔ مورخین کے اندازہ کے مطابق اس معرکہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار رومی سپاہی قتل ہوئے اور چالیس ہزار سپاہی قید ہوئے ابو عبید نے مسلمان شہدا کی تجہیز و تکفین کے بعد فتح یرموک کی خوشخبری حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کی خدمت میں بھیجی۔ قیصر کو

جب اس شکست کی خبر ملی تو وہ افسردہ خاطر ہو کر شام کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ اور مزید مقابلہ کے لیے زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے عمرو بن العاص کی سرکردگی میں بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے چند دن مقابلہ کر کے بالآخر پیغام بھیجا کہ ہم اس شرط پر صلح کے لیے تیار ہیں کہ مسلمانوں کا خلیفہ خود آ کر صلح کا معاہدہ لکھے۔ اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دیدی گئی۔ آپ نے اسے منظور فرمالیا۔ اور حضرت علی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ تمام مسلمان سرداروں کو اطلاع دیدی گئی۔ مقام جابیہ میں آپکا استقبال ہوا۔ عیسائی بھی چونکہ جابیہ آگئے تھے اس لیے یہیں معاہدہ لکھا گیا اور اس پر تمام معزز صحابہ کے دستخط ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا عیسائیوں سے معاہدہ

یہ معاہدہ جو خود خلیفہ ثانی نے عیسائیوں کی بابت تحریر فرمایا۔ عربی سے ترجمہ کر کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جس سے عیسائیوں سے مسلمانوں کی رواداری کا علم ہو جاتا ہے۔ لکھا!

"یہ وہ امان ہے جو کہ خدا کے غلام امیرالمومنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ کہ نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت کی جائے گی نہ انہیں مسمار کیا جائے گا نہ ان کو یا ان کے احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارہ میں ان پر قطعاً جبر نہیں کیا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائینگے۔"

ایلیا والوں پر فرض ہے کہ وہ اور شہروں کی طرح جزیہ دے دیں۔ اور یونانیوں کو اپنے ہاں سے نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا ان کی جان اور مال محفوظ ہے جب تک وہ اپنی جائے پناہ پر نہ پہنچ جائے اور ان میں سے جو ایلیا میں رہنا چاہے اس کے لیے بھی امن ہے۔ اس کو جزیہ دینا ہوگا۔ ایلیا والوں میں سے جو اپنا مال و جان لے کر نکل جانا چاہے تو وہ بھی اور ان کے گرجے بھی اور ان کی صلیب بھی مامون ہیں جب تک وہ اپنی جائے پناہ پر نہ پہنچ جائیں۔

اس تحریر پر خدا۔ رسول۔ خلفاُ اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ مقررہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ اس پر خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص۔ عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان گواہ ہیں۔

ایک غیر قوم کے ساتھ ایسے منصفانہ معاہدہ کے بعد حضرت عمرؓ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوعبیدہ اور افسران نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا۔ آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ بعض مسلمانوں نے آپ کو جب ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا۔ تو آپ نے یہ کہکر رد کر دیا کہ خدا نے جو ہمیں عزت دی ہے وہی کافی ہے۔ وہ اسلام کی عزت ہے۔ آپ اسی سادہ لباس میں شہر میں داخل ہوئے اور کئی دن قیام فرمایا۔ پادریوں نے خود بیت المقدس کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دی تھیں۔ واپسی پر مفتوحہ علاقوں کا دورہ اور سرحدوں کی حفاظت کا انتظام کرتے ہوتے آپ مدینہ تشریف لے گئے۔[1]

---

[1] ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی مورخ لکھتا ہے۔ رات دن چل کر حضرت عمر بیت المقدس پہنچے انکا سارا سامان یہ تھا۔ ایک مشک پانی ایک تھیلی میں تھوڑے سے چاول اور سوکھا میوہ۔ وہاں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیت المقدس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے تین ماہ کی زبردست لڑائی کے بعد مصر فتح کر لیا۔ پھر فرمائ نامی شہر فتح کر لیا۔ اس کے بعد ام ونین میں اسلامی لشکر کو سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ جس پر امیرالمومنین سے مزید امداد طلب کی گئی۔ امداد آنے تک مقابلہ جاری رہا۔ قلعہ فتح نہ ہوتا تھا۔ بالآخر مسلمانوں نے قلعہ پر سیڑھی لگا کر سپاہیوں کو قلعہ میں داخل کر دیا۔ جس پر رومی فوج نے صلح کی درخواست کی اور مسلمانوں نے منظور کر لی۔

پھر عمرو بن العاص نے سکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی تین ماہ تک خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بالآخر انہوں نے بھی صلح کی درخواست کی جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا۔ پھر برقہ وطرابلس فتح ہوئے۔ عمرو بن العاص نے امیرالمومنین سے افریقہ کے باقی علاقہ پر جہاد کرنے کی اجازت طلب کی مگر حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی۔

خلافت حضرت عثمانؓ اور عیسائی

۲۶ ذالحجہ ۲۳ ہجری کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابولؤلؤ نامی ایک غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ

(بقیہ صفحہ سابقہ) آ کر شہر کے باشندوں کے ساتھ بے انتہا نرمی سے پیش آئے۔ مذہب و رسم و عادات و مال و متاع کی پوری آزادی دی اور بہت خفیف ساجزیہ ان پر مقرر کیا۔ عربوں نے اسی قسم کی ہمدردی کل بلاد شام کے ساتھ برتی اور وہاں کے باشندوں نے بھی نہایت آمادگی کیساتھ ان کی حکومت قبول کر لی۔ اور بالآخر اکثر نے ان میں سے مذہب عیسوی کو چھوڑ کر اپنے ملک گیروں کے دین اور زبان کو اختیار کر لیا۔ اس وقت سے اب تک شام کی حکومت کئی مرتبہ بدلی ہے، لیکن دین اسلام اور عربی زبان اس وقت بھی اسی طرح رائج ہے۔ جیسی اوائل فتوحات عرب میں تھی (تمدن عرب ص ۱۴۸)

ہو گئے۔

حضرت عثمان کے عہد میں افریقہ کے بقیہ ممالک کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ وہاں کے والی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مقرر ہوئے۔ انہوں نے کئی سرداروں کی سرکردگی میں افریقہ کی طرف فوجیں بھیجدیں۔ افریقہ کا والی جرجیر تھا۔ جو قیصر روم کی طرف سے مقرر تھا۔ جس کی حکومت طرابلس سے حدود طنجہ تک وسیع تھی۔ عبداللہ کو ان علاقوں کو فتح کرنے کے لیے چالیس لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ انجام کار جرجیر پسپا ہو کر قتل ہو گیا۔ مسلمانوں نے کئی فوجیوں کو گرفتار کیا۔ جرجیر کی لڑکی بھی گرفتار ہو کر آئی۔ ان حالات میں اہل افریقہ نے مصالحت کی درخواست کی جسے مسلمانوں نے منظور کر لیا۔

مغرب میں اسلام کا جھنڈا

عبداللہ بن سعد کی سرکردگی میں نوبہ کی طرف پیش قدمی کی گئی۔ اور نوبہ بھی فتح کر لیا گیا۔ شاہ روم قسطنطین نے اسکندریہ پر حملہ کیا۔ مگر پسپا ہو گیا۔ اور صقلیہ جا کر اپنی شکست سے ان کو آگاہ کر دیا۔ اہل صقلیہ نے اس کی شکست سے برہم ہو کر اسے حمام میں قتل کر ڈالا۔ اور پیشگوئی اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ پوری ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت میں ہی سرزمین مغرب میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔

معاویہ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں جزیرہ قبرص اور جزیرہ[1] روڈس بھی

---

[1] اس زمانہ سے لیکر انگریزوں کے خروج کے زمانہ تک یہ جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ انگریزوں نے حب سے ڈپلومیسی سے اس پر قبضہ کیا ہے۔ عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم کا بازار گرم ہے اور ان پر مظالم کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

پچاس۵۰ لڑائیوں کے بعد فتح ہوئے - ۳۵ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے -

۳۵ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے - آپ کے عہد خلافت میں کوئی بیرونی فتوحات نہیں ہوئیں - آپ بھی ۴۰ ہجری میں شہید کر دیئے گئے -

آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے مگر آپ جلدی امیر معاویہ کے حق میں جو خاندان بنو امیہ میں سے تھے اور پہلے سے شام میں گورنر چلے آ رہے تھے - خلافت سے دستبردار ہو گئے - اس وقت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تسلیم کیے گئے - اور دار الخلافہ بھی مدینہ کی بجائے شام کے مشہور شہر دمشق میں منتقل ہو گیا -

خیبر کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کو اگرچہ مسلمانوں نے بڑی مراعات دی تھیں، لیکن وہ اپنی شرارتوں اور سازشوں سے باز نہ رہ کر حکومت سے غداری کا ثبوت دے رہے تھے - تنگ آ کر حضرت عمر نے ان کو عرب سے نکل جانے کا حکم دیا - خیبر کے یہود کے تمام املاک کی قیمت حکومت نے ادا کر دی تھی - نجران کے عیسائیوں کو عراق و شام میں متبادل زمینیں دی گئیں - اور دو سال کے لیے ان کا جزیہ معاف کیا گیا - ان لوگوں کی شر پسندی اور حکومت سے عدم وفاداری کے پیش نظر یہ سلوک بڑا فیاضانہ تھا -

باغی اور غدار ذمیوں سے جن کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری مسلم حکومت پر تھی - جس قدر فیاضانہ سلوک کیا گیا وہ مخالفین کے نزدیک بھی حیرت انگیز بلکہ قابل تعریف تھا - شام کی سرحد پر عربسوس نامی ایک گاؤں تھا - یہاں کے لوگ مسلمانوں سے معاہدہ کے بعد بھی درپردہ رومی عیسائیوں سے

سازباز رکھتے تھے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان کی جائیداد اور مال کی دو چند قیمت ادا کی جائے اور پھر جلا وطن کیا جائے۔ اس حسن سلوک کی بناء پر ذمّی اسلامی حکومت کے گرویدہ ہو گئے۔ اور نہ صرف پُرامن رہنے لگے بلکہ انہوں نے خبر رسانی سڑکوں اور پلوّں کی تعمیر وغیرہ کے ذریعے اسلامی فتوحات میں گراں قدر خدمات انجام دیں[۱]

---

[۱] عیسائی لٹریچر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ذمّی عیسائیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ صلیب نہ نکالیں سُور نہ بیچیں اور ناقوس نہ بجائیں وغیرہ مگر یاد رہے کہ یہ امور ایک قدیم عیسائی کے جعلی خط سے استنباط کئے گئے ہیں جو مسلم کشمکش کے عروج یا صلیبی جنگوں کے زمانہ میں کسی متعصب پادری نے مسلم حکومتوں سے بدظنی پھیلانے اور ان کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے لیے حضرت عمر سے منسوب کر کے گھڑ لیا تھا خود بعض عیسائی محققین سر میور اور آرنلڈ وغیرہ نے اسے بعد کے زمانوں کی پیداوار اور حضرت عُمر جیسے صُلح کل اور روادار منصف و عادل خلیفہ پر بہتان قرار دیا ہے آرنلڈ نے کئی حوالوں سے لکھا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری سے پہلے "امان عمر" کا ذکر کسی مستند ذریعہ سے بیان نہیں ہوا اور قدیم مورخوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ میور نے لکھا ہے کہ اس میں ایسی سخت شرائط ہیں جو حضرت عمر جیسے بے تعصّب عہد خلافت کی نہیں ہو سکتیں۔ (پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ مترجم اُردو ص ۶۹ و خلافت از ولیم میور ص ۱۴۶ و ص ۱۴۷)

باب سوئم

بنو اُمیہؓ اور عیسائی

امیر معاویہ کے عہد ۶۶۱ء تا ۶۸۰ء میں رومیوں کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔ حضرت عثمان کے عہد میں جب رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ کیا تھا۔ تو امیر معاویہ نے ہی جو اس وقت عثمانی فوج کے سپہ سالار تھے رومیوں کو شکست دی تھی اب اپنے عہد خلافت میں بھی رومیوں کے ساتھ ان کی جنگیں قریباً ہر سال جاری رہیں۔ رومی عیسائی مصر و شام کی سرحدوں پر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔ امیر معاویہ نے سمندر اور خشکی میں ان کے مقابلہ کے لیے بہترین انتظامات کیے۔ اسلامی لشکر کا ایک حصہ صرف رومیوں سے لڑنے کے لیے وقف کیا گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے شتائی اور صیفی یعنی سرما اور گرما میں لڑنے کے لیے فوج کے دو حصے بنائے تھے۔ جو ہر سال رومی معرکہ آرائیوں میں دفاع کا کام جاری رکھتے تھے اور سرحدوں پر رومیوں کی چھیڑ چھاڑ پر جوابی اقدامات کے لیے ہر وقت چاک و چوبند رہتے تھے۔

سمندری مقابلہ کے لیے انہوں نے ایک زبردست بیڑا تیار کیا۔ سترہ سو جہاز سامان جنگ سے مسلح ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ان جہازوں کی تیاری کے لیے شام میں جہاز سازی کے کارخانے کھولے گئے تھے اور لبنان کے پہاڑوں سے لکڑی حاصل کی جاتی تھی۔ **جزیرہ قبرص** بعض **جزائر یونان** اور **جزیرہ روڈس** مسلمانوں نے فتح کر لیے تھے جو سمندری چھاؤنیوں کا کام دیتے تھے۔

بازنطینی سلطنت کے دارالحکومت قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے ۴۹ھ ہجری میں امیر معاویہ نے دو زبردست لشکر یکے بعد دیگرے بھیجے۔ جن میں بعض جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے یہ حملے خشکی اور تری دونو طرف سے کیے گئے تھے۔

ادھر رومیوں نے بھی مقابلہ کی زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں۔ شہر کی مضبوط فصیلیں ناقابل تسخیر بنادی گئی تھیں۔ جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تو رومیوں نے مسلم محاصرین پر زبردست آتشبازی کا سلسلہ جاری کر دیا جس کا مقابلہ مشکل ہو گیا۔ ادھر سردی کے موسم کا آغاز ہو چکا تھا۔ مجبوراً مسلمانوں کو بڑا نقصان برداشت کر کے محاصرہ اٹھا کر پیچھے ہونا پڑا۔ دورانِ محاصرہ حضرت ابوایوب انصاری وفات پا گئے اور انہیں ان کی وصیت کے مطابق شہر کی فصیل کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اور عیسائیوں کو ہدایت کی گئی کہ اگر انہوں نے قبر ابوایوب انصاری کے ساتھ کوئی بے حرمتی کی تو اسلامی حکومت میں گرجوں کی گھنٹیاں نہ بج سکیں گی۔ سسلی اور کریٹ پر جو حملہ کیا گیا تھا وہ بھی ناکام رہا۔ ۶۰ھ میں امیر معاویہ وفات پا گئے۔ امیر معاویہ کے بعد انکا بیٹا یزید جانشین ہوا۔ $\frac{\text{۶۴ھ}}{\text{۶۸۳ء}}$ میں اس نے بھی وفات پائی پھر اس کا بیٹا معاویہ ثانی تخت نشین ہوا۔ وہ گوشہ نشین ہو گئے اور عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حاکم کام چلاتے رہے۔

عبدالملک اور رومی عیسائی

ان کے بعد عبدالملک بن مروان (عہد حکومت $\frac{\text{۶۵ھ}}{\text{۶۸۴ء}}$) خلیفہ منتخب ہوئے ان کے عہد میں رومی عیسائیوں نے شمالی افریقہ کے بربری قبیلہ کی مدد کر کے مسلم حکومت کے خلاف لڑائی چھیڑی اور ایک بربری سردار کسیلہ نے غداری کر کے

عقبہ کو شہید کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ عبدالملک کو اندرونی شورشوں سے فرصت ملی تو اس نے زہیر بن قیس کو فوج دیکر کسیلہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس موقع پر رومی عیسائی بھی کسیلہ کی مدد کو پہنچ گئے۔ اب بربری اور رومی دونو فوجوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔ زہیر نے دونو فوجوں کو شکست دیکر کسیلہ کو قتل کر دیا۔ اور قیروان فتح کرنے کے بعد اپنی فوج کے مختلف حصے کر کے انھیں مختلف علاقوں میں متعین کر دیا اور خود تھوڑی سی فوج کے ساتھ اپنے دارالحکومت برقہ میں آپہنچا۔ رومیوں نے پھر موقع غنیمت جان کر حملہ کر دیا زہیر نے گو بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر اس کے مٹھی بھر ساتھی میدان جنگ میں کام آگئے اور عیسائیوں کا پھر افریقہ پر قبضہ ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

عبدالملک نے پھر بھی ہمت نہ ہاری بلکہ اب حسان بن نعمان کو افریقہ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ رومی اور بربری دونو مقابلہ پر آئے اور قرطاجنہ کے مقام پر فریقین کی سخت لڑائی ہوئی۔ اب بربری اور عیسائی پھر پسپا ہوئے اور افریقہ پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور تمام شمالی افریقہ پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اسی اثنا میں بربریوں نے رومیوں کی مدد سے ایک عورت دامیہ نامی کو جسے وہ ولیہ اور کاہنہ سمجھتے تھے۔ ملکہ بنالیا۔ حسان نے اس کے علاقہ جبل پر چڑھائی کی۔ مگر مسلمان شکست کھا گئے۔ بہت سے مارے گئے اور باقی بھاگ کر برقہ میں پناہ گزین ہوئے۔ عبدالملک نے حسان کی امداد کے لیے مزید فوج بھیجی۔ اور دوبارہ ملکہ کی فوجوں سے لڑائی ہوئی۔ خود ملکہ بھی مقابلہ میں آئی۔ مگر اب کی لڑائی میں ملکہ کو شکست ہو گئی۔ اور اسی لڑائی میں ماری گئی اس کے مرنے پر مسلمانوں کا دوبارہ شمالی افریقہ پر مستقل قبضہ ہو گیا۔ بربریوں کی اکثریت نے برغبت و بخوشی اسلام قبول کر لیا۔

رومی عیسائی مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کی تاک میں رہتے تھے۔ چنانچہ جب عبدالملک اندرون ملک عبداللہ بن زبیر کے ساتھ الجھا ہوا تھا تو رومیوں نے موقع غنیمت سمجھکر سرحدوں پر پھر حملے شروع کر دیئے جس پر عبدالملک کو بھی پیشقدمی کرنی پڑی۔ قیساریہ کے مقام پر خونریز معرکہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کو پھر شکست ہو گئی۔ اور مسلمانوں نے قالیقیدا اور قصیتصہ پر قبضہ کر لیا۔

عیسائی سکہ کی بجائے اسلامی سکہ

عبدالملک نے عنوان خط پر جو شاہ روم کو بھیجا تھا۔ قُلْ[1] هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک "محمّد" مع تاریخ کے لکھا تھا۔ بادشاہ روم کو اس طرح کا عنوان خط دیکھکر شاق گزرا اور بوالپسی لکھ بھیجا کہ عنوان خط پر ایسے مضامین نہ لکھو ورنہ ہم درہم و دنانیر پر تمہارے نبی کا ذکر ایسے طور سے لکھیں گے کہ تم کو ناگوار ہوگا اس زمانہ تک اسلامی دنیا میں رومی اور ساسانی سکے ہی رائج چلے آرہے تھے اور مسلمانوں کا الگ سکہ نہ تھا عبدالملک نے اپنے مشیروں سے مشورہ طلب کیا۔ فیصلہ ہوا کہ رومیوں کے دراہم و دنانیر ترک کر کے اسلامی سکہ ڈھال لیا جائے۔ چنانچہ اس کے مطابق عبدالملک نے سب سے پہلے دمشق میں ۶۵ھ میں ایک ٹکسال بنوائی۔ جس میں درہم و دنانیر ڈھالے گئے ان پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ منقش کرایا گیا اور ان رائج کر کے رومی سکے بند کر دیئے گئے[2]۔ رومی بادشاہ کے اس غصہ اور جواب سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ عیسائی پیغمبر اسلام کے نام سے کتنا بغض اور بیجا تعصب رکھتے تھے

عبدالملک سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلامی سکہ رائج کر دیا۔ نصف شوال ۸۶ھ میں وفات پا گئے۔

---

[1] یعنی اے پیغمبر، کہدے اللہ ایک ہے۔

[2] تاریخ ابن خلدون حصہ دوم مترجم اردو شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی صہ ۲۰۶

ولید اور فتح اندلس

عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ ان کے عہد میں موسیٰ بن نصیر افریقہ کے والی مقرر تھے اور ان کے قریب اندلس کا مشہور علاقہ تھا۔ جہاں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ اندلس جسے سپین اور ہسپانیہ بھی کہتے ہیں۔ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ ظہور اسلام سے قبل کسی زمانہ میں یہاں "وسی گاتھ" کے وحشی قبیلہ کے لوگ حملہ آور ہوئے اور اپنی حکومت قائم کر کے یہیں آباد ہو گئے۔ اور بعد میں عیسائی ہو گئے انہی کی حکومت اندلس پر تھی جو بڑی متعصب اور جابر و ظالم حکومت تھی یہ لوگ مخالفین مذہب پر جبر و ظلم کرنا کار ثواب سمجھتے تھے۔ یہودیوں پر نہایت ہولناک اور ننگ انسانیت مظالم کرتے تھے۔[1] اقتدار پادریوں کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جسے چاہتے حکمران بناتے اور جسے چاہتے معزول کر دیتے۔ چنانچہ عیسائی پادری شادی نہیں کرتے اس لیے ان میں اخلاقی گراوٹ اور عیش و عشرت کا زور تھا کیونکہ گرجاؤں میں حسین عورتوں کے جھرمٹ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ بادشاہ اور امراء بھی عیش پرستیوں میں مبتلا تھے۔ عوام غریب اور مفلوک الحال تھے۔ ملک جاگیروں میں بٹا ہوا تھا ان حالات میں جو عیسائی عوام اندلس سے نکل نکل کر اور اپنی عیسائی حکومت سے بیزار ہو ہو کر افریقہ کی اسلامی مملکت میں پناہ گزیں ہوتے رہتے تھے۔ اور مسلم حکومت کو اندلس کے مظلوم عوام کی بابت مدد کے طالب ہو رہے تھے۔ اور اس پر اصرار کرتے رہتے تھے۔ جن میں مراکش کے شمالی ساحل پر قلعہ سبتہ[2] کا ایک یونانی سردار یولیان (کاونٹ جولین) بھی

---

[1] غزوات العرب از علامہ شکیب ارسلان بحوالہ اسلام کے غازی یورپ میں ص ۲۲ طبع لاہور اکیڈمی لاہور مؤخر الذکر کتاب دراصل "غزوات العرب" عربی کا اردو ترجمہ ہے جو رئیس احمد جعفری نے کیا ہے۔

[2] انگریزی میں CEUTA شمالی افریقہ میں جبرالٹر کے سامنے ایک شہر۔

تھا جس نے اشبیلیہ کے ایک اسقف کو ہمراہ لے کر افریقہ کے اسلامی دارالحکومت قیروان پہنچ کر یہاں کے والی موسیٰ بن نصیر سے ملاقات کی۔ اور اندلسی حکومت کے عوام پر تشدد و ظلم پیش کر کے امداد کی درخواست کی موسیٰ نے کچھ جمعیت اس کے ساتھ کر دی جس نے اندلس کی بندرگاہ الخضراء پہنچ کر ضروری حالات سے موسیٰ کو آگاہ کیا۔ ادھر اندلس کی عیسائی حکومت بھی جو اپنے قرب و جوار میں مسلم حکومت کے قیام پر پیچ و تاب کھا رہی تھی اور حملہ کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ان حالات میں افریقہ کے والی موسی بن نصیر نے خلیفۃ المسلمین ولید بن عبدالملک (بغداد) سے اندلس پر جو یورپ کے جنوب مغرب میں واقع تھا۔ کارروائی کی اجازت طلب کی۔ اندلس کی عیسائی حکومت کی طرف سے افریقہ پر حملہ کی تیاریوں اور مظلوم اندلسی عوام کی درخواستوں کے پیش نظر خلیفہ نے جوابی کارروائی کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر والیِ افریقہ نے طارق بن زیاد کو سات ہزار سپاہی دیکر اندلس کی طرف پیشقدمی کرنے کے لیے بھیجا۔ طارق نے ۳۰ اپریل ۷۱۱ء کو آبنائے عبور کرنے کے بعد اس جگہ جہازوں کو ٹھہرایا جو آج تک اس کے نام پر جبل طارق (جبرالٹر) کہلاتی ہے۔ ساحل پر اترتے ہی اس نے اپنے جہازوں کو آگ لگانے کا حکم دیا اور اپنی فوج کے سامنے پُرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یا ملک فتح کرنا ہے یا شہید ہو جانا ہے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

سرزمین اندلس پر مسلمانوں کا پہلا معرکہ جنوبی سپین کے گورنر تدمیر کے ساتھ ہوا۔ جو شکست کھا کر راڈرک حاکم سپین کے پاس فریادی ہوا۔ راڈرک نے ایک لاکھ کا لشکر مقابلہ پر بھیجا۔ طارق نے مزید پانچ ہزار سپاہیوں کی مدد مرکز سے منگوائی اور اب اس کے پاس بارہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ گویہ بھی ایک

لاکھ عیسائی ٹڈی دل لشکر کے مقابلہ کے لیے ناکافی تھا۔ تاہم جولائی ۱۱ھ میں شہر شذونہ کے قریب دریائے گواڈلٹ کے کنارے فریقین کا سخت مقابلہ ہوا۔ آٹھ دن تک لڑائی جاری رہی اور بالآخر فیصلہ کن لڑائی ہوئی اور مسلمانوں نے پوری جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کو شکست فاش ہوئی اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ خود راڈرک بھاگتے بھاگتے دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس عظیم الشان فتح نے سپین کی کایا پلٹ دی۔ اور اس کے بعد مسلمان پوری آٹھ صدیوں تک اس ملک پر شان وشوکت سے حکومت کرتے رہے۔

اس لڑائی سے عیسائیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ طارق نے عیسائیوں کے خطرناک ارادوں کے پیش نظر مزید پیشقدمی کر کے غرناطہ، قرطبہ مالقہ اور طلیطلہ جو سپین کا دارالحکومت تھا پر قبضہ کر لیا۔ ہر مقام پر عیسائیوں کو شکست ہو گئی اور مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ جنوبی فرانس کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔ ولید کے عہد میں برّی قوت کے ساتھ ساتھ بحری قوت اور بحری بیڑے کی توسیع ہوئی۔ جس کی بدولت بحیرہ روم میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور کئی جزائر فتح ہوئے ۹۶ ہجری میں ولید نے وفات پائی۔ مشہور ولندیزی مستشرق ڈوزی نے لکھا ہے۔ کہ "مسلمانوں نے جب ہسپانیہ (اندلس) فتح کیا تو یہودی دردناک عذاب میں مبتلا تھے۔

۹۶ ہجری میں کلیسیا کی طرف سے بادشاہ سیس بوٹ کے زمانہ میں یہودیوں کو ایک سال کی مہلت دی گئی کہ وہ عیسائی مذہب قبول کر لیں اگر اس مدت کے گزرنے کے بعد وہ عیسائی نہ بنے تو ان کا مال ضبط کر لیا جائیگا۔ سو کوڑے ہر شخص کو مارے جائیں گے۔ اور جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کی

دہشت نے نوے ہزار یہودیوں کو عیسائی بنا دیا۔ تاہم یہودی پوشیدہ طور پر تورات موسیٰ کے مطابق ختنہ اولاد کراتے اور تورات پر عمل بھی کرتے۔ اس کا توڑ پادریوں کی چوتھی مجلس نے جو طلیطلہ میں ہوئی تھی یہ کیا کہ یہودی اپنے بچوں کو کلیسیا کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد پادریوں کی چھٹی مجلس نے کچھ اور پابندیاں بھی عائد کیں۔ اسی سال تک پیہم عیسائی حکومت انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتی رہی۔ تنگ آکر یہودی آمادہ بغاوت ہو گئے۔ اس کے بعد پادریوں کی مجلس نے فیصلہ کیا کہ تمام یہودیوں کو غلام بنایا جائے۔ اور ان کی تمام املاک ضبط کر لی جائیں ایک اور حکم یہ نافذ ہوا کہ کوئی یہودی کسی یہودی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ بلکہ غلام بننے کے بعد کسی مسیحی باندی سے شادی کرے اور ہر یہودی باندی کسی عیسائی غلام سے شادی کرے۔

ڈوزی یہ بھی لکھتا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہسپانیہ فتح کیا تو مسلمانوں نے انہیں غلامی کے پنجہ سے چھڑایا۔ ان کے لیے پوری آزادی کا اعلان کیا اور انہیں اجازت دی کہ اپنے دینی شعائر پر آزادی سے عمل کریں۔ یہی وجہ تھی کہ ہسپانیہ کے تمام یہودی غلام اور درماندہ لوگ اسلام کے سب سے بڑے انصار بن گئے۔"[1]

سلیمان بن عبدالملک اور قسطنطنیہ

ولید کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت پر بیٹھا۔ چونکہ مسلمانوں اور رومی عیسائیوں میں قدیم الایام سے ہی آویزش چلی آرہی تھی اور مسلمانوں نے شام و فلسطین اور مصر کے بازنطینی علاقے فتح کر لیے تھے جس کی وجہ سے رومی مسلمانوں کو سخت غصے کی نظر سے دیکھتے تھے۔

[1] غزوات العرب از علامہ شکیب ارسلان بحوالہ اسلام کے غازی یورپ میں صـ ۳۸،۲۷

اور مسلمانوں کی سرحدوں پر اکثر جھڑپیں کر کر کے اور چھاپے مار مار کر مسلمانوں کے جان و مال کو نقصان پہنچاتے رہتے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں رومیوں کا ایک سپہ سالار لیو (LEO) ان کا حلیف بن گیا۔ اور اس نے مرج دابق[1] کے مقام پر سلیمان سے ملاقات کی اور مسلمانوں کو قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی سلیمان نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر دیکر خشکی کی راہ سے چڑھائی کے لیے بھیجا۔ اتنی ہی تعداد کو سمندر کی طرف سے بھیجا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ سے متصل علاقہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور وہیں ایک شہر بسا لیا۔ محاصرہ نے طول کھینچا اور رومیوں نے تاوان جنگ ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی۔ جسے مسلمہ نے نامنظور کر دیا۔ اسی اثنا میں بازنطینی حکومت میں کافی ردوبدل ہوا۔ رومیوں نے قیصر تھیوڈورس سوئم کو معزول کر کے لیو کو تخت نشین کر دیا۔ جو اس وقت تک اسلامی لشکر میں تھا۔ اب لیو نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اگر وہ اپنے لشکر کو دور لے جائیں تو اہلیان قسطنطنیہ اپنے شہر کو اطمینان سے خالی کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے مسلمانوں نے لیو پر اعتماد کر لیا اور اپنا لشکر پہلی جگہ سے اٹھا کر دُور لے گئے۔ رومیوں نے موقع پا کر راتوں رات مسلمانوں کا سامان رسد شہر میں منتقل کر لیا لیو بھی قسطنطنیہ میں داخل ہو کر اہل روم کا شہنشاہ بن گیا چونکہ وہ اسلامی لشکر کے کمزور پہلوؤں سے واقف ہو چکا تھا اس لیے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ عنقریب مسلمان رومیوں سے صلح کرینگے مگر رومی اندر اندر مسلمانوں کے دشمن ہونگے اور مرج جسے حدیث میں مرج ذی تلول یعنی "صلیب کھڑی کرنیکا مقام" کہا گیا ہے کے مقام پر رومی عیسائی مسلمانوں سے غداری کرینگے اور ان سے لڑائی کیلئے جمع ہونگے (ابوداؤد کتاب الملاحم ج۲ ص۱۳۲ باب ملاحم الروم)، چنانچہ یہ پیشگوئی ان واقعات نے پوری کر دی۔

اس نے مسلمانوں کے اس کامیاب محاصرہ کو ناکام بنا دیا۔ سامان رسد جاتے رہنے اور سخت سردی کے باوجود مسلمانوں نے محاصرہ جاری رکھا۔ اسی اثنا میں خلیفہ سلیمان نے جو اسلامی لشکر کی مدد کے لیے مرج دابق میں مقیم تھا۔ ۹۹ ہجری میں مرج دابق میں انتقال کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز

سلیمان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز اس کے جانشین بن گئے[1]۔ جنہوں نے مسلمانوں کو جان و مال کے نقصان سے بچانے کی خاطر محاصرہ اُٹھا کر واپس آنے کا حکم دیا چنانچہ محاصرہ اٹھا لیا گیا اس طرح قسطنطنیہ پر فتح حاصل نہ ہو سکی۔

عمر بن عبدالعزیز کی خلافت خلفاء راشدین کے طریق پر تھی اور دنیا ہاتھ میں آنے کے باوجود وہ درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کے عہد میں دینداری کا گھر گھر چرچا ہوا جب وہ وفات پا گئے تو قیصر روم بھی افسوس کرتا اور رقّت کے ساتھ کہتا جاتا تھا کہ اگر حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی شخص مردے زندہ کر سکتا تھا تو وہ میرے خیال میں عمر بن عبدالعزیز تھا۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا کو چھوڑ کر گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے۔ بلکہ میں اس راہب (عمر بن عبدالعزیز) کو دیکھکر ہمیشہ حیران و متعجب ہوتا رہا۔ جو اپنے قدموں میں دنیا رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا ۱۰۱ ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وفات پائی[2]۔

---

[1] آخر کتاب میں ناظرین کی سہولت کے لیے جدول سنین خلافت اسلامیہ شامل کر لیا گیا ہے جس میں سن ہجری کیساتھ سنہ عیسوی بھی دیئے گئے ہیں ناظرین سنین کے لیے اس کی طرف رجوع کریں (مولف)

[2] امام احمد بن حنبل اور دوسرے جلیل القدر علمائ امت کی رائے ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی ہجری کے مجدّد تھے اور امام شافعی اور سفیان ثوری کا قول ہے کہ وہ پانچویں خلیفہ راشد تھے (البدایہ والنہایہ ج ۹ والکامل لابن اثیر ج ۱۵

ہشام بن عبدالملک اور یورپین ممالک

عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوا اور چار سال خلافت کر کے ۱۰۵ ہجری میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد ۱۰۵ ہجری میں اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں امیر عنبسہ والئی اندلس نے قرقشونہ۔ قونیہ اور سیپٹی ما کے علاقے فتح کیے اور دریائے اردن پار کر کے لیون۔ برگنڈی اور اوٹن کو مسخر کیا۔ امیر عنبسہ ایک معرکہ میں زخمی ہو کر فوت ہو گئے۔ اس کا جانشین عبدالرحمان غافقی بنا۔ جس نے اندرونی نظم و نسق بحال کر کے فرانس پر چڑھائی کی۔ پہلے ڈیوک نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور عبدالرحمان "بورڈو" کی بندرگاہ اور بساتکن۔ پسین اور پوئٹرز وغیرہ شہروں پر قابض ہو گیا۔

مسلمانوں کی فاتحانہ پیشقدمیوں سے عیسائیوں کو بہت تشویش لاحق ہوتی جا رہی تھی جس پر جرمن شاہی دیوان ناظم چارلس مارٹل کی زیر سرکردگی ایک لشکر جرار منظم کر کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ چارلس مارٹل کو معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کی پیشقدمی نہ روکی گئی تو پھر انہیں پورے یورپ میں بھی کوئی نہ روک سکے گا۔ چنانچہ اس نے ڈیوک آف ایکوٹن جو اس کا حریف بھی تھا کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ تاکہ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا جا سکے چنانچہ وہ اپنے ساتھی وحشی جرمن قبائل کا لشکر جرار لے کر ۱۱۶ ہجری میں ٹورس کے مقام پر مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کو آیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اسی دوران کسی نے افواہ اڑا دی کہ مسلمانوں کا کیمپ خطرے میں ہے مسلمان اس طرف منتشر ہو گئے۔ اور اپنے امیر عبدالرحمان کے روکنے کے باوجود واپس پلٹ گئے جس پر عیسائیوں کو سخت حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمان پسپا ہو گئے۔ عبدالرحمان لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ چونکہ چارلس

مارٹل پر مسلمانوں کی سخت دہشت طاری تھی اس لیے اس نے مسلمانوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اور مسلمان مزید تباہی سے بچ گئے۔ ٹورس کے میدان کو عرب "بلاد شہداء" کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کافی مسلمان شہید ہو گئے۔ عیسائی اس جنگ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔[1] دراصل مسلمانوں کی باہمی نا اتفاقی اور اطاعت امیر سے روگردانی کے نتیجہ میں مسلمانوں کو یہ بُرا دن دیکھنا پڑا کہ فتح ہوتے ہوتے شکست ہو گئی۔

مورخین کا بیان ہے کہ ٹورس کے میدان میں مسلمانوں نے دنیا بھر کی حکومت آتے آتے کھو دی۔ عبدالرحمان غافقی کی موت کے بعد اندلس کا گورنر عبدالملک بن قطن مقرر ہوا۔ اس نے شمالی ہسپانیہ کی بغاوتوں کو فرو کر کے فرانس میں پیش قدمی کی۔ ناربون کے نائب گورنر یوسف نے حاکم مارسیلز سے مل کر اوگنوں پر حملہ کر دیا فرانسیسیوں نے سخت مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔

عبدالملک کی معزولی کے بعد ۷۳۲ء میں ہشام نے عقبہ کو والئ اندلس بنایا اس نے فرانس پر کئی حملے کیے اور اسلامی سلطنت کو وسعت دی۔ بیڈ ماؤنٹ، ڈفنی، برگنڈی فتح کیے۔ عیسائی ایک بار پھر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے متحد ہو گئے اس وقت افریقہ میں بھی قبائلی کشمکش کے باعث باہمی تلوار زنی ہو رہی تھی۔

---

[1] عیسائیوں کی فتح اور عربوں کی اس شکست نے بہت سے عیسائی قبائل کو جو اب تک مسلمانوں کے رعایا تھے۔ پادریوں کے اکسانے پر بغاوت پر آمادہ کیا اور عیسائیوں کی کلیسائیں مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے سیاسی اڈے بن گئے ظاہر ہے کہ امن رکھنے کی خاطر مسلمان حکمرانوں کو سخت اقدامات کرنے پڑے اس لیے پادریوں کی لکھی ہوئی تاریخوں میں گرجاؤں کی بابت عربوں کے ہاتھوں تباہی اور مظالم کی داستانیں درج ہوتی چلی آ رہی ہیں (خلاصہ غزوات العرب)

اس کا اثر سپین پر بھی پڑا اور وہاں پر بربریوں اور عربوں میں پھوٹ پڑ گئی بلخ شامی نے سپین کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ مارا گیا اور ثعلبہ بن اسلامہ والی منتخب ہوا۔ سپین میں مسلمانوں کی خانہ جنگی ہشام کی موت کے بعد بھی جاری رہی۔ البتہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ملکوں پر پیشقدمی کی جرات نہ ہوئی۔ ہشام ۱۲۵ ہجری میں وفات پا گئے۔

عبدالرحمان اور عیسائی کشمکش

۷۵۰ء میں عبدالرحمان اموی نامی ایک شخص خاندان عباسیہ کے غلبہ اور اس کے مظالم سے بچ کر اندلس چلا گیا۔ جہاں اس نے شاندار حکومت قائم کی۔ ہسپانیہ کے والی یوسف فہری (عیسائی) نے اس کا مقابلہ کیا تھا۔ مگر ناکام ہوا۔ اور عبدالرحمان متواتر کئی سال کی جدوجہد کے بعد پورے ملک کا بادشاہ بن گیا۔ اور اندلس خوشحالی کے نئے دور میں داخل ہو گیا۔ عبدالرحمان اموی نے جب اندلس میں مضبوط حکومت قائم کی تو فرانس کے شہنشاہ شارلمین نے عبدالرحمان کے مخالفوں سے مل کر اندلس پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی مضبوط سلطنت کو اپنی سلطنت کے پہلو میں برداشت نہ کر سکتا تھا۔ شارلمین نے عبدالرحمان کے خلاف عرب سرداروں اور کئی دیگر ہمسایہ ملکوں کا تعاون بھی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ الیسٹر یاس کی عیسائی ریاست کا سربراہ بھی شارلمین سے جا ملا۔ افریقہ کے گورنر نے بھی شارلمین عیسائی کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ مگر چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرنے کے باوجود عبدالرحمان نے ہمت نہ ہاری اور جرات اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور سارا گوسہ[1] کے مقام پران تمام ٹڈی دل عیسائی فوجوں کو شکست

[1] ZARAGOZA سرقسطہ۔ شمالی اسپانیہ کے اراگان (ARAGON) صوبہ میں واقع ہے۔

دیدی۔ بلکہ آگے بڑھکر فرانس پر چڑھائی کر دی۔ اور متعدد قلعے فتح کر کے دشمن کو پسپا کر کے واپس لوٹا۔

اس کے بعد شارلمین نے ایک بار پھر سپین پر دھاوا بول دیا۔ مگر عبدالرحمان کے کامیاب مقابلہ سے عاجز رہ کر اپنی لڑکی کا رشتہ دیکر صلح کی درخواست کی۔ جو نامنظور ہوئی۔ اور شارلمین کی ریشہ دوانیاں مخفی طور پر جاری رہیں۔

عبدالرحمان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہشام تخت اندلس پر بیٹھا اور اندلس کو کافی ترقی دی۔ ۷۹۶ء میں وہ بھی وفات پا گیا۔ اور عبدالرحمان ناصر سوئم جو کہ آٹھواں حکمران تھا۔ تخت پر بیٹھا۔ نیک و عابد حکمران تھا اس وقت اندلس کی اسلامی سلطنت انتشار میں گھری ہوئی تھی مسلمانوں کی باہمی مناقشت سے فائدہ اٹھا کر عیسائی بھی اندلس کی سرحدوں پر حملے کر کر کے کئی علاقے چھین چکے تھے چنانچہ عبدالرحمان سوئم المعروف ناصر نے دوبارہ عیسائیوں سے سابق علاقے چھین لیے۔ لیون[1]، قسطلہ[2] اور نوارے[3]، ارغون[4] کے عیسائی حکمران اکثر حملے کرتے رہتے تھے۔ ان کا مقابلہ کر کے عبدالرحمان نے شکست دی۔ اور باقی ماندہ عیسائی ریاستوں کو بھی تابع فرمان بنا دیا۔ لین پول کہتا ہے کہ اندلس کے اموی خلیفے دوسو برس تک عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے اور بغاوتوں کو فرو کرتے رہے[5] نیز لکھتا ہے کہ عبدالرحمان کی خوشامد کرنے قسطنطنیہ۔ فرانس۔ جرمنی

---

[1] سپین کا شمال مغربی حصہ۔

[2] لیون کے مشرق میں صوبہ

[3] قسطلہ کے مشرق میں صوبہ (سلاطین اسلام از لین پول مترجمہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق شائع شدہ ۱۹۴۸ء یونیورسٹی بک ڈپو لاہور۔

[4] شمالی اسپانیہ کا صوبہ۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور اٹلی کے سفیر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ یورپ بھر کے فرمانروا اور اسی طرح قسطنطنیہ کے عیسائی حکمران عبدالرحمانؒ سے دوستی قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور تحفے اور ہدیئے بھیجتے رہتے تھے۔ اٹلی۔ جرمنی۔ سسلی اور فرانس کے سفیر بھی اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش بہا نذرانے پیش کرتے اور دوستی کے طالب ہوتے تھے عیسائی حکمران اور ان کے سفیر اس سلطنت کی شان و شوکت دیکھکر حیران رہ جاتے تھے۔ اس کا دور اندلس کا شاندار اور سنہری دور شمار کیا جاتا ہے۔ جس میں ہر لحاظ سے ترقی ہوئی۔ اس کا سمندری بیڑہ اتنا طاقتور تھا کہ تمام بحیرۂ روم اس کی واحد ملکیت تصور کیا جاتا تھا۔ اموی عہد میں اندلس کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے ممتاز ولندیزی عالم ڈوزی کہتا ہے کہ اندلس کے تقریباً ہر آدمی کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ تمام عیسائی دنیا میں لکھے پڑھے آدمی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جامعہ قرطبہ کی شہرت دنیا بھر کی تمام یونیورسٹیوں سے بڑھ گئی تھی اور افریقہ، ایشیا اور یورپ کے دور و دراز ممالک کے لوگ بھی علوم و فنون حاصل کرنے اندلس کے جامعہ میں آیا کرتے تھے اور بڑی علمی سہولتیں میسر تھیں۔ یہاں کے کتب خانہ کی صرف فہرست ہی چالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ علم و ادب۔ زراعت تجارت اور صنعت و حرفت کو اس دور میں بڑی ترقی ملی۔ ٭

اسلام کے پہلے سو سال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر پہلی صدی بنو امیہ کے عہد میں ۷۳۲ء میں

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۵ حوالہ مذکور ص۴

٭ امرائے دانیہ (۴۰۸ھ تا ۴۶۸ھ) بھی مدت تک عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے دانیہ مشرقی اسپانیہ میں ولنشیہ سے چالیس میل جنوب کی طرف ایک بندرگاہ ہے (سلاطین اسلام لین پول ترجمہ)

پوری ہوئی - ایک امریکی مورخ لکھتا ہے کہ بانی اسلام کے وصال کے سو برس بعد آپ کے پیرو اس سلطنت کے مالک بن گئے - جو رومی سلطنت کے عہد شباب سے بھی زیادہ وسیع تھی یہ سلطنت خلیج بسکے سے لیکر دریائے سندھ تک اور حدودِ چین بحیرہ خوارزم شاہ (بحیرہ ارال) سے دریائے نیل کے بالائی آبشاروں تک پھیلی ہوئی - پیغمبرِ عرب کا نام خدائے قادر کے نام کے ساتھ ساتھ جنوبی و مغربی یورپ شمالی افریقہ اور وسطی و مغربی ایشیا کے ہزاروں میناروں پر دن میں پانچ وقت پکارا جاتا تھا[1]

اسلام کی اس عظمت و وسعت میں خاندان بنوامیہ کی کوششوں کا بھی بڑا حصہ ہے گو کمزوریاں بھی ان میں تھیں - مگر ان کے احسانوں کو بھلایا نہیں جا سکتا -

---

[1] بحوالہ تاریخ اسلام حصہ دوئم از غلام رسول مہر طبع ۱۹۵۱ء -

باب چہارم

عباسی دورِ حکومت اور عیسائی

فصل اوّل:

اموی دُورِ حکومت کے بعد ۱۳۲ء سے عباسی خاندان کی خلافت قائم ہوئی عباسی خاندان کا پہلا حکمران سفاح تھا جو ۱۳۶ھ میں وفات پا گیا۔

ابو جعفر منصور اور عیسائی

اموی دور کی طرح اس کے عہد میں بھی ہر سال موسم گرما میں سرحد شام پر رومیوں سے جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۳۸ ہجری میں قیصر روم قسطنطین نے ملطیہ پر حملہ کرکے شہر کو ویران کر دیا۔ مگر اسی سال اس شہر کی مرمت کی گئی اور فصیل کو از سرِ نو تعمیر کیا گیا۔ انتقامی کارروائی کے طور پر مسلم افواج مختلف اطراف سے رومی مقبوضات پر حملہ آور ہوئیں اس فوج کشی میں منصور کی دو پھوپھیاں اُم علیسی اور لبابہ بھی شریک تھیں۔ انہوں نے منت مان رکھی تھی کہ اگر بنو امیہ کے مقابلہ میں عباسی کامیاب ہو گئے تو وہ جہاد میں حصہ لیں گی اب وہ منت پوری کرنے کے لیے فوج کے ہمراہ آئیں۔ مسلمانوں کا جوش و خروش دیکھکر قیصر روم نے صلح کا پیغام دیا۔ چنانچہ فریقین کے درمیان سات سال کے لیے صلح ہو گئی اور ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے قیصر نے ہر سال ایک خطیر رقم ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اور قیدیوں کا باہمی تبادلہ کیا گیا۔ منصور نے ایشیائے کوچک کی سرحد کے استحکام کی طرف پوری توجہ دی اس نے خود دورہ کرکے انتظامات درست کیے چند سال بعد قیصر روم ایک لاکھ فوج کے

ساتھ ایشیائے کوچک میں آیا، لیکن مسلمانوں کی قوت کا اندازہ کرنے کے بعد اسے حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس لوٹ گیا۔ اسی اثنا میں مسلمانوں کے سرحدی حملے بھی جاری رہے۔ یہاں تک کہ ۱۵۵ ہجری میں قیصر روم سالانہ جزیہ دینے پر مجبور ہوگیا۔ ۱۵۸ ہجری میں منصور فوت ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد المعروف بمہدی خلیفہ ہوا۔

مہدی اور عیسائی

رومی چونکہ ہمیشہ سے اسلامی اقتدار کو للچائی نظروں سے دیکھتے تھے معاہدہ کے باوجود اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اب پھر انہوں نے اسلامی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کردی ۱۶۱ ہجری میں رومی سالار میخائل نے مسلم سرحد کو تاراج کیا۔ اس نے مرعش کا شہر فتح کرکے مسلمانوں کو قتل اور شہر کو نذر آتش کردیا۔ جب حسن بن قحطبہ کے ماتحت اسلامی فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے بڑھیں تو وہ واپس لوٹ گیا اور مسلمانوں نے مقابلہ میں رومیوں کے کئی شہروں کو تباہ کیا۔

۱۶۳ ہجری میں رومیوں نے دوبارہ یورش کی تو مہدی اپنے لڑکے موسیٰ ہادی کو بغداد میں اپنا قائم مقام مقرر کرکے خود ان کے مقابلہ کے لیے گیا۔ وہ موصل سے ہوتا ہوا سرحد پر پہنچا اور شہزادہ ہارون کو فوج دیکر آگے روانہ کیا۔ ہارون کے ہمراہ عیسیٰ بن موسیٰ۔ حسن بن قحطبہ اور یحییٰ بن خالد برمکی۔ جیسے تجربہ کار جرنیل تھے سمالو اور دیگر بہت سے مقامات مسلمانوں کے قبضے میں آگئے اب مہدی نے ہارون کو آرمینیا، عازربین اور سرحدات روم کا حاکم مقرر کیا اور خود بیت المقدس سے ہوتا ہوا بغداد واپس آگیا۔ لیکن رومی خاموش بیٹھنے والے نہیں انہوں نے اگلے سال بڑی تعداد میں مسلم سرحدات پر پھر چڑھائی کی اور ہر طرف تباہی مچادی ہارون فوراً موقع پر پہنچا اور حملہ آوروں کو شکست فاش ہوئی۔

اب ہارون غصّہ میں آکر قسطنطنیہ کی طرف بڑھا اور مسلم افواج خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئیں۔ اس وقت رومی تخت پر لیون چہارم کی بیوہ ملکہ رینی اپنے کمسن لڑکے قسطنطین ششم کی طرف سے تخت نشین تھی۔ وہ مسلمانوں کی پیشقدمی دیکھکر گھبرا گئی اور سترہ ہزار دینار سالانہ باج ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس لڑائی میں چون ہزار رومی مارے گئے۔ دوسرے سال پھر رومیوں نے اپنا وعدہ توڑ ڈالا۔ اور اسلامی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا۔ چنانچہ جزیرہ کے حاکم سلیمان بن علی کو ان کے خلاف بھیجا گیا۔ دونوں طرف سے مقابلہ ہوا۔ رومیوں کو پھر شکست ہو گئی اور سلیمان نے ان سے اصلی خراج سے کئی گن زیادہ رقم بطور تاوان وصول کی۔ ۱۶۹ھ میں مہدی نے وفات پائی۔

ہادی اور عیسائی

مہدی کے بعد اس کا بڑا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔ ان کے زمانے میں رومیوں نے پھر معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور آگے بڑھکر مسلم علاقہ حدیثہ پر قبضہ کر لیا۔ چند دنوں بعد ۱۶۹ھ میں اسلامی فوج نے رومی فوجوں کا تعاقب کیا۔ اور رومی علاقہ آشنہ تک قبضے میں کر لیا۔ خلیفہ ہادی سوا دو سال کے قریب خلافت کے بعد ۱۷۰ ہجری میں وفات پا گئے۔

خلیفہ ہارون رشید اور عیسائی

ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوئے جو عروج اقبال کے لحاظ سے تاریخ میں شہرت رکھتے ہیں چونکہ رومی ملکہ آگسٹر (ایرینی) نے ستّر ہزار اشرفیاں سالانہ خراج دینے کے وعدہ پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اس لیے ۱۸۷ھ میں رومیوں نے اس ملکہ کو تخت سے معزول کر کے اس کی جگہ نیسی فورس کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی ہارون رشید کو خط لکھا۔

کہ جو کچھ تم نے ہمارا مال لیا ہے اسے واپس کردو۔ ورنہ تلوار ہمارا تمہارا فیصلہ کریگی۔ جب ہارون رشید نے یہ خط پڑھا تو اسے سخت طیش آیا۔ اور اس خط کی پشت پر لکھا۔ "اے رومی کتیا کے بچے! تو اپنے خط کا جواب آنکھوں سے دیکھے گا سنے گا نہیں"۔ یہ لکھکر فوراً ایک زبردست فوج تیار کی اور ایسی تیزی سے رومی سرحد کی طرف بڑھا کہ ینسی فورس حیرت زدہ رہ گیا۔ ہارون نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ ینسی فورس نے اپنے آپ کو عاجز پاکر صلح کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ حسب سابق ہر سال خراج ادا کرتا رہیگا۔ ہارون رشید منظور کر کے واپس ہوا اور ابھی بغداد نہیں پہنچا تھا کہ ینسی فورس اپنے وعدہ سے منحرف ہوگیا۔ ہارون نے سردی اور برفباری کے باوجود دوبارہ قسطنطنیہ کا رخ کیا۔ ینسی فورس اس کے استقلال کو دیکھکر کانپنے لگا۔ اور نہایت ذلت خواری کے ساتھ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خراج پیش کیا۔ اور آئندہ کے لیے باجگزار رہنے کا حلف اٹھایا۔ خلیفہ نے معاف کر کے منظور کر لیا اور کئی مقامات قلعہ فلقونیہ۔ اور شہر دلیسہ، قبرص، انگورہ اور قلعہ صقلیہ (سسلی) وغیرہ فتح کر کے نئی چھاونیاں قائم کیں۔ سولہ ہزار رومی گرفتار کر کے لائے گئے۔

ینسی فورس نے اپنے بیٹے کی ہمت دلانے پر تیسیری مرتبہ خلیفہ کی اطاعت سے انحراف کیا۔ ہارون رشید پھر زور شور سے آگے بڑھا۔ اور ینسی فورس سے مقابلہ کیا۔ ینسی فورس زخمی ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ اس کا لشکر بھاگ گیا اب ہارون رشید نے بیس لاکھ اشرفی سالانہ خراج مقرر کر کے ینسی فورس کو رہائی بخشی۔ اور اسے لکھ دیا کہ قسطنطنیہ میں بننے والی تمام اشرفیوں پر خلیفہ اور اس کے بیٹوں کا نام کندہ کیا جائے۔ اس لڑائی کے بعد رومیوں کو ہارون کے عہد میں پھر کان ہلانے کی جرات نہیں ہوئی۔

مامون اور عیسائی

ہارون رشید ۱۹۳ ہجری میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد مامون رشید خلیفہ ہوئے ان کے عہد میں رومیوں نے پھر سابق وعدوں کی خلاف ورزی کر کے خلافت کے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا مامون نے پھر ان پر فوج کشی کر کے قرہ، ماجدہ اور سدس کے قلعے فتح کر لیے۔ تھیافلس قیصر روم نے پھر صلح کی درخواست کی جسے خلیفہ نے پھر منظور کر لیا۔ ابھی مامون واپس دمشق نہیں پہنچا تھا کہ رومیوں نے طرطوس اور مصیصہ کی مسلمان آبادی پر حملے کر کے ان کا قتل عام شروع کیا مامون غضب ناک ہو کر پھر سرحد کی طرف بڑھا اور خرد اور الطیفو کے قلعے فتح کیے اور اس کے بھائیوں نے بھی متعدد قلعے فتح کیے اور مسلمانوں کو طوانہ کے مقام پر آباد کیا۔ جہاں فوجی چھاونی بھی قائم کی تھی۔ ان کے عہد میں بغداد میں بے شمار گرجے تعمیر ہوئے جن میں دن رات ناقوس کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں جبرئیل بن بخت یشوع (عیسائی) کی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ مامون نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب بھی کسی کو بڑے عہدے پر فائز کرنا ہو اسے پہلے جبرئیل کے سامنے پیش کیا جائے۔ خلیفہ ۲۱۸ھ میں وفات پا گئے۔

معتصم اور عیسائیوں سے لڑائیاں

مامون کے بعد ۲۱۸ ہجری مطابق ۸۳۳ء اس کا بھائی ابو اسحاق معتصم تخت نشین ہوا۔ ۲۲۳ھ میں قیصر روم توفیل نے اپنی سابقہ ہزیمتوں کا انتقام لینے کے لیے اسلامی مملکت پر حملہ کر دیا۔ اور زبطرہ تک پہنچ گیا جو خلیفہ معتصم کی جائے پیدائش تھی۔ زبطرہ کے باشندوں کو قتل کرنے کے بعد وہ ملطیہ کی طرف بڑھا اور لوٹ مار کر کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا کئی لوگوں کی آنکھوں میں جلتی ہوئی سلائیاں پھروا دیں عورتیں لونڈیاں بنائی

گئیں اور کئی ایک کے ناک کان کاٹ ڈالے۔ جن عورتوں کو رومیوں نے پکڑا ان میں سے ایک عورت کے منہ پر ایک رومی سپاہی نے تھپڑ مارا۔ تو اس نے پکار کر معتصم کی دھائی دی جب معتصم کو اطلاع ہوئی تو وہ پانی پینے کے لیے ہاتھ میں پیالہ لیے ہوئے تھا۔ وہیں پیالہ ہاتھ سے رکھکر بلند آواز سے پکارا "میں آیا" یہ کہکر اسی وقت ایک بہت بڑی فوج لیکر رومی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ اور زلبطرہ میں مصیبت زدگان کی دلجوئی کرنے کے بعد قیصر کی جائے پیدائش عموریہ کی طرف بڑھا۔ جو جنگی نقطۂ نگاہ سے ایک نہایت اہم مقام تھا اور اس کی مضبوطی قسطنطنیہ سے بھی زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ اور ایشیائے کوچک میں رومیوں کا مرکز تھا۔ معتصم نے عموریہ کا محاصرہ کر لیا۔ قیصر روم ایک لشکر جرار لیکر مقابلہ کیلئے بڑھا۔ لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ اسلامی لشکر نے منجنیقوں کے ذریعے سنگباری کر کے قلعہ عموریہ کی فصیل میں شگاف پیدا کر دیئے۔ اور معتصم اپنی فوج سمیت شہر میں داخل ہو گیا فوج زلبطرہ اور ملطیہ کے مظلوم و مصیبت زدہ مسلمانوں کا بدلہ لینے کے لیے بیتاب تھی، لیکن معتصم نے عالی ظرفی سے کام لیتے ہوئے رومیوں پر ظلم کرنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں اسلام ایسے مظالم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر اس نے قسطنطنیہ فتح کرنے کی تیاریاں شروع کی تھیں مگر بعض اندرونی فتنوں نے اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ معتصم نے محرم ۲۲۷ ہجری / ۷ اکتوبر ۸۴۱ء وفات پائی۔

واثق باللہ اور عیسائی

معتصم کے بعد اس کا بیٹا ہارون واثق باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا اس کے عہد میں مسلمانوں کو سسلی میں کافی فتوحات حاصل ہوئیں۔ وسینی، ناہل، مکاٹ، شیرہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ دس ہزار رومی کام آئے تین مسلمان شہید ہوئے۔ آغاز

اسلام سے رومیوں سے جنگوں کا لامتناہی سلسلہ جاری تھا اس لیے دونوطرف سے بہت سے لوگ قیدی بنا لیے جاتے تھے ہارون رشید کے عہد میں دو دفعہ قیدیوں کا تبادلہ ہوا تھا اب ۲۳۱ھ میں دریائے لاس کے کنارے قیدی باہمی تبادلہ کے ذریعے رہا کئے گئے۔ خلیفہ نے ذالجہ ۲۳۲ ہجری (جولائی ۸۴۷ء) میں وفات پائی اس کی وفات پر اس کا بھائی جعفر متوکل علی اللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ۲۳۸ھ میں تین رومی سردار تین سو جنگی کشتیاں لے کر مصر کے ساحلی مقام دمیاط پر چڑھ آئے۔ اور اس پر قبضہ کر لیا۔ بارہ ہزار آدمی گرفتار کر کے لے گئے۔ دمیاط میں جو فوج تھی وہ اس وقت موقع پر موجود نہ تھی۔ رومیوں نے شہر کو لوٹا، جامع مسجد کو آگ لگا دی اور عورتوں کو قید کر لیا۔ ایک مسلمان سردار بسر بن اکشف جیل خانہ میں تھا اسے خبر ملی تو بیڑیاں توڑ کر نکلا۔ اور راستہ سے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ایسا سخت حملہ کیا کہ رومی بھاگ نکلے اور رشتوم تینس پہنچے۔ یہاں بھی لوٹ مار مچائی اور چلتے بنے اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعے بنانے کا حکم دیدیا اور سرحد کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔ ۲۴۱ ہجری میں روم کی ملکہ ندورہ تھی اس کے پاس کم و بیش بارہ ہزار مسلمان اسیران جنگ تھے۔ ملکہ قسطنطنیہ کے دل میں مذہبی جوش پیدا ہوا۔ اس نے ان اسیروں کے سامنے عیسائیت پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جس پر رومیوں نے ان مسلمان قیدیوں کی بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ اسیران جنگ کو اس طرح مجبوری کے حالات میں قتل کرنا انتہائی دردناک واقعہ تھا۔ متوکل کو ان حالات کی خبر ملی تو اس نے شنیف خادم اور جعفر بن عبدالواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیجکر باقی مسلمان قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑا لیا جو تقریباً ایک ہزار تھے۔

قصریانہ پر رومیوں کا قبضہ اور مسلمانوں کی فتح

۲۳۵ ہجری میں رومیوں کے ایک دستہ نے قصریانہ پر حملہ کیا اور یہاں کے مسلمان بلا وجہ قتل کیے گئے عباس بن فضل رضا کاروں کا ایک جتھہ لیکر مسلم شہداء کا انتقام لینے کے لیے قصریانہ کی طرف بڑھا اور تاخت و تاراج کر کے لوٹا۔ عباس بن فضل نے اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور کی طرف بھیجا تھا اس نے رومیوں سے بدلہ لیا ہزار ہا رومی رباح کے مقابلہ پر مارے گئے۔ ۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت لیکر قصریانہ، قطانہ، سرتولہ، نوتس اور اغوس پر تاخت کرتا ہوا ثبیرہ پہنچا۔ وہاں کے باشندے پانچ ماہ محصور رہ کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ عباس نے محاصرہ اٹھا لیا پھر ۲۴۲ ہجری میں چند رومی قلعوں کو تاخت کیا۔ ۲۴۳ھ میں دوبارہ قصریانہ پر فوج کشی کر کے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ رومی شکست کھا گئے۔ یہاں سے عباس نے سرقوسہ اور طبرس وغیرہ پر حملہ کیا۔ یہاں تاخت کرتا ہوا آیا اور قصر حدید کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مجبور ہو کر پانچ ہزار دینار پر صلح کرنا چاہی مگر عباس نے رد کر دی۔ دو سو آدمی کی گلو خلاصی شرط ٹھہری۔ چنانچہ دو سو آدمی اہل قلعہ کے چھوڑ کر قصر حدید پر قبضہ کیا۔ تمام باشندے غلام بنا کر فروخت کر دیئے اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ صقلیہ کا پایہ تخت سرقوسہ تھا مسلمانوں کے حملہ کے بعد رومیوں نے قصریانہ کو دارالسلطنت بنایا تھا۔ عباس نے اسے فتح کرنے کے لیے ایک بحری مہم بھیجی۔ رومیوں کے چالیس جہاز تھے مقابلہ ہوا بالآخر ان کے دس جہاز گرفتار کر لیے گئے۔ اس کے بعد عباس نے خود حملہ کیا اور شوال ۲۴۴ ہجری میں صقلیہ کے پایہ تخت قصریانہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی دن ایک مسجد کی بنا ڈالی گئی۔ اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا اس فتح میں

بیشمار دولت ملی - اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شاہ روم نے تین سو جہازوں کا بیڑا مقابلہ کے لیے بھیجا - اور ایک جرار لشکر بھی ایک بطریق کی قیادت میں صقلیہ روانہ کیا - وہ سیدھا سرقوسہ پہنچا - عباس نے اسے بھی شکست فاش دی - اور رومی بیڑے کے سو جہاز گرفتار کر لیے اور بیشمار رومی قتل ہوئے - توسطرہ، ابلا، قلعہ عبدالمومن، قلعہ بلوط، قلعہ ابی ثور کے ساکنین میں انتقامی جوش بڑھ گیا اور حکومت سے باغی ہو گئے - عباس نے پہلے ان کی سرکوبی کی پھر مذکورہ مقامات کا محاصرہ کر لیا - اس دوران یہ خبر ملی کہ رومیوں کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر آ رہا ہے عباس اپنی فوج لیکر جفلوری پہنچا جہاں اس کا مقابلہ ہوا پہلے معرکہ میں مخالف لشکر شکست کھا گیا - عباس کامیابی سے قصر یانہ لوٹا اور اس کی درستی کرائی - فوجی چھاونی قائم کی پھر ۲۴۷ ہجری میں سرقوسہ کی طرف متوجہ ہوا اسے تصرف میں لاکر قرقنہ کی طرف بڑھا - راہ میں بیمار ہو کر عباس وفات پا گیا - رومیوں نے قبر سے اس کی لاش نکال کر جلا ڈالی[۵]

عباس کے علاوہ علی بن یحی ارمنی نے بھی ۲۲۸ ہجری میں رومیوں کے علاقہ پر فوج کشی کی تھی " نواح سمیاط " کے رومی عیسائی سرحدی مقامات پر حملہ آور ہوئے اور دس ہزار مسلمانوں کو پکڑ کر لے گئے - مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے -

متوکل نے رومیوں کی شرارتوں کو دیکھکر ۲۴۵ ہجری میں بغا کبیر کو سرحد پر مامور کیا جس نے صمصہ فتح کر کے روم کو پامال کیا، لیکن انھوں نے سمیاط پر دوبارہ حملہ کر کے صدہا مسلمانوں کو شہید کر دیا - علی بن یحی ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکرہ پر حملہ کیا - رومی بطریق پکڑا گیا اور راستے

---

۵ ابن اثیر جلد ۷، صفحہ

متوکل کے پاس بھیجدیا گیا۔ شاہ روم نے ایک مسلمان قیدی سے اس کا تبادلہ کرا لیا۔ پھر یحیٰ ۲۴۶ھ میں نکلا اور رومیوں پر ہلّہ بول دیا۔ چار ہزار رومی گرفتار ہوئے دوسری طرف مجاہد کبیر فضل بن قاران نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کے قلعہ کو فتح کر لیا اس طرح غور کیا جائے تو فتوحات کے اعتبار سے متوکل کا عہد کامیاب رہا۔

متوکل ۳ شوال ۲۴۷ھ مطابق ۸ دسمبر ۸۶۱ء شہید کر دیئے گئے۔

ترک سپہ سالار اور مسلمانوں کا زوال

متوکل کے قتل کے بعد خاندان عباسیہ کی حکومت کے زوال کا دور شروع ہوا جبکہ ترکوں کے عہد تغلب کا آغاز ہوا تھا جس کا نشان متوکل علی اللہ کے قتل کی صورت میں سامنے آیا اس وقت سے خلافت کی باگ ڈور عملاً ترک سپہ سالاروں کے ہاتھ میں رہی وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ خلفاء ان کے ہاتھوں میں قیدیوں کی حیثیت رکھتے تھے اس دور میں یکے بعد دیگرے درج ذیل حکمران تخت نشین ہوئے۔

۱۔ منتصر باللہ بن متوکل عہد حکومت (۸۶۱ء تا ۸۶۲ء)
۲۔ مستعین باللہ[1] " " (۸۶۲ء تا ۸۶۵ء)
۳۔ معتز باللہ " " (۸۶۵ء تا ۸۶۹ء)
۴۔ مہتدی باللہ " " (۸۶۹ء تا ۸۷۰ء)
۵ معتمد علی اللہ " " (۸۷۰ء تا ۸۹۲ء)

[1] مسلمانوں کے ابتر حالات دیکھکر رومیوں نے سرحد پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی چار سو مسلمانوں کے جتھے نے ان کا مقابلہ کیا مگر شہید ہو گئے رومی مسلمانوں کے علاقہ میں گھس آئے مستعین میں مقابلہ کا دم نہ رہا تھا۔

اندرونی خلفشار کی وجہ سے رومی مسلمانوں کی سرحد پر لوٹ مار کرتے رہتے تھے معتمد کے عہد میں مسلمانوں نے رومیوں کے بعض مقبوضہ علاقوں پر جنگ کر کے پھر قبضہ کر لیا - بلکہ پیشقدمی کر کے رومی شہروں کو تاخت کیا جس سے رومی ہیبت زدہ ہو گئے مگر دوسری طرف دیار ربیعہ پر حملے شروع کر دیئے اور بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا - ۲۶۶ھ میں سسلی اور رومیوں میں بحری مقابلہ ہوا - مسلمانوں کو شکست فاش ہوئی - پھر رومی دو لاکھ فوج لیکر طرطوس پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں نے مقابلہ کیا جس میں ستر ہزار رومی مارے گئے - بطریقوں کا رئیس بھی مارا گیا اور بیشمار مال غنیمت حاصل ہوا - امیر صقلیہ جعفر بن محمد نے بحری و برّی فوج سے سرقوسہ فتح کر لیا جس سے کچھ عرصہ کے لیے سرحدی خطرہ کا سدّ باب ہو گیا - قسطنطنیہ سے جنگی بیڑا آیا تو اس کو بھی شکست فاش دی[1]

المعتضد باللہ

۲۷۹ھ میں المعتضد باللہ جانشین بنا - ۲۸۵ھ میں طرطوس سے رومیوں پر بحری حملہ کیا گیا رومیوں کے تیس جہاز گرفتار ہو گئے اور تین ہزار رومی مارے گئے - رومیوں نے طرطوس پر پھر حملہ کیا یہاں کا حاکم گرفتار ہو گیا ۲۸۸ ہجری میں حسن بن علی نے کئی رومی قلعے فتح کر لیے اور بہت سے رومی گرفتار کر لئے اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر برّی اور بحری دو طرف سے حملہ کیا اور پندرہ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے[2] معتضد نے ۲۸۹ ہجری مطابق ۹۰۲ء وفات پائی

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ صـ ۳۳۷

[2] ابن خلدون جلد ۳ صـ ۳۵۴

مکتفی باللہ

معتمد کے بعد مکتفی باللہ عباسی جانشین بنا۔ اس کے آغاز عہد میں رومیوں سے اچھے تعلقات استوار تھے اور دونو طرف سے ہدیئے آیا جایا کرتے تھے، لیکن ۲۹۱ ہجری میں رومیوں نے پھر حکومت عباسیہ کے سرحد کو لوٹا جس کی وجہ سے اسلامی لشکر نے ان کا مقابلہ کیا۔ پانچ ہزار رومی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت کچھ ہاتھ آیا۔

رومیوں کے ہاتھوں جو مسلمان پکڑے گئے ان کے زر فدیہ اور تبادلہ سے تین ہزار مسلمان ۲۹۵ ہجری میں مکتفی نے آزاد کرائے۔ ۲۹۵ ہجری میں مکتفی نے وفات پائی۔

مقتدر باللہ

۲۹۵ھ میں جانشین ہوا۔ رومیوں نے بغداد کی کمزوری محسوس کر کے ۳۰۳ ہجری میں جزیرہ کے حدود پر حملہ کر دیا سرحد پر فوج موجود نہ تھی رومی قلعہ منصورہ تک فتح کرتے ہوئے پہنچے۔ اور سینکڑوں مسلمان گرفتار کر کے لے گئے۔ جن کو مقتدر نے چھڑایا ۳۱۵ ہجری میں قیصر روم نے ملیطہ پر حملہ کیا۔ اور اسے ویران کر ڈالا۔ وہاں بہت سے مسلمان قتل ہوئے۔ مقتدر کو اہل ملیطہ نے خبر بھیجی مگر اس نے کارروائی نہ کی مجبور ہو کر خود طرطوس کے مسلمانوں نے رومی سرحد پر حملہ کر دیا۔ چار سو مسلمان گرفتار ہو گئے اور بہت سے شہید کر دیئے گئے اس سال رومیوں نے ایک عظیم الشان فوج لیکر آرمینیہ کے سب سے بڑے شہر دبیل پر چڑھائی کی اس کے ساتھ منجنیق وغیرہ قلعہ شکن آلات کے علاوہ آتشباری کے بڑے بڑے برج بھی تھے مگر مسلمانوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور رومیوں پر غالب آکر دس ہزار رومیوں کو قتل کر ڈالا اس فتح سے سرحد کے رومیوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ مقتدر ۳۲۰ھ میں لڑائی میں مارا گیا اس کے بعد اس کی نامزدگی کے مطابق

اس کے چھوٹے بھائی مقتدر کی بیعت ہوئی۔ وہ کمسن تھا اس لیے کچھ عرصہ بعد اسے بھی معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن معتز کو جانشین بنایا گیا۔ باغیوں نے ۲۹۶ھ میں اسے قتل کر دیا۔ پھر قاہر باللہ جانشین بنا وہ چھ سال بعد ۳۲۸ ہجری میں انتقال کر گیا۔

متقی باللہ اور رومی حملہ

۳۲۹ھ میں متقی باللہ جانشین بنا۔ اس کے عہد میں ۳۳۱ھ میں رومیوں نے اردن پر ہر طرف سے حملے کیے اور وہاں کے باشندوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ وہاں کے گرجا میں ایک رومال تھا جس کی نسبت عیسائیوں کا گمان تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اس سے صاف کیا تھا اور آپ کی شبیہ مبارک اس میں منقش ہو گئی تھی۔ عیسائیوں نے یہ رومال منگوایا۔ مگر شرط یہ کی کہ تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ چنانچہ تمام قیدی آزاد کر دیئے گئے اور یہ رومال عیسائیوں کو دیدیا گیا۔

آذربائجان پر روسی حملہ

۳۳۲ھ میں روس کے غارتگروں نے بحری راستہ سے اطراف آذربائجان پر حملہ کر کے بروعہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر وہاں کے باشندوں نے ان کو مار پیٹ کر نکال دیا۔

متقی ۳۳۳ھ میں وفات پا گیا۔[1]

[1] عباسی دور حکومت میں اس کی کمزوری کے باعث جو خود مختار حکومتیں قائم ہو گئی تھیں ان میں سے ایک فاطمیہ مصر کی حکومت تھی۔ انہی میں سے قائم بامر اللہ ۳۲۲ھ تا ۳۳۴ھ مطابق ۹۳۴ء تا ۹۴۶ء تخت نشین ہوا یہ پہلا فاطمی خلیفہ تھا جس نے بحری فوج کی دوبارہ تنظیم کی اور وہ اس قدر مضبوط ہو گئی کہ اس کی مدد سے بحیرہ روم کے عیسائی قزاقوں کا قلع قمع

مستکفی باللہ ۳۳۳ھ میں جانشین بنا۔ اس کے عہد میں بھی رومیوں نے شورش مچائی اور اسلامی سرحد میں داخل ہو کر حلب تک پہنچ گئے۔ لیکن سیف الدولہ کی بہادر فوج نے رومیوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔

۳۳۴ھ میں مستکفی نے وفات پائی۔

مطیع اللہ ۳۳۴ھ میں جانشین ہوا۔ سرحد پر قیصر روم نے حملہ کر دیا مگر اندرونی گڑبڑ کی وجہ سے جوابی کارروائی نہ ہو سکی۔ ایک بار سیف الدولہ کو جوش آیا اور رومیوں کے مقابلہ پر آیا مگر رومی بڑھتے گئے اور ہزاروں مسلمان قتل ہو گئے۔ مسجدیں مسمار کی گئیں ہزاروں بچے قید کئے گئے۔ کئی علاقے تباہ ہو گئے۔ پھر رومیوں نے بحری راستہ سے طرطوس پر حملہ کر کے آگ لگا دی۔ اٹھاراں سو مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ ۳۴۸ھ میں رہا کو لوٹ لیا۔ اور مسلمانوں پر ظلم وستم کر کے چلتے بنے۔ رضا کار مقابلہ پر آئے مگر رومیوں نے بعض کو قتل اور بعض کو گرفتار کر لیا۔ ۳۵۱ھ میں دمستق (نیکوفورس) سپہ سالار قیصر ارمانوس عین ازبہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ اس نے ۵۴ قلعے فتح کیے۔ لاکھوں مسلمان بے خانماں ہو گئے پھر وہ حلب کی طرف بڑھا۔ سیف الدولہ سامنے آیا مگر ناکام ہوا۔ سیف الدولہ کے رشتہ دار مارے گئے اس کا مال ومتاع لوٹ لیا گیا۔ مکان منہدم کرا دیا۔ دو روز شہر میں لوٹ رہی بقیہ مال کو آگ لگا دی گئی۔ دمستق بارہ ہزار بچوں کو پکڑ کر لے گیا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) کیا گیا اور فاطمی بحریہ نے اٹلی پر حملے کر کے جنوآ پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں لمبارڈی کا علاقہ بھی فتح کر لیا گیا۔ اندرونی گڑبڑ آڑے نہ آتی تو سارا اٹلی فتح ہو جاتا۔ حاکم (۳۸۶ تا ۴۱۱ھ) کے عہد میں عیسائیوں اور یہودیوں پر بعض سختیاں ہوئیں۔

۳۵۳ھ میں دمستق نے مصیصہ کا محاصرہ کیا مسلمان رضاکار سیف الدولہ کی قیادت میں اٹھے ان کی مدد کے لیے پانچ ہزار خراسانی آگئے مگر رومی چلتے بنے اور طرطوس کو جا لیا۔ تین ماہ محاصرہ کیا۔ ان میں وباء پھیلی ہزارہا رومی مر گئے دمستق یہ رنگ دیکھکر پیچھے بھاگ گیا۔

۳۵۴ھ میں قیصر نے مصیصہ کو فتح کیا۔ صدہا مسلمان قتل کر دیئے گئے۔ دو لاکھ مسلمانوں کو قید کر کے لے گیا۔ پھر طرطوس پر گھیرا ڈال دیا۔ شہر کے لوگ امان کے طالب ہوئے۔ شہر کا دروازہ کھول دیا گیا اور حکم دیا جو شخص جس قدر مال اٹھا سکے لیکر یہاں سے نکل جائے۔ ہزارہا مسلمان انطاکیہ چلے گئے۔ جامع مسجد کو منہدم کرا دیا۔ اور اس میں گھوڑے باندھے گئے اور دو مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔ یہ سب مظالم ہو رہے تھے۔ مگر امراء حکومت لاپروا تھے۔ اس زمانہ میں سیف الدولہ بھی فوت ہو گیا۔ قیرویہ نے حلب پر قبضہ کر لیا۔

قیصر کا حملہ

۳۵۸ھ میں قیصر شام آیا۔ طرابلس کو جلا کر خاک کر دیا۔ قلعہ عرفہ کو تسخیر کیا۔ حمص پہنچکر آگ لگا دی۔ ساحلی آبادیوں کو تباہ کر دیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان بچے پکڑ کر لے گیا۔ بوڑھے نکال دیئے گئے جوان مارے گئے۔ ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ رومی عیسائیوں نے اٹھا نہ رکھا۔ ان دست درازیوں سے عالم اسلامی میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ امام ابوبکر محمد بن اسماعیل بن بقال مروزی شافعی سر بکف ۲۰ ہزار مجاہدین کو لیکر قیصر کے مقابلہ کو نکلا۔ قیصر کو پتہ چلا تو اس نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ باشندوں کو قتل کیا اور بیس ہزار لڑکے لڑکیوں کو اسیر کر لیا۔ پھر رومی حلب کی طرف بڑھے یہاں کے امیر نے صلح کر لی پھر دیار بکر وغیرہ کو برباد کیا۔

۳۶۳ھ میں دمستق شہر آمد کی طرف متوجہ ہوا۔ ہبۃ اللہ بن ناصر الدولہ ولد ہمدانی اور اس کے بھائی ابو تغلب مسلمانوں کی پشت پناہی کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھکر دمستق پر دو طرف ٹوٹ پڑے خوب لڑے ہزاروں رومی مارے گئے اور پلٹ کر بھاگے اور دمستق گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد سے رومی ٹھنڈے ہو گئے[1] مطیع نے ۳۶۴ھ میں وفات پائی۔

مطیع کے بعد طائع باللہ ۳۶۳ھ میں جانشین بنا۔ اسے ۳۸۱ھ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ۳۹۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

رومیوں سے صلح

طائع کی گرفتاری کے بعد ۳۸۱ھ میں قادر باللہ جانشین بنا۔ اس کے عہد میں رومیوں نے آرمینیہ کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بلاد، خلاط، بلاد کرد، دار بیش کا محاصرہ کر لیا۔ قادر باللہ نے ان پریشان کن حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے رومیوں سے دس سال تک کے لیے مصالحت کر لی۔ قادر باللہ نے ۴۲۲ھ میں وفات پائی اس کے بعد قائم بامر اللہ جانشین بنا۔ اس نے ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔

جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان اور رومی

باپ کے بعد ملک شاہ تخت پر بیٹھا۔ ایک مرتبہ شکار کو نکلا اور راستہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرو ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھکر ذلیل کریں گے۔ اس کے بعد نظام الملک طوسی مسلمانوں کی طرف سے مصالحت کے لیے گیا۔ اور شرائط طے کر کے چلا آیا۔ تو قیصر روم نے ملک شاہ کو بھی مع دیگر قیدیوں کے ہمراہ بھیجا۔ کیونکہ مصالحت ہو جانے پر اسیران سلطنت کی رہائی

[1] ابن اثیر ملخصاً

لازمی تھی۔

قیصر روم کی گرفتاری

اس کے بعد ملک شاہ نے رومیوں پر چڑھائی کی کسی حکمت سے قیصر روم کو گرفتار کر کے ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر روم نے ملک شاہ کو کہا۔ کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے تم چھوڑ دو۔ تاجر ہو تو بیچ ڈالو۔ اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو۔ ملک شاہ نے عزت سے قیصر روم کو چھوڑ کر رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ تم پر ثابت کروں کہ میری سابق گرفتاری اتفاقی تھی۔ میری قوم کسی طرح کمزور نہیں ہے۔

یہ خلافت عباسیہ کے زوال کا پہلا دور تھا۔

خلافت عباسیہ کے زوال کا دوسرا دور ۹۴۶ء سے ۱۰۷۴ء تک رہا جس میں آل بویہ غزنوی سلجوقی اور فاطمی خاندانوں کی یکے بعد دیگرے حکومت رہی۔ ان میں سے سلجوقی خاندان کے عہد میں رومیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی۔

الپ ارسلان اور رومی عیسائی

سلجوقی خاندان کی حکومت ۱۰۵۵ء تا ۱۱۹۴ء رہی ۱۰۶۳ء میں سلیمان الپ ارسلان تخت نشین ہوا۔ اس نے آرمینیا اور جارجیا کی طرف پیشقدمی کی۔ اور اس سلسلے میں رومی علاقے بھی فتح ہوئے۔ قیصر روم نے تین لاکھ فوج تیار کی اور بہت سے عیسائی سلاطین کو ساتھ ملایا اور اس طوفان عظیم کو لیکر لڑائی کے لیے نکلا تاکہ بغداد کو ویران کر دے۔ الپ ارسلان کے پاس صرف پندرہ ہزار فوج تھی۔ مزید تیاری کا موقع نہ تھا۔ اس لیے پندرہ ہزار کو ہی لیکر مقابلہ کیا۔

قیصر روم رومانوس (ROMANUS) کے ساتھ مقابلہ کرنے سے

پہلے الپ ارسلان نے صلح کا پیغام بھیجا۔ رومانوس نے جواب دیا کہ اب صلح تمہارے دارالحکومت میں پہنچ کر ہی ہوگی۔ اس پر جنگ ناگزیر ہوگئی۔ ملازکرد کے مقام پر الپ ارسلان جمعہ کی نماز کے بعد پندرہ ہزار جانبازوں کو لیکر رومیوں کے انبوہ عظیم میں گھس گیا۔ ایسا مقابلہ کیا کہ خون کا دریا بہہ نکلا۔ اور ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر رومی شکست کھاکر بھاگ گئے اور قیصر روم رومانوس گرفتار ہو گیا۔ پندرہ ہزار اور تین لاکھ میں کیا نسبت تھی۔ سلجوقیوں نے اس موقعہ پر جو بہادری اور جوانمردی دکھلائی وہ تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گی۔ ملازکرد کی لڑائی دنیا کی چند نامور لڑائیوں میں سے ہے۔ اور الپ ارسلان کی مردانگی بہت ہی بڑا کارنامہ ہے۔

لڑائی کے بعد الپ ارسلان نے قیصر رومانوس سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کس سلوک کی امید ہے اسے اپنا قول یاد تھا کہ صلح سلجوقیوں کے دارالحکومت میں ہوگی۔ جواب دیا کہ یا مجھے قتل کرو گے۔ یا رسوائی کے لیے ساتھ رکھو گے الپ ارسلان نے کہا کہ نہیں میں تمہیں چھوڑتا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ جنگ کا تاوان دو۔ جتنے مسلمان قیدی تمہارے پاس ہیں۔ انہیں رہا کر دو۔ اور آیندہ جب کبھی مجھے مدد کی ضرورت ہو مدد دینے کا عہد کرو۔

یہاں پر بادشاہ رومانوس کو شاہی خیمہ میں ٹھہرایا۔ دس ہزار اشرفیاں زاد راہ کے لیے اسے دیں۔ پادریوں کی ایک جماعت بھی اسیران جنگ میں تھی انہیں رہا کیا۔ خلعت دیئے اور رومانوس کے ساتھ بھیجا۔ رومانوس الپ ارسلان کے اس سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ پچاس برس کے لیے غیر جانبداری کا عہدنامہ الپ ارسلان کے ساتھ کر لیا اور اپنی بیٹی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد میں دے دی۔ چالیس برس کی حکومت کے بعد الپ ارسلان وفات

پا گیا۔

الپ ارسلان کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ نے دمشق کو فتح کر کے پورے شام کو اسلامی حدود میں شامل کیا اور خاقان چین سے باج وصول کیا اس وقت سلجوقی ترکوں کا جھنڈا کاشغر سے لیکر ساحل شام تک اور پورے ایشیائے کوچک پر لہرانے لگا جو بعد میں سلاطین روم کے نام سے مشہور ہوئے۔

فصل دوم:

مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کی زبردست صلیبی جنگیں

قتل و غارت اور بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ

مغربی مسیحی دنیا آج تہذیب اور رواداری کے مدعی بنی ہوئی ہے۔ زیادہ مدت نہیں گزری جب ان کو جہالت، تاریکی اور وحشت و درندگی اور ان کے باہمی فرقہ بندیوں اور مذہبی تعصبات نے حق و انصاف کے عام تقاضوں سے بھی گیا گذرا بنایا ہوا تھا۔

بیت المقدس (یوروشلم) یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں تین قوموں کے نزدیک قابل احترام اور مقدس مقام تھا۔ یہودیوں کو وہاں سے رومیوں نے نکال باہر کیا۔ جب رومیوں نے مسیحیت قبول کرلی تو انہوں نے تعصب کے جوش میں رہے سہے یہودیوں کو بھی وہاں سے نکال دیا۔

ظہور اسلام کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور خود پادریوں نے اس کی چابیاں برضا ورغبت مسلمانوں کے حوالے کردیں مسلمانوں نے کبھی بھی کسی یہودی یا عیسائی پر اس مقدس شہر کے دروازے بند نہیں کیے۔ بلکہ سب کے لیے اس کے دروازے کھلے رکھے تھے۔ اور تینوں قوموں کے لوگ یکساں طور پر اس کی زیارت اور اس کا اعزاز و اکرام کرتے چلے آرہے تھے عیسائی عرصہ سے مسلمانوں کے اقتدار اور اسلام سے برسرِ پیکار چلے آرہے تھے انہیں بیت المقدس پر مسلمانوں کا تصرف گوارہ نہ تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی

کے وسط میں عیسائی زائرین کی سرگرمیاں قابل اعتراض ہونے لگیں وہ ناشائستہ اور برے اطوار وکردار کے مظاہرے کرتے ہوئے مسلح فوجی جماعتوں کی صورت میں اسلامی حکومت کی حدود میں داخل ہونے لگے اور وہ ترکمانوں اور بدویوں سے لڑتے بھی تھے۔ باجے بھی بجاتے تھے ان قابل اعتراض سرگرمیوں کی بناپر مسلم حکومت کی طرف سے انھیں کہا گیا کہ وہ فروتنی اور عاجزی سے زیارت کرنے آیا کریں اور مسلم حکومت سے اجازت لیکر اس کی حدود میں داخل ہوا کریں جس پر متعصب پادریوں نے عیسائی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا کر باہم لڑانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ یکایک بعض متعصب اور جذباتی پادریوں نے یورپ بھر میں پھر پھر کر مسلمانوں کے ظلم وجور کی من گھڑت داستانیں سنائیں اور عیسائیوں کو مسلمانوں سے بیت المقدس چھیننے کے لیے جوش دلایا۔ اور اعلان کر دیا کہ عیسائیو! بیت المقدس فتح کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جو عیسائیوں کی قومی میراث ہے۔

ان وعظوں اور تقریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی دنیا مسلمانوں سے بیت المقدس چھیننے اور اسے فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ لوگ فوج در فوج بیت المقدس کی طرف چڑھ آئے پوپ اور دیگر پادری بھی اس کام میں شریک ہو گئے اور مسلمانوں سے زبردست لڑائیاں کیں۔ قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا چونکہ یہ لڑائیاں صلیب کے نام پر لڑی گئیں اور عیسائی فوجوں کا نشانِ جنگ صلیب تھا اس لیے ان جنگوں کو تاریخوں میں "صلیبی جنگوں" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

آغاز واسباب

صلیبی جنگوں کے اسباب کیا تھے۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ اگرچہ ان جنگوں کے محرک عیسائی یورپ کے بعض متعصب اور جارحیت پسند پادری اور حد سے بڑھکر بعض مذہبی جنون رکھنے والے

عیسائی تھے۔ مگر ان کی کامیابی بہت سے مذہبی سیاسی، معاشی اور بعض فوری عوامل کا نتیجہ تھا۔

۱۔ مذہبی وجوہات یہ تھیں کہ شام و فلسطین میں عیسائیوں کے مقدس مقامات تھے اور یہ علاقے ساتویں عیسوی میں مسلمانوں کے تصرف میں آچکے تھے مسلمانوں نے ہر دور میں عیسائی زائرین کو ان مقامات کے لیے کھلی آزادی دے رکھی تھی اور ان کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہ تھی۔ مگر مسلم حکومت کی کمزوری کے نتیجہ میں عیسائی زائرین نیم فوجی دستوں کی شکل میں باجے بجاتے ہوئے آنے لگے اور وہ عربوں سے لڑتے بھی تھے جس پر وقتی حکومت نے ہدایت کی کہ وہ عاجزی اور خدا خوفی کی حالت میں زیارت کے لیے آیا کریں اور اجازت لیکر اسلامی حدود میں داخل ہوں۔ عیسائی زائرین نے اس پر واویلا کیا۔ اور زیارت سے واپس جاکر یورپ میں مبالغہ آمیز داستانوں کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف منافرت پھیلانا شروع کیا۔

عیسائی دنیا کے بڑے حصے کا مذہبی پیشوا پوپ تھا۔ اس کے تمام عہدیدار جارحیت اور تشدد کی حکمت عملی کے قائل تھے اور مسلمان ان کے نزدیک کافر تھے اس لیے ان کافروں کے خلاف حملے کرنے کو باعث ثواب اور جنت میں داخلہ کا باعث قرار دیتے تھے یہی متعصب جارحیت اور تشدد پسندی صلیبی جنگوں کے ابھارنے کا سبب بنے۔

عیسائیت مشرقی اور مغربی دو بلاکوں میں منقسم تھی۔ رومن کیتھولک پوپ کے پیرو تھے اور ان کا مرکز روم تھا۔ مشرقی کلیسیا کا مرکز قسطنطنیہ تھا اور پوپ کے ماتحت نہیں تھا دونوں میں شدید نفرت و عداوت چلی آرہی تھی چونکہ ایشیائے کوچک میں مسلم سلجوقی حکومت پیشقدمی کر رہی تھی جس کی وجہ

سے بازنطینی یعنی مشرقی کلیسیا کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ پوپ نے چاہا کہ اگر ہم مذہبی جہاد کا نعرہ لگا کر سلجوقی مسلمانوں کو شکست دیکر مشرقی کلیسیا یا بازنطینی حکومت کو بچا لیں تو یہ کلیسیا بھی احسان مند ہو کر پوپ کے تابع ہو جائے گی اور پوپ ساری عیسائی دنیا کا متفقہ روحانی پیشوا بن جائے گا اس لیے پوپ نے بھی صلیبی جہاد کی اجازت دیدی۔

۲۔ سیاسی وجوہات یہ تھیں کہ قسطنطنیہ یورپ کا اہم ترین دفاعی مرکز تھا جس نے صدیوں سے مسلمانوں کی پیشقدمی کو روک رکھا تھا۔ سلجوقی مسلمانوں کی پیش قدمی سے اسے خطرہ لاحق ہونے لگا تو مشرقی کلیسیا یا بازنطینی بادشاہ مائیکل ڈوکس نے ۱۰۹۴ء میں مغربی ممالک سے استدعا کی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یورپ کا متحدہ محاذ قائم کیا جائے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ اور پوپ نے موقع تاڑ کر کاروائی شروع کردی۔ اور دونو بلاک مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔

نیز ساتویں صدی عیسوی سے مسلمان ایشیا عیسائی یورپ کے خلاف متواتر پیش قدمی کرتا چلا آرہا تھا اور مسلمانوں نے سب سے پہلے یورپ کی اہم ترین حکومت بازنطینی حکومت) سے ایشیا اور افریقہ کے اہم مقبوضات چھین لیے۔ بعد ازاں اندلس پر قبضہ کر کے یورپ میں قدم رکھا عیسائی یورپ اب صلیبی جنگوں کے ذریعہ مسلم ایشیا سے اس کا انتقام لینا چاہتے اور اپنی پوری طاقت سے گردش ایام کا رخ موڑ کر مسلمانوں کو یورپ سے نکال دینا چاہتے تھے۔

عالم اسلامی ان دنوں سیاسی انتشار کا شکار تھا۔ اندرونی انتشار اور باہمی رقابتوں کی وجہ سے مسلمان عیسائی یورپ کے صلیبی لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لیے متحدہ محاذ نہ بنا سکے۔

۳۔ معاشی وجوہات یہ تھے کہ ظہور اسلام کے بعد مشرق وسطیٰ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اطالوی عیسائی تاجروں کی اجارہ داری کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ان تاجروں نے محسوس کیا کہ اگر مذہبی جنگ کے ذریعہ شام و فلسطین کا علاقہ مسلمانوں سے چھین لیا جائے تو ان کی تجارت بحال ہو جائے گی اس لیے انہوں نے اپنے روپیہ پیسہ سے صلیبی مجاہدین کی خوب امداد کی۔

یورپ میں آبادی خوب بڑھ رہی تھی اور معاشی فراوانی حاصل کرنے کیلئے وہ لوگ جو یورپ کے جاگیردارانہ نظام کے تحت پس رہے تھے وسیع مادی وسائل کی تلاش میں تھے ان جنگوں کے ذریعہ شام و فلسطین کی زرخیز زمینوں اور مشرقی حسن اور دولتوں کا حصول بھی جنگوں کا محرک بنا۔ پوپ نے اعلان کیا کہ جو لوگ ان جنگوں میں حصہ لیں گے ان کے گناہ اور قرض (وہ قرض جو وہ یورپ کے جاگیرداروں سے لے چکے تھے) معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ صلیبی لشکر عادی مجرموں۔ شرابیوں۔ بدمعاشوں اور دیوالیوں پر مشتمل تھے۔

۴۔ ان اسباب کے علاوہ بعض فوری اسباب بھی تھے۔ پوپ اربن ثانی نے ۲۶ نومبر ۱۰۹۵ء کو جنوب مشرقی فرانس میں واقع کلیر مونٹ کے مقام پر ایک خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کو وہ کافر قرار دے رہے تھے "مذہبی جہاد" کا اعلان کر دیا۔ نے عیسائی دنیا کو تاکید کی کہ شام و فلسطین کے مقدس مقامات مسلمانوں سے چھین لیے جائیں اس نے یقین دلایا کہ اس جہاد میں جو عیسائی شامل ہونگے انکے تمام گناہ دھل جائینگے اور آخرت میں انہیں جنت ملے گی۔ پوپ جو عیسائی دنیا کا مذہبی پیشوا تھا کہ اس خطبہ کی صدائے بازگشت سارے یورپ میں گونجی اور انتہائی جوش و خروش سے صلیبی جنگوں کا آغاز ہو گیا اور مرد و عورت امراء و تاجر، مزدور، صناع غرضکہ ہر طبقہ کے لوگ صلیبی لشکروں میں بھرتی ہو گئے اور ایک ایسا زبردست ٹڈی دل لشکر سیلاب کی طرح مسلم علاقوں کی طرف بہہ آیا جس کی مثال نہیں تھی۔

صلیبی جنگوں کا آغاز کس طرح ہوا اور ان کے اسباب کیا تھے؟ ایک غیر جانبدار فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائیوں نیز صلیبی جنگوں کے آغاز اور ان کے اسباب پر مؤرخانہ حیثیت میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ عیسائی زائرین بیت المقدس کی

قابلِ اعتراض سرگرمیوں اوران کی بداطواریوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"ان زائرین کے بعض گروہ تو فی الواقع ایک فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۰۴۵ء میں ایک قسیس رچرڈ اپنے ساتھ سات سو آدمی لے گیا۔ جو وہاں تک نہ پہنچ سکے اور سائپرس سے واپس آئے۔ ۱۰۶۴ء میں شیر فرائے میانسن کا بطریق اور چار اور بطریق اپنے ساتھ سات ہزار زائرین کا گروہ لے گئے ان میں سے بہت سے سردار اور امراء تھے جو بدویوں اور ترکمانوں سے لڑتے بھی تھے۔۔۔۔۔۔
بہ استثنائے چند راسخ الاعتقاد اشخاص کے بیت المقدس کے اکثر زائرین اس قسم کے بدمعاش ہوتے تھے جن کی فطرت میں ہر قسم کی شرارت بھری ہوئی تھی اور جنہیں صرف دوزخ کی آگ میں جلنے کا ڈر اتنی دُور لے جاتا تھا ان زائرین کی تعداد روز بروز اس درجہ بڑھتی گئی اوران کے اطوار بتدریج اس قدر بگڑتے گئے کہ ترکمانوں نے جو اس وقت شام کے حاکم اور عربوں کے سے متحمل اور رواداد نہ تھے۔ انہیں روکا اور اصرار کیا کہ بلا اجازت کے وہ ایک اسلامی ملک میں زیارت کے لیے نہ آئیں بعوض اس کے کہ وہ بیت المقدس میں نہایت شان سے باجے بجاتے ہوئے اور مشعلیں روشن کیے ہوئے (جیسا کہ عربوں کے زمانہ میں دستور تھا) داخل ہوں ترکمانوں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ نہایت ہی فروتنی کے ساتھ آئیں بلکہ ان پر انواع اقسام کے ظلم بھی کیے۔ ان زائرین میں ایک سپاہی تھا جو زن وشوئی کے باہمی جھگڑوں سے چھپ کر راہب بن گیا تھا۔ یہ شخص فی الواقع مخبوط الحواس اور نہایت متعصّب اور مستعد تھا۔ اس کا نام پیٹر تھا اور تاریخ نے اس کے نام کے ساتھ ہرمٹ یعنی فقیر کا لفظ اور بڑھا دیا ہے۔ پیٹر ان بدسلوکیوں سے جو اس کے ساتھ فلسطین میں ہوئی تھیں سخت غصہ میں تھا اور ہر وقت انہیں کے خیال میں رہتا تھا۔

یہاں تک کہ اس نے اپنے کو ایک برگزیدۂ خدا سمجھ لیا۔ اور اپنا فرض قرار دیا کہ یورپ کو ارض مقدس کی مدد کے لیے آمادہ کرے اس خیال کے نشہ میں چور پہلے وہ روم گیا اور پوپ سے مدد چاہی اُربن دوئم نے اسے اجازت دیدی کہ کل نصاریٰ کو مقامات مقدسہ کے چھڑانے کی دعوت کرے پھر اس وقت پیٹر تمام اطالیہ اور فرانس میں روتا پیٹتا پھرا۔ اور ہر جگہ اپنی پُرجوش ہرزہ گوئی اور کافروں کی برائیوں سے مخلوق کو آمادہ کرتا اور حامیانِ مسیح سے متعدد وعدے ثواب آخرت کے کیے۔ اس کی پرجوش تقریر کا اثر عوام الناس پر بہت کچھ ہوا اور وہ اسے فرستادہ خدا سمجھنے لگے یہ عام مخلوق جسے پیٹر نے ابھارا تھا بذات خود کچھ نہ کر سکتی تھی مگر چند خاص واقعات نے اس کے چند ہی روز بعد امرائے ملک کو بھی اس طرف متوجہ کر دیا۔ الکس کامینن شہنشاہ مشرق جس کا ملک روز بروز کم ہوتا جاتا تھا اور جس کے دار السلطنت قسطنطنیہ کا ترکوں نے محاصرہ کر لیا تھا۔ پوپ سے اور دوسرے سلاطین یورپ سے بہت داد و فریاد کرنے لگا۔ اس کی داد و فریاد اور پیٹر کی پیشن گوئیوں نے مل کر عیسائیوں میں جوش پیدا کر دیا اور انہیں بڑھا دینے کی غرض سے پوپ نے اطالیہ میں ایک مجلس منعقد کی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد ۱۰۹۵ میں دوسری مجلس کلیرمان میں منعقد کی اس دوسری مجلس میں پیٹر ہرمٹ بھی شریک ہوا اور اس کی پیشنگوئیوں کے زور سے "اور خدا کی یہی مرضی ہے" اور خدا کی یہی مرضی ہے کے شور سے جو سامعین نے برپا کر رکھا تھا کل حضّار مجلس نے اپنے شانہ پر کپڑے کی صلیب ٹکوائی اور قسم کھائی کہ فلسطین جا کر قبر مسیح کفار کے ہاتھ سے چھڑائیں گے اور فوج کی روانگی سال آئندہ میں اس دن قرار پائی جو عیسائیوں کے تقدیم میں حضرت مریم کے آسمان پر جانے کا دن ہے لہٰ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

صلیبی جنگوں کے آغاز اور اسباب اور بیت المقدس کے زائرین کی قابل اعتراض سرگرمیوں کی بابت اور بھی بعض عیسائی اور غیر جانبدار مورخین نے تفصیلات درج کی ہیں۔ مگر باندیشہ طوالت مذکورہ بیانات پر ہی اکتفا کی گئی ہے۔

صلیبی جنگیں

صلیبی جنگیں ۱۰۹۷ء میں شروع ہوئیں اور بارہ سو اکانوے (۱۲۹۱ء) یعنی قریباً دو سو سال تک جاری رہیں ان کی تعداد سات یا نو اور بعض نے تیرہ بتائی ہے۔ انہیں ہم تین دوروں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا دور ۱۰۹۷ء سے شروع ہو کر ۱۱۴۴ء تک جس میں پہلی صلیبی جنگ لڑی گئی۔ اس زمانہ میں عیسائی یورپ نے شام و فلسطین میں فتوحات حاصل کیں۔ دوسرا دور ۱۱۴۴ء سے ۱۱۹۶ء تک رہا۔ اس میں دوسری اور تیسری صلیبی جنگیں ہوئیں اس دور میں مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑے سے ساحلی علاقہ کے سوا عیسائیوں کو ارض مقدس سے نکال دیا۔ تیسرا دور ۱۲۹۱ء میں نویں صلیبی جنگ پر ختم ہوا۔ اس دوران عیسائیوں نے بار بار جنگ کر کے کوشش کی کہ بیت المقدس (یروشلم) کو دوبارہ فتح کر لیں مگر ہر بار ناکام ہوئے بالآخر ایوبی اور مملوک سلاطین نے انہیں اسلامی دنیا سے شکست دیگر مار بھگایا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) "تمدن عرب" جس کا ترجمہ فرانسیسی زبان سے اردو میں شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی بالقابہ نے ۱۹۳۶ء میں کیا اور حیدرآباد دکن میں شائع ہوا نیز دیکھئے تاریخ یورپ اے۔ جے گرانٹ اردو ص ۳۳۵

پہلا دور

پوپ اربن ثانی کے خطبے کے فوراً بعد یکے بعد دیگرے چار عظیم لشکر یورپ سے اٹھے مگر یا تو وہ مشرقی یورپ میں قتل و غارت، اور اخلاق سوز حرکات میں مصروف رہ کر ختم ہو گئے یا پھر ایشیائے کوچک کی سلجوقی حکومت نے ان کا صفایا کر دیا۔ بالآخر ۱۰۹۷ء میں سات لاکھ کا ٹڈی دل گاڈفرے (GODFREY) کی سرکردگی میں روانہ ہوا اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ چھوٹی چھوٹی اور باہم برسرپیکار مسلم سلطنتوں کے لیے ممکن نہ تھا اس نے ایشیائے کوچک کی سلجوقی حکومت و سلطنت روم کے پایہ تخت نائیس کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ بعد میں روحا پر بھی عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اب صلیبی شام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے انطاکیہ کا محاصرہ کر لیا جو کہ نو ماہ تک جاری رہا آخر کار ایک آرمینی کی غداری کی وجہ سے شہر پر صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا اس موقعہ پر انہوں نے جس بے رحمی بداخلاقی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا اسے سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دس ہزار شہری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے شہر ایک ویرانے میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور گنجان آباد شہر معرۃ النعمان تباہ کیا گیا اور ایک لاکھ انسان بے دردی سے ذبح کر دیئے گئے۔ اور باقی غلام بنا لیے گئے۔

اب صلیبی اپنے حقیقی منزل مقصود یروشلم (بیت المقدس) کی طرف روانہ ہوئے یہ شہر فاطمیوں کے تحت تھا مگر اس کے دفاع کا مناسب انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں صرف ایک ہزار سپاہی موجود تھے چنانچہ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد یہ شہر فتح ہو گیا۔ عیسائی فاتحین نے اس مقدس شہر کی حرمت کا بھی کوئی پاس نہ کیا۔ مرد، عورتیں اور بچے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ صرف مسجد اقصیٰ کے اندر اور باہر ستر ہزار لاشیں تڑپنے لگیں اور خون کی ندی

گھٹنوں تک پہنچ گئی - ان واقعات کا مقابلہ اگر مسلمانوں کے اس طرز عمل سے کیا جائے جس کا مظاہرہ انہوں نے بیت المقدس کی پہلی فتح جو کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوئی اور دوسری فتح جو کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ہوئی کے موقع پر کیا تو دونوں قوموں کے کردار کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے اس فتح کے بعد عیسائیوں نے جافہ، قیسریہ، حکہ، طرابلس، شام وغیرہ کے شہر فتح کر لیے اور ایشیا میں چار چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں۔ (۱) یروشلم کی حکومت جو کہ عقبہ سے بیروت تک پھیلی ہوئی تھی (۲) روحا کی حکومت (۳) انطاکیہ کی حکومت (۴) اور طرابلس کی حکومت۔

دوسرا دور

پہلی صلیبی جنگ کے وقت، سلجوقی حکمران خانہ جنگی میں مصروف تھے اور وہ شام و فلسطین کے مسلمانوں کی کوئی امداد نہ کر سکے۔ بالآخر اس علاقے کے مسلمانوں کو عماد الدین زنگی کی قیادت مل گئی جس نے صلیبیوں کے خلاف کامیاب جدوجہد کا آغاز کیا۔ اسے عراق کے سلجوقی سلطان محمود نے واسطہ کا گورنر مقرر کیا تھا بعد میں ۱۱۲۷ء میں عباسی خلیفہ مسترشد نے موصل حران وغیرہ پر اس کی حکومت تسلیم کر لی۔ اب زنگی صلیبیوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا۔ اس نے حلب کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور اسارب کے مقام پر صلیبیوں کو شکست فاش دی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے بعلبک کا شہر بھی صلیبیوں سے چھین لیا۔ لیکن زنگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ ۱۱۴۴ء میں اس نے روحا پر قبضہ کر لیا اس طرح ایک ہی ضرب کاری سے چار عیسائی حکومتوں میں سے ایک کا خاتمہ کر دیا۔

روحا کی فتح نے یورپ میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی۔ اور پوپ یوجین سوم نے

دوسری صلیبی جنگ کا اعلان کیا چنانچہ جرمنی اور فرانس کے بادشاہوں کے تعاون سے ۱۱۴۷ء میں نو لاکھ کا جمِ غفیر شام و فلسطین میں داخل ہوا اور صلیبیوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں عماد الدین زنگی وفات پا چکا تھا۔ مگر اس کے جانشینوں سیف الدین غازی اور نور الدین محمود نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ اور صلیبی فلسطین کی طرف بھاگ گئے اس طرح دوسری صلیبی جنگ کا ناکامی پر خاتمہ ہو گیا۔ **نور الدین زنگی** نے ۱۱۵۱ء میں انطاکیہ کی حکومت کے بیشتر علاقے چھین لیے۔ ۱۱۶۴ء میں اس نے عیسائیوں کو فاش شکست دے کر طرابلس الشام کے بادشاہ ریمانڈ سوم کو گرفتار کر لیا۔

۱۱۷۴ء میں نور الدین کی وفات کے بعد اسلام کے سیاسی افق پر ایک ایسی شخصیت ابھری جس کی بہادری، اولوالعزمی، بلند اخلاقی اور خلوص نے سارے یورپ کے بہیمانہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ یہ شخص **سلطان صلاح الدین ایوبی** تھا۔ مصر اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے صلیبیوں سے مقابلے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ اس نے ۱۱۸۷ء میں حطین کے میدان میں صلیبیوں کو ایک عظیم شکست دی اور شاہ یروشلم کو گرفتار کر لیا۔ بعد میں اس نے ایک ہفتہ کے محاصرے کے بعد یروشلم پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر اس نے اسلامی رواداری فیاضی اور فراخ دلی کا پورا مظاہرہ کیا اور سب کو امان دیدی۔ اس کے بعد سلطان نے کئی دیگر شہر یکے بعد دیگرے فتح کیے یہاں تک کہ طرابلس الشام اور انطاکیہ کے علاوہ تمام عیسائی علاقے عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

یروشلم (بیت المقدس) کی فتح نے یورپ کے ایوانوں میں کہرام مچا دیا اور تیسری صلیبی جنگ کا آغاز ہوا۔ اس میں یورپ کے متعدد چھوٹے چھوٹے حکمرانوں

کے علاوہ تین بڑے بادشاہوں فریڈرک بار بروسا شاہ جرمنی۔ فلپ آگسٹس شاہ فرانس اور رچرڈ "شیر دل" شاہ انگلستان نے بہ نفس نفیس حصہ لیا۔ اتنی بڑی فوج اس سے پہلے کبھی حملہ آور نہیں ہوئی تھی۔ مگر سلطان نے محدود وسائل کے ساتھ تن تنہا سارے یورپ کی حکومتوں کا مقابلہ کیا۔ ۱۱۸۹ میں صلیبیوں نے عکہ کا محاصرہ کیا جو کہ دو سال تک جاری رہا۔ اس دوران میں سلطان صلیبیوں کو مسلسل دق کرتا رہا۔ بالآخر شہر کے لوگوں نے جان کی امان کا وعدہ پاکر شہر کے دروازے کھول دیئے لیکن رچرڈ "شیر دل" نے بڑی بزدلانہ حرکت کی۔ اور وعدے کا پاس نہ کرتے ہوئے محصورین کو تہ تیغ کر دیا۔ اب صلیبیوں نے عسقلان کے راستے بیت المقدس کا رخ کیا۔ مگر قلیل فوج کے ساتھ سلطان نے اس جواں مردی سے ان کا مقابلہ کیا کہ ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ اور معاہدہ کر لیا۔ اس طرح تیسری صلیبی جنگ بھی ناکام ہو کر ختم ہو گئی۔

تیسرا دور سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات پر اس کے لڑکوں اور بھائی ملک العادل میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ بالآخر عادل شام و مصر اور عرب پر قابض ہو گیا۔ اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تقدس ماب پوپ کیلسٹائن سوم نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان معاہدہ کو پس پشت ڈالنے میں حجاب محسوس نہ کیا۔ اور ۱۱۹۵ میں چوتھی صلیبی جنگ کا آغاز کیا مگر ملک العادل نے صلیبیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس نے جافہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ چنانچہ یہ صلیبی حملہ بھی ناکام ہو گیا۔

پانچویں صلیبی جنگ کا آغاز ۱۲۰۴ء میں ہوا مگر صلیبیوں نے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی بجائے قسطنطنیہ کو تباہ کر دیا۔ شہر کا بڑا حصہ جلا کر راکھ بنا دیا گیا۔ گرجاؤں کی بے حرمتی کی گئی اور کشت و خون کا بازار گرم رہا۔

چھٹی صلیبی جنگ ۱۲۱۷ء میں پوپ انوسنٹ کی تحریک پر شروع ہوئی اڑھائی لاکھ جرمنوں (جن میں عورتیں، بچے، بوڑھے، اندھے، اپاہج اور کوڑھی بھی شامل تھے) پر مشتمل صلیبی فوج شام کے ساحل پر اتری بعد ازاں اس نے مصر کا رخ کیا اور دمیتہ پر قابض ہو کر قاہرہ کی طرف بڑھی۔ عادل ایوبی کے جانشین کامل ایوبی نے دریائے نیل کے بعض بند کاٹ دئے جس سے صلیبی فوج کے گردونواح کا علاقہ زیر آب آگیا۔ اس پر بے بس ہو کر انہوں نے دمیتہ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور ۱۲۲۱ء میں یورپ واپس چلے گئے۔

۱۲۲۷ء میں صلیبیوں نے پھر اسلامی دنیا پر حملہ کر دیا۔ اس دفعہ کامل نے محض اپنے بھائیوں کو نیچا دکھانے کے لیے جرمن بادشاہ فریڈرک دوم سے صلح کر لی اور بیت المقدس اس کے حوالے کر دیا تاہم ۱۲۴۴ء میں کامل کے جانشین صالح نے اسے دوبارہ فتح کر لیا۔

۱۲۴۸ء میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے آٹھویں صلیبی جنگ کا آغاز کیا اس نے بڑی فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا اور دمیتہ پر قبضہ کر لیا۔ صالح ایوبی اس وقت بستر مرگ پر تھا۔ تاہم اس نے منصورہ کے مقام پر صلیبیوں کو شکست فاش دے کر مصر سے مار بھگایا۔

۱۲۵۲ء میں مصر میں ایوبیہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مملوک سلطنت کی بنیاد پڑی۔ مملوک سلطان بیبرس جس نے ۱۲۶۰ سے ۱۲۷۷ء تک حکومت کی نے بڑی سرفروشی سے اسلامی مفادات کی پاسبانی کی۔ اس نے ۱۲۶۰ء میں عین جالوت کے مقام پر منگولوں کو شکست فاش دیکر مصر کو ان کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچا لیا۔ اس نے بہت سے شہر صلیبیوں سے چھین لیے۔ جن میں قیساریہ۔ جافہ اور انطاکیہ قابل ذکر ہیں۔ اس پر ۱۲۷۰ء میں لوئی شاہ فرانس اور ایڈورڈ اول شاہ

انگلستان نے ملکر نویں صلیبی جنگ شروع کی مگر صلیبیوں کو ناکام ہوکر واپس جانا پڑا۔ بیبرس کے جانشین مملوک سلاطین نے ۱۲۸۹ء میں طرابلس الشام اور ۱۲۹۰ء میں عکہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ عکہ صلیبیوں کا آخری مورچہ تھا۔ چنانچہ اس کے بعد شام و فلسطین کی سرزمین ان کے وجود سے پاک ہوگئی۔

صلیبی حکمرانوں کے اطوار و کردار

بیت المقدس پر قابض ہونے کے بعد حملہ آور صلیبی حکمرانوں کے اطوار و کردار کیسے تھے۔ ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی مؤرخ صلیبیوں کے حکمرانوں کی بداطواریوں اور خرمستیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

۱۱۱۹ء میں جس وقت بودوائن مرا ہے عیسائیوں کی حکومت فلسطین میں بیس سال رہ چکی تھی، اس کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ تمام ملک برباد اور بے چراغ ہوگیا تھا یورپ کا جاگیرداری انتظام یہاں بھی جاری کردیا گیا تھا۔ ملک کے ٹکڑے مختلف سرداروں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ طرابلس عسقلان یافہ وغیرہ کے کونٹ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے تھے۔ ان ظالموں نے جن کی غرض مخفی مال حاصل کرنا تھا۔ بہت جلد اس ملک کا جو عربوں کی مدبرانہ حکومت سے اس درجہ شاداب ہو گیا تھا۔ بالکل تباہ کردیا۔ ژاک دی وتری عکہ کا بطریق جو ہمعصر مورخین میں سے ہے۔ اپنی تاریخ بیت المقدس میں صلیبی بادشاہوں کے جانشینوں کے بارے میں یوں لکھتا ہے۔

"ایک سلسلہ شریر بد وضع اور مبتذل نسل کا جو ہر قسم کے احکام الٰہی کے خلاف چلتا تھا۔ ان پہلے صلیبیوں سے جو باخدا لوگ تھے اسطرح نکلا جیسے دودھ شراب سے اور چھال زیتون کے درخت سے یا کوڑا کرکٹ گیہوں سے یا زنگ پیتل سے نکلتا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ان میں مقدمہ بازی۔ جھگڑے اور

خانہ جنگیاں واقع ہو جاتی تھیں اور اکثر عیسائیوں کے مقابل میں یہ لوگ ہمارے دشمنان دین سے مدد لیتے تھے اس ارض موعود میں سوائے بد اطوار، لامذہب، چور، زانی، باپ کے قاتل دروغ حلفی کرنے والے، مسخروں، عیاش راہب، اور بے حیا پادریوں کے کوئی نہ تھا۔

ولیم جو صور کا رہنے والا تھا وہ بھی اس سے کم نہیں لکھتا۔ صلیبیوں کی اولاد کا ذکر کر کے لکھتا ہے یہ فی الحقیقت شیطان کے بچے ہیں۔ فطرت کے خلاف اور دین پر ہنسنے والے اور ہر قسم کی بے اعتدالیوں میں اپنے کو ڈالنے والے اس کے بعد وہ لکھتا ہے۔ ان کی بد فعلیاں اس درجہ خلاف فطرت انسانی ہیں کہ اگر کوئی مورخ ان کی تصویر کھینچنے کا قصد کرے تو ہرگز اس بار عظیم کو نہ اٹھا سکے اور اس کے بیان سے معلوم ہو کہ وہ تاریخ نہیں لکھ رہا ہے بلکہ ہجویہ قصیدہ موزوں کر رہا ہے۔

جس زمانہ میں عیسائی اس سرزمین کو برباد کر رہے تھے۔ مسلمان بتدریج گئے ہوئے ملک کو فتح کرتے جاتے تھے۔ ان کی شام کی کامیابیوں اور علی الخصوص ایڈیسا کی فتح نے فلسطین کے عیسائیوں میں اس درجہ ہیبت ڈال دی کہ انہوں نے گھبرا کر یورپ سے مدد چاہی[1]

سلطان صلاح الدین ایوبی اور بیت المقدس پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ

عماد الدین زنگی کے زمانہ میں دو کرد بھائی زنگی سلطنت کے مددگار بن گئے تھے۔ ایک کا نام نجم الدین ایوب تھا دوسرے کا شیر کوہ۔ نجم الدین ایوب کا بیٹا سلطان صلاح الدین تھے جس نے صلیبی جنگوں کا زبردست مقابلہ کر کے نام

---

[1] تمدن عرب ص ۳۰۱

پیدا کیا۔ اور نورالدین زنگی کے شروع کیے ہوئے کام کو پورا کیا یہاں تک کہ عیسائیوں سے ۹۱ سال کے بعد دوبارہ بیت المقدس چھین لیا اور ایوبی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

نورالدین بیت المقدس پر حملہ کا فیصلہ کر چکا تھا، لیکن اسے یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ صلیبی حملہ آور کہیں مصر کی سمت سے اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ جہاں فاطمی حکمران تھے اور وہ صلیبیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے اس نے شیرکوہ کو ۱۱۶۹ میں مصر بھیج دیا تاکہ وہاں کے حالات پر قابو پاکر صلیبی عیسائیوں کے لیے مصر کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ شیرکوہ اپنے بھتیجے صلاح الدین کو بھی ساتھ لے گیا۔ شیرکوہ نے مصر کے فاطمی خلیفہ کو تو نہ چھیڑا البتہ مصر کے سارے انتظامات خود سنبھال لیے وہ فوت ہوا تو صلاح الدین نے اس کی جگہ سنبھالی ۱۱۷۱ میں فاطمی خلیفہ کا نام خطبہ سے خارج کر کے عباسی خلیفہ کا نام پڑھوا دیا اس طرح مصر نورالدین زنگی کا ایک صوبہ بن گیا اور اس کا تعلق باقی دنیائے اسلام سے استوار ہو گیا۔

صلاح الدین ۱۱۷۲ء میں نورالدین زنگی کی وفات کے بعد دانشمندان قوم کے مشوروں کے مطابق تخت نشین ہوا۔

تخت نشین ہونے کے بعد اس نے عیسائیوں سے فلسطین اور بیت المقدس کو واپس لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ باطنی فدائیوں نے صلیبیوں کی امداد میں دو مرتبہ اس پر قاتلانہ حملے کیے، لیکن خدا نے اسے بچا لیا۔ آخر اس نے شام کے باطنی مرکز کو ختم کر دیا۔ تیاریوں کے بعد صلاح الدین نے صلیب پرست عیسائیوں کے خلاف پیشقدمی شروع کر دی۔ یکم جولائی ۱۱۸۷ء کو اس نے طبریہ پر قبضہ کر لیا۔ دو روز کے بعد حطین کے مقام پر خوفناک جنگ ہوئی جس

میں صلیبیوں نے فاش شکست کھائی۔

۲ر اکتوبر ۱۱۸۷ء و ۵۸۳ھ کو بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک ہفتہ تک رہا اس کے بعد بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان نے ساری مسیحی آبادی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اس کے ساتھ ہی فلسطین کے اکثر شہر واپس مل گئے۔ بڑے بڑے شہروں میں صرف انطاکیہ، طرابلس، شام، عکّہ اور صور صلیبیوں کے قبضے میں رہ گئے۔ سلطان چاہتا تو عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کے سابق قتل عام کے بدلے میں وہ بھی عیسائیوں کا قتل عام کرتا مگر اس نے نہ صرف نرمی کا برتاؤ کیا۔ بلکہ سلطان نے عیسائیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے مال و اسباب اٹھا کر شہر سے اطمینان سے نکل جائیں اور اس کے بعد بیت المقدس سے ان کے مال و اسباب کو اٹھوانے کے لیے ان کے لیے گدھوں اور خچروں کا انتظام کیا۔ یہاں تک کے تمام عیسائیوں نے امن و آرام سے اپنا مال و اسباب ان گدھوں اور خچروں پر لاد کر شہر خالی کر دیا۔ اس موقع پر عیسائی سلطان صلاح الدین ایوبی کی رواداری اور نیک برتاؤ کے لیے سراپا ممنون واحسان تھے اور ان کی تعریفیں کرتے اور دعائیں دیتے چلے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی محقق نے لکھا ہے کہ صلیبیوں کی طرح قتل عام کرنے کے عوض پر صلاح الدین نے محض ایک خفیف سا جزیہ مقرر کیا اور لوٹ کی مطلقاً ممانعت کر دی۔[1] اسی طرح عیسائی مورخین نے بھی سلطان کی رواداری کی تعریف کی ہے۔

صلح اس کے بعد یورپ سے صلیبی حملہ آوروں کا نیا سیلاب آگیا۔ رچرڈ "شیر دل" بھی شریک تھا۔ جنگ بڑی شدّت سے ہوتی رہی۔ اس میں عکّہ کا محاصرہ خاص طور پر قابل ذکر ہے یہ دو برس جاری رہا۔ جولائی ۱۱۹۱ء میں

---

[1] تمدن عرب مترجم مولانا سید علی بلگرامی ص ۳۰۲

شہران شرطوں پر سلطان صلاح الدین کے حوالے ہوا کہ صلیب مقدس صلیبیوں کو دے دی جائے اور وہ دو لاکھ اشرفیاں دیکر محصور فوج کو نکال کر لے جائیں۔

اس موقع پر رچرڈ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ میری بہن سلطان صلاح الدین کے بھائی ملک العادل سے بیاہ دی جائے اور بیت المقدس اس جوڑے کو دیدیا جائے۔ غرض گفتگو کے بعد ۲ نومبر ۱۱۹۱ کو صلح ہو گئی۔ جس کے مطابق اعلان کر دیا گیا تھا کہ بیت المقدس کی زیارت کے لیے آنے والے تمام اشخاص مشرق سے آئیں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ چند ماہ بعد صلاح الدین نے وفات پائی۔

سلطان صلاح الدین کے بعد اس خاندان میں سے آٹھ بادشاہ ہوئے پھر مصر اور شام میں مملوکوں کی سلطنت بن گئی۔ ان میں سے بحری مملوک ۱۲۵۰ سے ۱۳۲۸ ء تک قابض رہے۔ پھر برجی مملوک برسر اقتدار آ گئے۔ ان کی حکومت ۱۵۱۷ تک رہی۔ سلیم عثمانی نے ان سے ملک مصر چھینا۔

صلیبی جنگیں۔ مملوکوں کے زمانہ میں بھی جاری رہیں۔ ۱۲۹۳ میں ان کا خاتمہ ہوا۔

صلیبی جنگوں کے اثرات

صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں مشرق و مغرب میں باہمی بُرے اثرات رونما ہوئے ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی مورخ صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں مشرق و مغرب میں باہمی نفرت و عداوت صلیبی لڑاکوں کی وحشیانہ، سفیہانہ، رذالت اور درندگی اور عیسائیوں کی بار بار بدعہدیوں کی وجہ سے عربوں کو عیسائیوں اور ان کے مذہب سے کلی نفرت و دوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مشرق کو ان صلیبی جنگوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ مشرقیوں کو مغربیوں سے کلی نفرت، و عداوت پیدا ہو گئی۔ جس کے اثرات اب تک قائم ہیں۔ ہاں پوپ اور پادریوں کی طاقت مشرقی دولت کی وجہ سے بڑھ گئی اور بتدریج

یہی اسباب باعث ہوئے - اس مذہبی انقلاب اوران مذہبی خونریزیوں کے جن میں عیسائیوں کا مذہب پروٹسٹنٹ پیدا ہوا - ان دوصدیوں میں جس میں عیسائی فلسطین پر قابض رہے یورپ ان بے رحمیوں اور سفاکیوں اور مذہبی ناروا داری کا اس قدر عادی ہوگیا کہ وہ ہمارے زمانہ تک چلی آئیں۔ عیسائی پادری خونریزی کے اس قدر عادی ہوگئے کہ انہوں نے اشاعت مذہب اور مسیحی غیر مقلدین کی بربادی میں انہیں بے رحمیوں سے کام لیا جو پہلے کفار کے لیے ایجاد کی گئیں تھیں - ایک ادنے سے مذہبی مخالفت بھی ان کی نظر میں شدید سے شدید سزا کی مستوجب معلوم ہونے لگی - یہودیوں البیجیوں اور مختلف غیر مقلدوں کے قتل عام اور کل وہ مذہبی لڑائیاں اور وحشیانہ خونریزیاں جن میں یورپ اس زمانہ دراز سے آلودہ رہا - محض نتائج قبیحہ اس مذہبی ناروا داری کے ہیں جو جنگ صلیبی کی وجہ مشتعل ہوئی -

اس کے بعد ڈاکٹر گستاولی بان صلیبی جنگوں کے ان اچھے اثرات کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں جو یورپ پر پڑے اس ضمن میں ان کی تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ یورپ تاریکی اور جہالت اور قعر مذلت میں گھرا ہوا تھا - مگر مسلمانوں کی تہذیب ترقی علوم ، شائستگی جو انہوں نے صلیبی جنگوں کے دوران مسلم ممالک میں ملاحظہ کی - بیدار ہوا اور ترقی کے لیے پیچ وتاب کھانے لگا - اور اسی امر نے انہیں نشاۃ ثانیہ کے قابل بنایا - وہ لکھتے ہیں کہ یورپ کو ملکی فوائد بھی پہنچے - یہاں جاگیر داری نظام بھی کمزور پڑگیا - تجارت میں بھی ہلچل پیدا ہوئی - صنعت وحرفت کو خاص طور پر یورپ میں ترقی ملنے لگی - اور مشرق کا بہت کچھ اثر یورپ پر پڑا - یورپ کی طرز عمارت بھی عربوں کے تمدن کے مطابق بدل گئی اور آج تک یورپ کی عمارات میں اسی کے اثرات موجود ہیں - یورپ کے علم وادب پر بھی اثرات پڑے

آخر میں ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہیں۔

ہم اپنے بیان کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ ان صلیبی جنگوں کی بدولت مشرق کا تمدنی اثر یورپ پر بے انتہا پڑا، لیکن یہ اثر اسقدر علمی اور ادبی نہ تھا۔ جتنا صنعتی حرفتی اور تجارتی تھا۔ جس وقت ہم تجارتی تعلقات اور صنعتی و حرفتی ترقیوں پر جو صلیبیوں کے مشرق میں جانے سے یورپ میں پیدا ہوئیں۔ نظر ڈالیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہی صلیبی جنگیں تھیں جنھوں نے یورپ سے وحشیانہ اخلاق و اوضاع کو دور کیا اور وہ رجحان طبیعت پیدا کر دیا۔ جس پر علمی اور ادبی ترقی نے جو یورپ میں دارالعلوموں کے ذریعہ سے شائع ہوئی وہ اثر ڈالا جو ایک دن یورپ کی نشأۃ ثانیہ کی صورت میں ظاہر ہونے والا تھا۔[1]

---

[1] تمدن عرب از ص ۳۱۶ تا ص ۳۱۲

فصل سوم:

مسلمانوں پر تاتاریوں اور عیسائیوں کے زبردست حملے

بغداد، ہسپانیہ اور غرناطہ کا زوال

عہد صلاح الدین ایوبی اور ان کے بعد عیسائیوں کے حملوں کا ذکر اوپر گزر چکا جو پوری چھ صدیوں یعنی ۱۲۹۳ تک ہوتے رہے۔

ساتویں صدی ہجری کا آغاز ہوتا تھا کہ مسلمانوں پر شمال کی جانب سے تاتاریوں کے حملے شروع ہو گئے جو رومی عیسائیوں کے دوست اور حمایتی تھے اور بعض تاتاری حکمران عیسائی ہو چکے تھے اور رومیوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ابھارتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۶۱۵ ہجری میں چنگیز خاں نے بخارا پر حملہ کیا۔ جس کی آبادی اس وقت دس لاکھ تھی چنگیز خاں نے پورے شہر کو نذر آتش کر دیا اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیا۔ پچاس ہزار آدمی غلام بنائے گئے۔ اسی طرح بلخ کا شہر جس میں بارہ سو مساجد میں صرف جمعہ کی نماز ہوا کرتی تھی۔ تباہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ شہر خیوا کو غرق آب کر دیا۔ نیشا پور میں ستر ہزار نفر کو تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے آس پاس مسلمانوں کی جو تعداد قتل کر دی گئی مورخین نے اسے تیرہ لاکھ سنتالیس ہزار لکھا ہے۔

۶۱۹ھ میں ہرات پر حملہ کر کے سات روز تک قتل عام کیا جس میں قریباً سولہ لاکھ مسلمان قتل کر دئے گئے۔[1]

---

[1] تاریخ المختصر از ابو الفدا طبع دہلی ۱۸۴۸ء ص ۹۶

آخر کار ہلاکو خاں نے ۱۶ محرم ۶۰۶ ہجری میں بغداد پر حملہ کیا جو عالمی مسلمانوں کی خلافت کا مرکز تھا۔ ہلاکو خاں اور اس کی فوجوں نے بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد جو مظالم کیے۔ مورخین کے بیانات کے مطابق ان کی مثال نہیں ملتی۔ امرا، علماء اور عوام کا قتل عام ۴۰ روز تک جاری رہا۔ خلیفہ کے پاس جو لعل و جواہرات کے انبار تھے انہیں ہلاکو خاں چھکڑوں میں لاد کر لے گیا۔

ابن خلدون کی تحقیق کے مطابق سولہ لاکھ جانیں ضائع ہوئیں۔ بعض مورخین نے بغداد اور مضافات کے مقتولوں کی کل تعداد اٹھائیس لاکھ بھی لکھی ہے۔

مدرسہ نظامیہ کی بے مثال لائبریری کی نایاب و نادر کتابوں کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ یہ کتابیں اس قدر تھیں کہ دریا پر ان کا ایسا پل بندھ گیا جس پر بیک وقت دو گاڑیاں گزر سکتی ہوں۔ سعدی نے تباہی بغداد پر لکھا۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین　　بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

بغداد کی تباہی کے بعد مسلمانوں کی چھ سو سالہ قدیم سطوت و شوکت اور طاقت و مرکزیت کو سخت نقصان پہنچا۔

ہسپانیہ اور غرناطہ میں بھی مسلمانوں کا یہی حال ہوا جو بغداد میں ہوا بلکہ اس سے بھی زیادہ بُرا جب عیسائیوں نے الحمرا پر قبضہ کر لیا اور ساتھ ہی غرناطہ[1] پر بھی

---

[1] ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی محقق نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں عربوں کے تمدن کا اصل مسکن اندلس ہی تھا۔ طلیطلہ، غرناطہ، قرطبہ کے مشہور دار العلوموں میں تمام دنیا کے طالب علم جمع ہوئے تھے جن میں خود عیسائی یورپ کے طلاب بھی شریک تھے (تمدن عرب ۱۴۱)

تو سلطان ابو عبداللہ کو شاہ فرڈی ننڈ نے ۱۲۹۲ء میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سلطنت سے بے دخل کر دیا اور تمام وعدے فراموش کر کے عوام پر مظالم کیے۔ تمام ملک پر مذہبی عدالتیں قائم کیں۔ جن میں مسلمانوں پر مقدمات چلا کر سزائے موت دی۔ صرف اس لیے کہ وہ مسلمان تھے ایک عام حکم جاری کیا گیا کہ جو شخص مسلمان رہیگا۔ اسے جہاں پایا جائیگا قتل کر دیا جائے گا اس طرح لاکھوں مسلمانوں کو زبردستی مرتد بنایا گیا۔ اور لاکھوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ بعض مسلمانوں کو جہازوں میں افریقہ لے جانے کے بہانے جہازوں میں بٹھا کر سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی مورخ نے لکھا ہے کہ تیس لاکھ عرب یا تو جان سے مارے گئے یا نکال دیئے گئے اور ساری کی ساری اسلامی ترقی جس کا پرتو آٹھ سو برس سے یورپ پر جلوہ فگن تھی۔ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی[1] یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ ہلاکوں خاں قیصر روم کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ شہزادی اس غرض سے مراغہ (جو ہلاکوں خاں کا آزر بائیجان میں نیا پایہ تخت تھا) پہنچی تو ہلاکو مر چکا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اباقا خاں تخت پر بیٹھا اس نے خود شہزادی سے شادی کر لی قیصر روم اور دوسرے عیسائی فرمانرواوں سے اس کے تعلقات نہایت استوار تھے۔ اس نے ۱۲۸۱ء میں وفات پائی۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بت خانہ سے کعبہ کے محافظ پیدا کر دیئے یعنی ہلاکو خاں کے بعد تاتاری مسلمان ہو گئے اباقا خاں کی وفات کے بعد اس کا بھائی نکودار تخت نشین ہوا۔ اس نے عیسائیوں کے ہاں بپتسمہ لیا تھا مگر اسلام سے متاثر ہو کر تھوڑے عرصے کے بعد مسلمان ہو گیا اور احمد خاں کے نام سے موسوم ہوا۔

---

[1] تمدن عرب ۱۴۳

احمد خاں کے بعد آباقا خاں کا بیٹا ارغون بادشاہ بنا۔ اس نے یورپ کے حکمرانوں کے پاس قاصد بھیج بھیج کر انہیں نئی صلیبی جنگوں کے لیے تیار کیا۔

۱۲۹۵ء میں ارغون کے بیٹے غازان محمود کی تاجپوشی ہوئی۔ اس نے دمشق کو بھی فتح کر لیا اور مرج الصفر کے مقام پر تاتاریوں کو شکست دی۔ غازان مسلمان ہو گیا تھا مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں مسیحی حکمرانوں کے ساتھ اس کے بہت زیادہ تعلقات تھے۔

چنگیز خاں کے خاندان میں ہلاکو کے بعد وسط ایشیا کا دوسرا عظیم فاتح امیر تیمور ہے جس کی اولاد نے ہندوستان میں مغل سلطنت قائم کی۔ ایران۔ خراسان افغانستان اور وسط ایشیا پر بھی مدت تک حکمرانی کی۔

رفتہ رفتہ تیموری شہزادوں کی باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے تیمور کے مفتوحہ علاقے آزاد ہو گئے اور علاوہ اس کے تیمور کی اولاد میں سے ہر قابل ذکر شخص نے اپنی ایک آزاد حکومت قائم کر لی اور اس طرح مرکزیت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ ان کی طاقت بھی کمزور ہوتی گئی۔ سولہویں صدی عیسوی اس لحاظ سے اہم ہے کہ امیر تیمور کی وسیع سلطنت کی حدود میں مسلمانوں کی ہی عظیم الشان حکومتوں نے جنم لیا۔ ہندوستان میں چغتائی خاندان کی حکومت نے ایران میں صفوی خاندان اور مغربی ایشیا افریقہ اور یورپ میں عثمانی ترکوں کی حکومت نے بغداد، ہسپانیہ (اندلس)، غرناطہ کی تباہی کے بعد خلافت ۶۵۹ ہجری میں مصر میں منتقل ہوئی کیونکہ مصر نے تاتاریوں کو بالآخر شکست دی تھی۔ اب خلافت کی وہ شان نہیں رہی جو بغداد میں ہوا کرتی تھی۔ مصر کا بادشاہ جسے چاہتا خلیفہ بناتا اور جسے چاہتا معزول کر دیتا۔ دنیائے اسلام کا ہر صوبہ خود مختار تھا۔ عراق، حجاز ایران، افغانستان، کریمیا، قازان، استراخان، آذربائیجان، گرجستان، داغستان، بلخ

بخارا، خوارزم اور اشعر غرض کہ ہر صوبہ نہ صرف خود مختار بلکہ ایک دوسرے صوبہ کے ہمسایہ کے خلاف سازشوں میں مصرف تھا۔

۹۲۳ھ تک عباسی خاندان کے خلیفہ المتوکل علی اللہ کے پاس خلافت رہی جو مصر میں عباسی خاندان کا آخری خلیفہ تھا۔ آخر کار اس سے خلافت سلطان سلیم (ترکی)، کی طرف منتقل ہو گئی۔ جب کہ سلطان سلیم نے ۹۳۲ھ میں مصر و شام اور حرمین کو فتح کیا۔[1]

---

[1] تاتاری حملوں اور مسلمانوں کی متعدد حکومتوں کا ذکر اس جگہ دو وجہ سے کیا گیا ہے ایک اس وجہ سے کہ تاریخی واقعات کا تسلسل قائم رہے دوسرا اس وجہ سے کہ تا معلوم ہو کہ عیسائیوں اور تاتاریوں کے ان حملوں کے نتیجہ میں کس طرح مسلمانوں کی وحدت و مرکزیت تتر بتر ہو گئی۔

باب پنجم

عثمانی سلطنت اور عیسائیوں کی صلیبی جنگیں

عثمانی سلطنت کے دوران بھی مسلمانوں پر عیسائیوں کے صلیبی حملے بدستور جاری رہے اور مسلمانوں کو عیسائیوں سے شدید مقابلے کرنے پڑے عثمانی سلطنت کی بنیاد عثمان خاں نے ڈالی جو ارطغرل کا بیٹا تھا۔ ارطغرل تیرھویں صدی عیسوی کی وسط میں خراسان کی طرف سے ایشیائے کوچک میں وارد ہونے والے ایک ترک خاندان اوغوز کا سردار تھا۔ اس نے سلطان علاؤالدین سلجوقی کے جاگیردار اور سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے ترقی کی۔ چونکہ اس کے بیٹے عثمان خاں نے جو ۱۲۸۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ عثمانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس لیے یہ حکومت عثمانی حکومت کے نام سے موسوم ہوئی۔ جب تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں سلجوقی خاندان کی سلطنت کا چراغ گل ہو گیا۔ تو ایشیائے کوچک میں دس آزاد اور علیحدہ علیحدہ ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ان میں سے عثمان خاں کی سلطنت زیادہ طاقتور تھی اس کی فوج باسفورس اور بحیرہ اسود کے ساحل تک جا پہنچی اور یونان کے مشہور شہر بروصہ[1] کا دس سال تک محاصرہ کر کے فتح حاصل کی۔

واقعات یوں ہیں کہ عثمان خان انتظام مُلک میں لگا ہوا تھا کہ عیسائیوں کے بازنطینی قلعداروں نے بعض ترک سرداروں سے ساز باز کر کے اس پہ حملہ کر دیا مگر شکست کھائی اس کے بعد عثمان بازنطینی قلعوں کے فتح کرنے کی طرف متوجہ

---

[1] ایشیائے خورد کا ایک شہر۔

ہوا اور یکے بعد دیگرے انہیں فتح کرلیا۔

۷۰۱ھ میں امیر عثمان خاں نے نائیکومیڈیا سے متصل فیون حصار کے مقام پر شہنشاہ قسطنطنیہ کی باقاعدہ فوج سے مقابلہ کیا۔ جس میں اسے شاندار فتح حاصل ہوئی۔ بازنطینی قلعے مسخر ہوتے گئے اور بروصہ، نائیسیا[1] اور نائیکومیڈیا کے گرد فوجی چوکیوں کا ایک مضبوط حصار قائم ہوگیا۔

بازنطینیوں نے تاتاریوں سے میل کر کے عثمان خاں سے ایک اور مقابلہ کیا مگر شکست کھا گئے اس کے بعد مزید پیشقدمیوں کی ہمت نہ رہی۔ بروصہ سلطنت بازنطینی کا ایک اہم شہر تھا۔ امیر عثمان نے ۷۱۷ھ میں اس کا محاصرہ کرلیا۔ دس سال تک اس کا محاصرہ جاری رہا بالآخر محصورین نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اُورخان بن عثمان خان شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا۔ عثمان خاں بستر مرگ پر تھا جب فتح کی خبر سنی تو بیٹے کو گلے سے لگالیا اور اس کی ہمت و شجاعت کی داد دی اور اسے اپنا جانشین بنایا عثمان خاں نے ۲۱ رمضان ۷۲۷ھ میں وفات پائی[2]

عثمان خاں کے بعد اُورخان اس کا جانشین بنا۔ اس نے دس سال کے اندر اندر ایشیائے کوچک کے شمال مغربی علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ ۷۳۰ھ میں نائیسیا پر بھی جو قسطنطنیہ کے بعد دوسرے درجے پر تھا قبضہ کرلیا۔ اہالیان نائیسیا بازنطینی عیسائیوں کے مظالم اور بربریت سے اس قدر بیزار ہوچکے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے اخلاق و عادات سے متاثر ہو کر آبائی مذہب عیسائیت ترک کرکے

---

[1] NICAEA ایشیائے کوچک کا ایک شہر اسے نیقیہ بھی لکھا گیا ہے۔

[2] تاریخ ملت از انتظام اللہ شہابی جلد ۸ شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

اسلام قبول کر لیا[1]۔ اس کے علاوہ اور بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ ان فتوحات کی وجہ سے یورپ مرعوب ہو گیا اور اس کے حکمران اس سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ درّہ دانیال اور گیلی پولی جیسے اہم مقامات پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس سے ترکوں کی تاریخ کا نیا دَور شروع ہوا۔ کیونکہ اس سے یورپ کی سرحدی حدود میں ترکوں کے قدم جم گئے۔ ۱۳۵۹ء میں اورخاں کا انتقال ہو گیا۔ اسکے بعد اورخاں کا چھوٹا لڑکا مراد اوّل تخت نشین ہوا۔ جو عثمانی فوجوں کو شہروں کے شہر فتح کرتا ہوا دریائے ڈینوب تک لے گیا مراد اوّل ۷۶۰ھ تا ۷۹۱ کو اپنی تیس[۳۰] سالہ حکومت میں چوبیس[۲۴] سال عیسائیوں سے لڑنے اور میدان جنگ میں صرف کرنے پڑے۔

مراد نے ایڈریا نوپل پر قابض ہونے کے بعد مقدونیہ اور تھریس کو بھی دولت عثمانیہ کے صوبوں میں شامل کر دیا۔ ۱۳۶۵ء میں "گوسا" کی جمہوری حکومت بھی عثمانی سلطنت کا ایک حصہ بن گئی۔ ۱۳۶۴ء میں ہنگری اور پولینڈ کے بادشاہ اور بوسینا، سرویا، ولاچیہ کے شہزادے پوپ کے حکم سے اپنے جرار لشکروں کے ساتھ مقابلہ کے لیے بڑھے اور ادرنہ کے قریب ترکوں سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور مراد نے ڈیموٹیکا کو جو تھریس میں واقع ہے دارالخلافہ بنایا۔

۱۳۷۵ء میں عثمانی لشکر بلقانی ریاستوں کی طرف بڑھا سرویا کے بادشاہ نے خراج دینا منظور کر لیا۔ بلغاریہ کے فرمانرواؤں نے رحم کی درخواست کی اور شاہ یونان نے اطاعت قبول کر لی اس طرح یورپ کی عیسائی سلطنتوں کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ کرمیاں اور ریاست حمیدیہ پر بھی غلبہ حاصل ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد سرویا، بوسینا، بلغاریہ، البانیہ، ولاچیہ،

---

[1] تاریخ ملت جلد ۸

ہنگری اور پولینڈ نے عثمانی حکومت کے متحدہ محاذ بنا کر سرکشی کی اور مقابلہ پر آئے مگر پھر شکست کھائی اور سب علاقے عثمانی سلطنت میں شامل کر دیئے گئے۔

اگلے سال مراد نے باقی عیسائی فوجوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ مراد کا بیٹا بایزید یلدرم بھی بہادری سے لڑتا رہا جس پر اسے یلدرم (بجلی) کا خطاب ملا۔ اس جنگ میں سلطان مراد شہید ہو گیا۔ میدان جنگ ہی میں فوج نے بایزید یلدرم (یلدرم) کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور مقابلہ جاری رکھا۔

بایزید یلدرم اور عیسائی

جنگ کسووا میں سرویا کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر اس پر بھی وہ برسرپیکار تھا بالآخر بایزید سے اسے صلح کرنی پڑی۔ اور باج دینا منظور کر لیا۔ اور سالانہ خراج کے علاوہ پانچ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ سلطان بایزید کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رکھنے کا معاہدہ کیا اپنی بہن شہزادی ڈیلیسپنیہ کو بایزید کے نکاح میں پیش کیا اور وعدہ کیا کہ سلطان جب کبھی دول مغرب سے برسرجنگ ہو گا تو وہ خود بنفس نفیس فوج کے ساتھ شریک ہوا کرے گا۔

شاہ قسطنطنیہ سے جدید معاہدہ

بایزید نے شاہ قسطنطنیہ جان پلیولوگس کو سابق صلحنامہ کی تجدید کرنے کو کہا۔ جان پلیولوگس اور اس کا لڑکا مینوئل جو تخت سلطنت میں اپنے باپ کا شریک تھا۔ جدید معاہدہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اور تیس ہزار طلائی سکے بطور خراج ہر سال دینے کا وعدہ کیا۔ اور بارہ ہزار کا ایک فوجی دستہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رکھنے کا بھی وعدہ کیا اور ایشیائے کوچک میں قلعہ فلاڈلفیا جو بازنطینی سلطنت کا باقی رہ گیا تھا وہ سلطان کو نذر کر دیا۔

اناطولیہ کی بقیہ ریاستوں کی طرف سے رکاوٹوں کا خاتمہ

ایشیائے کوچک میں چند ایسی ترکی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جو سلطنت عثمانیہ کے لیے یورپ کی فتوحات کے دوران خطرہ کھڑا کر دیتی تھیں اور یورپ کی طرف پیش قدمی کے موقع پر بغاوت کر کے رکاوٹیں پیدا کرتی رہتی تھیں۔ بایزید نے ان کی طرف توجہ کر کے ایدین کو فتح کیا پھر امنتشارا و صاروخاں پر حملہ کر کے انہیں اپنے حدود میں شامل کر لیا پھر قسطمونی کے امیر کے علاقہ کو بھی جس کے پاس بعض باغی پناہ گزیں ہو چکے تھے فتح کر لیا پھر کرمانیہ کا رخ کیا اور وہاں کے امیر علاؤالدین نے پہلے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر صلح کر لی۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ

اناطولیہ کی فتوحات سے واپس ہو کر بایزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا جو سات ماہ تک جاری رہا چونکہ بایزید کو بلغاریہ میں سنجمنڈ شاہ ہنگری کے جارحانہ اقدام کو روکنے کے لیے فوجیں درکار تھیں اس لیے مینوئل سے دس سال کے لیے صلح کر کے محاصرہ اٹھا لیا۔ سالانہ خراج کی رقم بتیس ہزار طلائی کراؤن مقرر کی مسلمانوں کے لیے قسطنطنیہ میں ایک شرعی عدالت قائم کی گئی۔ جہاں کا قاضی ترکی عالم مقرر ہوا اور ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر ہوئی اور غلہ کا نصف حصہ بھی سلطان کے قبضہ میں آیا یہاں چھ ہزار عثمانی فوج متعین کی گئی۔

ولاچیا

اس کے بعد بایزید نے ولاچیا کو بھی باج گزار بنا لیا بوسینیا اور ہنگری میں ناکامی ہوئی مگر سلطان ہمت نہ ہارا۔ دوبارہ حملہ کر کے گیا ہوا قلعہ ناٹکوپولس لے لیا۔ سنجمنڈ کو بھاگنا پڑا۔

فتح بلغاریہ

۷۹۵ھ میں بایزید نے اپنے لڑکے سلیمان پاشا کو بلغاریہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ جنوبی حصہ اس کا پہلے فتح ہو چکا تھا۔ سلیمان نے ترنوا پر ایک ہفتہ محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اب بلغاریہ کا شمالی حصہ بھی عثمانی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ یہاں کی بادشاہت ختم ہو گئی اسقف اعظم جو بڑا فتنہ گر تھا۔ جلا وطن کر دیا گیا۔ بہت سے عیسائی مسلمانوں کے اخلاق اور اسلام کی عظمت دیکھکر بطیب خاطر مسلمان ہو گئے ان کی زمینیں بحال رہیں اور باقی سارا علاقہ فوجی جاگیروں کی شکل میں ترکوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

عیسائیوں کی طرف سے صلیبی جنگ کا اعلان

بلغاریہ کی عثمانی حدود میں شامل ہونے کے بعد ہنگری سجس موند کو اپنے ملک کے لیے جس کی سرحدیں ترکی علاقہ سے تھیں خطرہ نظر آنے لگا اس نے خط و کتابت اور پیام سے یورپ کے بادشاہوں کو مسلمان کے خلاف حملہ کرنے پر اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اور پوپ نے بھی اس کی درخواست کو منظور کر لیا اور صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔

سب سے پہلے پوپ کی آواز پر ڈیوک برگنڈیا نے لبیک کہی اور اپنے بیٹے کاونٹ ڈی نیفر کو چھ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ جن میں امرائے فرانس اور شاہی خاندان کے اراکین شامل تھے۔ روانہ کیا۔ راستہ میں بویریا اور آسٹریا کے امرا اپنی فوجیں لیکر اس جماعت میں شامل ہو گئے جرمنی نے فریڈرک کاونٹ ہومنزلون اور اس کا لشکر قدیس یوحنا اور جماعت شلیمی بھی ساتھ کر دی۔ ان صلیبی مجاہدین نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ترکوں کو شکست دیکر شام میں ارض مقدس (فلسطین) پر قبضہ جمائینگے۔ لطف یہ کہ صلیبی مجاہدین کے ساتھ شراب کی مشکیں اور نصرانی

دوشیزائیں بھی تھیں۔ جو شب کی رنگین صحبتوں کے کام میں لائی جاتی تھیں۔ یہ گروہ کروفر کے ساتھ ہنگری پہنچا شاہ ہنگری بھی معہ فوج شامل ہوکر دریائے ڈینوب عبور کر کے نیکوپلی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ ہنگری کے ساتھ شاہ ولاچیا بھی معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے باغی ہوکر شامل ہوگیا۔ نیکوپلی کے امرا دغلان بک نے بڑی بہادری سے اس جم غفیر کا مقابلہ کیا بایزید کو خبر ملی تو وہ دولاکھ سپاہ کے ساتھ بجلی کی طرح دشمن پر آپڑا۔ والی سربیا اسٹیفن اپنے عہد پر قائم رہ کر معہ جرار لشکر لیکر ترکوں کے ساتھ آملا۔

۲۳ ذلیقعدہ ۷۹۷ھ کو صلیبی فوجیں اسلامی فوج پر حملہ آور ہوئیں ان کی کمان کاونٹ ڈی نیفر کے ہاتھ میں تھی جو اپنی بہادری کے زعم میں پورے جوش سے حملہ آور ہوا اور ترکوں کے مقدمۃ الجیش کو پیچھے ہٹادیا اور فتح کی امید میں آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ترکوں کی منظم فوج نے آگے اور پیچھے دونو طرف سے اسے آگھیرا۔ جہاں سے وہ پیچھے بھی بھاگ نہ سکتا تھا۔ ایسی بے جگری سے لڑا کہ اس کے چھ ہزار ساتھی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوگئے۔ اطراف وجوانب کی عیسائی فوجیں بھی چند گھنٹے لڑتی رہیں۔ مگر تاب نہ لاسکیں۔ اور آخر کار صلیبی مجاہدین بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہزارہا قتل ہوئے دس ہزار کے قریب گرفتار ہوگئے۔ کاونٹ نے مسلمان قیدیوں کو جو اس کے قبضے میں آئے تھے قتل کرادیا۔ بایزید نے ان کے انتقام میں عیسائی قیدیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ ان میں کاونٹ ڈی نیورس بھی تھا۔ بایزید نے اس کی جوانی پر رحم کھاکر اس کی جان بخشی کی اور اس کی سفارش سے چوبیس ساتھی بھی بچائے گئے ان سب کو سلطان نے نہایت عزت واحترام سے ایک سال تک زیر حراست رکھا۔ فرانس سے زرفدیہ

آگیا تو ان کو وطن جانے کی اجازت ملی اور چلتے وقت کاونٹ ڈی نیورس سے کہا کہ مجھکو علم ہے کہ تو اپنے ملک کا سردار ہے ممکن ہے کہ تیرے ہم عصر تیری اس ناکامی پر تجھے قابل الزام سمجھیں مگر میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں اور اجازت ہے کہ پھر میدان جنگ میں آکر مجھ سے دودو ہاتھ کرلے میں ہمیشہ تیار ہونگا۔

کونٹ بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے ملک میں گیا۔ مگر تمام عمر پھر سر نہ اٹھایا۔ اس عظیم الشان فتح کی بشارت تمام عالم اسلامی میں بھیجی گئی اس پر ہر جگہ بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

جنگ نائکوپولس کے بعد بایزید نے ولاچیا۔ آسٹریا اور ہنگری پر فوجیں بھیجیں جنھوں نے پٹروارڈین کے شہر پر قبضہ کرلیا۔ ایک ترکی دستہ نے سربیا پر یورش کی اور ساحل ڈینوب کے جو قلعے عیسائیوں نے لیے تھے وہ ان سے حاصل کرلیے۔

فتح یونان

پھر ادرنہ واپس آکر بایزید نے مینوئل شاہ قسطنطنیہ کو لکھا کہ وہ کونٹ کے حق میں دستبردار ہوجائے مگر اس نے نا ملائم جواب دیا۔ جس پر ۸۰۰ھ میں بایزید نے یونان پر حملہ کیا اور تھسلی، فوسیس، ڈورس اور لوکریس پر قبضہ کرلیا۔ دوسری طرف کی فوج کے ایک دستہ نے موریہ کا علاقہ بھی فتح کرلیا۔

یونان کی فتح کے بعد بایزید ادرنہ لوٹ آیا یہاں معلوم ہوا کہ شاہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے مذہبی امور میں دست اندازی کرتا ہے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اس پر شاہ کو کہلا بھیجا کہ قسطنطنیہ کے معاوضے میں دوسری حکومت پسند کرلے تاکہ وہ اس کو عطا کردی جائے مگر اس نے نا ملائم جواب دیا۔ جس پر سلطان نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔ قریب تھا کہ فتح کرلے کہ ایشیائی مقبوضات

پر تیمور لنگ کی یلغار کی اطلاع ملی۔ بایزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور شہنشاہ سے عہدنامہ لکھوالیا کہ وہ دس ہزار سکہ طلائی سالانہ جزیہ دیا کرے گا۔ اور جو مسلمان اس کے علاقہ میں رہتے ہیں ان کے لیے ایک جداگانہ محکمہ شرعیہ قائم کرئے گا اور نیز ان کو ایک جامع مسجد بنانے کا حق دیگا۔

واپس ہو کر سلطان نے تیمور کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ تیمور نے ایشیائے کوچک اور عیسائی ریاستوں کو جو اسے امداد کے لیے چڑھا لائے تھے خودمختار اور آزاد کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مزید فتوحات کا سلسلہ رک گیا ۸۰۵ھ میں بایزید وفات پا گئے۔

۱۴۰۳ء میں بایزید یلدرم کا بیٹا محمد اوّل تخت نشین ہوا۔ اس نے صبر و تحمل سے کام لیکر ایشیائے کوچک کی ان ریاستوں کو پھر ترکی حدود میں شامل کر لیا جو پہلے نکل چکی تھیں اس طرح اس نے سلطنت کے بکھرے شیرازوں کو پھر جمع کیا اور ہمسایہ سلطنتوں سے معاہدے کیے۔ اور خانہ جنگیوں پر قابو پایا۔ اس نے ۱۴۲۱ء / ۸۲۴ھ میں وفات پائی۔

مراد ثانی اور شاہ قسطنطنیہ

محمد اوّل کے بعد اس کا بیٹا مراد ثانی تخت نشین ہوا۔ سلطان نے شاہ قسطنطنیہ کی غداری کا انتقام لینے کی غرض سے بیس ہزار ترکی فوج لے کر ۸۲۵ھ میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ نے پوری قوت سے مقابلہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ قسطنطنیہ فتح ہونے کے قریب تھا کہ ایشیائے کوچک میں مراد کے بھائی مصطفےٰ نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ سلطان کو محاصرہ اٹھا کر مصطفےٰ وغیرہ سرکشوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ ایشیائے کوچک پہنچ کر باغیوں کو گرفتار کیا گیا۔ امیر کرمانیہ قتل ہو گیا۔ مراد نے اس کے بیٹے ابراہیم کو کرمانیہ کی

حکومت دیگر باج گزار بنایا اور اس طرح باقی باغی امراء کی گوشمالی کر کے پوری طرح امن قائم کر دیا اور ان علاقوں کو اسلامی سلطنت کی حدود میں شامل کر کے پھر سابق اقتدار بحال کر دیا۔

شاہ قسطنطنیہ مینوئل کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کی جگہ اس کا لڑکا جان پلیولوگس تخت نشین ہوا۔ اس نے مراد سے صلح کی استدعا کی۔ تیس ہزار دوکات سالانہ خراج دینے کا معاہدہ لکھا۔ اور سیلمبریا اور درکوس کے سوا ریتون اور دوسرے یونانی شہر جو دریائے اسٹرانیا اور بحر احمر کے ساحلی علاقے تھے۔ وہ سب سلطان کی نذر کر دیئے۔

پھر سلطان نے سالونیکا کو ۸۳۲ھ میں فتح کیا۔ اسٹیفن شاہ سرویا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہو کر ترکی اقتدار کی مخالفت کر رہا تھا اور ہنگری سے بھی معاہدہ کر لیا مگر سلطان نے حملہ کر کے سرویا کو بھی فتح کر لیا۔

ہونیاڈ سے مقابلہ

سرویا کی تسخیر کے بعد اہل بوسینیا، البانیہ اور اہل ولاچیا مراد کے مقابلہ پر آئے مگر جلد صلح کر لی۔

۸۴۴ھ میں لازسلاس شاہ پولینڈ ہنگری کے تخت پر بیٹھا تو مذکور الصدر ریاستوں کے اُمرا مراد سے مقابلہ کے لیے پھر تیار ہونے لگے۔ اس اثنا میں یورپ کے سردار ہونیاڈ ہنگری آیا جو یورپ میں اپنی بہادری کا ڈنکا بجا چکا تھا۔ شاہ ہنگری نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اس نے ترکوں کے مقابلہ کے لیے بیڑا اٹھایا چنانچہ ۸۴۶ھ میں مراد نے بلغراد پر حملہ کیا۔ ہونیاڈ مقابلہ پر آیا۔ آخر کار مراد اس لڑائی میں ناکام ہو گیا۔ فرید پاشا نے ٹرانسلونیا میں نہرمان اسٹاٹ پر حملہ کیا وہاں بھی ہونیاڈ نے مقابلہ کیا اور فرید پاشا نے شکست کھائی۔

بیس ہزار ترک شہید ہوئے۔ ہونیاڈ نے فرید پاشا اور اس کے لڑکے کو جو گرفتار ہو گئے تھے اپنے سامنے تہ تیغ کرایا اس فتح کے بعد ہونیاڈ نے جشن منایا اور ساتھیوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا تو اس وقت ترک قیدیوں کو نہایت بیدردی سے اپنے سامنے قتل کرایا۔ کھانا کھاتا جاتا تھا اور قیدیوں کو ذبح کراتا جاتا تھا۔ سلطان مراد کو اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے ایک دوسری ترک فوج اسی ہزار پر مشتمل شہاب الدین پاشا کی سرکردگی میں بھیجی مگر وازاگ پر ہونیاڈ کے مقابلہ میں ناکام ہوئی۔ شہاب الدین گرفتار ہو گیا۔ ہونیاڈ کی شاندار کامیابی اور ترکوں کی پسپائی اور ناکامی سے یورپ کی تمام حکومتوں میں امید کی ایک لہر دوڑ گئی۔ پوپ نے یہ رنگ دیکھکر صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا[1]۔ اس اعلان عام سے ہنگری، پروشیا، پولینڈ اور سربیا کے جنگجو لوگ جوق در جوق ہونیاڈ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اس نے نیش پہنچکر سلطانی فوج کو شکست دیدی۔ ایشیائے کوچک میں امیر قرہ مان نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغاوت کی اور بروصہ کا محاصرہ کر لیا۔ مراد نے خانہ جنگی ختم کرنے کے لیے ہونیاڈ سے صلح کر لی جس میں فلاخ کی آزادی بحال کی۔ سربیا کے مفتوحہ علاقے واپس کیے اور ہنگری سے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ لکھا۔

اس اثنا میں شہزادہ علاؤالدین جو مراد کا بڑا بیٹا تھا۔ اچانک انتقال کر گیا۔ مراد کو ولی عہد کے مرنے کا بے حد صدمہ ہوا۔ مراد نے اپنے

---

[1] صلیبی جنگ سے عیسائیوں کی اصطلاح میں مذہبی جہاد مراد ہے۔ جو ہر ایک پر دین عیسوی کی حمایت کے لیے فرض ہو جاتا ہے جب پوپ کی طرف سے اعلان ہو جائے۔

چھوٹے بیٹے محمد کو بعمر چودہ سال اپنے سامنے تخت نشین کیا۔ اور ولایت آبدین جاکر گوشہ نشین ہوگیا۔

شاہ ہنگری اور ہونیاڈ پر فتح

شاہ ہنگری نے محمد کی نوعمری سے فائدہ اٹھانا چاہا پوپ کا فرستادہ کارڈینال اس کے پاس آیا اور پوپ کا پیغام دیا کہ اگر مسلمانوں سے بدعہدی کر لو تو کوئی گناہ نہیں اور شاہ ہنگری کے ایما پر فوج گراں لیکر معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلغاریہ پر حملہ کردیا جو عثمانی مقبوضات میں شامل تھا مراد کو خبر ملی تو شیر کی مانند خلوت سے نکل کر فوج ہمراہ لے لی اور دارنہ (بحیرہ اسود کے کنارے) مقابلہ کیا صلیبی مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے پر مجبور ہوئے شاہ ہنگری مارا گیا۔ ہونیاڈ جو یورپ کا بڑا شجاع اور پہلے کئی دفعہ فتح حاصل کرچکا تھا۔ اپنی جان بچاکر بھاگا۔ کارڈینال بھی مارا گیا ترکوں نے نصرانیوں سے پورا انتقام لیا۔ اور مال غنیمت بھی بہت حاصل کیا۔

۸۵۰ھ میں ہونیاڈ یورپ سے پھر صلیبیوں کا لشکر لیکر قوصوہ پر مقابلہ کو آیا۔ مراد نے نکل کر مقابلہ کیا۔ ہونیاڈ نے پھر شکست کھائی۔

۵ محرم ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں مراد نے ادرنہ میں وفات پائی۔

سلطان محمد فاتح اور عیسائیوں کے قدیم دارالخلافہ قسطنطنیہ کی فتح

مسلمانوں نے گو بڑی بڑی فتوحات حاصل کی تھیں اور عیسائیوں کے بعض ملکوں پر بھی غلبہ حاصل کرلیا تھا مگر ابھی تک عیسائیوں کے قدیم مرکز اور دارالخلافہ قسطنطنیہ پر فتح حاصل نہیں ہوچکی تھی بارہا اس کی کوششیں کی گئیں مگر سب کوششیں کسی نہ کسی وجہ سے بار آور نہ ہوسکیں تھیں۔ سلطان

محمدؒ پہلا شخص ہے جس نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے دنیائے اسلام میں شہرت حاصل کی۔

گو محمدؒ کے باپ نے اسے وصیت کی تھی کہ قسطنطنیہ فتح کرنے کی کوشش کرنا کیونکہ ایک تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی بابت پیشگوئی ہے کہ مسلمان اسے ضرور فتح کریں گے اور لڑنے والوں کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائی ہے۔ دوسرا جب تک قسطنطنیہ فتح نہیں ہوتا مسلمانوں کی سلطنت خطرات اور فسادات سے محفوظ نہیں مگر سلطان محمدؒ جو ۲۰ سال کی عمر میں جانشین بنا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد اندرونی شورشیں فرو کرنے میں مصروف تھا۔ خود شاہ قسطنطین یازدہم نے اس کی نوعمری سے فائدہ اٹھانے کے لیے چھیڑ خانی کی اور پیغام بھیجا کہ تمہارے خاندان کا شہزادہ اُورخان نبیرۂ سلیمان اعظم جو قسطنطنیہ میں نظر بند تھا اور اس کے مصارف سلطان کی طرف سے ادا ہوتے تھے۔ قسطنطین نے اس رقم کا معہ اضافہ مطالبہ کیا۔ اور عدم منظوری کی صورت میں اُورخان کو مقابل کھڑا کرنے کی دھمکی دیدی۔ محمد نے نرمی سے جواب دیا۔ مگر ترکی وزیر اعظم خلیل پاشا نے کہلا بھیجا کہ قسطنطنیہ سے نکلنے کی خواہش ہے گھبراؤ نہیں جلد حکومت سے سبکدوش کیئے دیتے ہیں۔

سلطان محمد نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں محمدؒ اول نے قسطنطنیہ کے بالمقابل ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ محمدؒ ثانی نے مغربی ساحل پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس میں دو ہزار کاریگروں اور مزدوروں نے مسلسل تین ماہ کام کیا اس قلعہ کی فصیل ۳۰ فٹ موٹی تھی محمدؒ کی یہ یادگار میلیان حصار کے نام سے آج بھی مشہور ہے حصار کی تعمیر کے بعد ہنگری کے صناع اربان سے بڑی توپیں ڈھلوائیں جنکے کھینچنے کے لیے ساٹھ ساٹھ جوڑ بیل لگتے تھے۔ جب

انتظام مکمل کر لیا۔ خود سلطان بہ نفس نفیس نوّے ہزار فوج ادرنہ سے لیکر چلا اور امیر بالطہ اوغلی کی قیادت میں جنگی کشتیاں روانہ کیں کہ سمندر کیطرف سے محاصرہ رکھے۔

۲۶ ربیع الاول ۸۵۷ھ کو سلطان نے قسطنطنیہ کا نوے ہزار فوج سے محاصرہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی بحری جنگ آبنائے باسفورس میں پیش آئی۔ ۱۴۰ عثمانی جہاز تھے۔ قیصر کی امداد کے لیے جنیوا کے جنگی جہاز آگئے اور دشمن کے رسد کے جہاز قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ غرضیکہ ترکی بیڑا نقصان اٹھا گیا۔ سلطان محمد نے یہ رنگ دیکھکر خشکی میں باسفورس اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان پانچ میل پہاڑی زمین پر لکڑی کے تختوں کی سڑک بنوائی اور ان تختوں کو چربی سے خوب چکنا کرا دیا اور ایک رات کے اندر ۸۰ کشتیاں بیلوں سے کھنچوا کر بندرگاہ کے اس حصّہ میں پہنچا دیں قسطنطنیہ کا یہ حصّہ بھی حملہ کی زد میں آگیا بری فوج نے مناسب فاصلہ پر توپیں نصب کیں سلطان بحروبر نے ۲۹ مئی ۱۴۹۳ء کی صبح کو عام حملہ کا وقت مقرر کیا تھا۔ اس رات تمام لشکرگاہ میں چراغاں رہا اور ساری فوج دعا اور عبادت الٰہی میں مصروف رہی۔ صبح ہوتے ہی فصیل کی طرف بڑھی رومیوں نے نہایت ہمت اور پامردی سے مدافعت کی یہاں تک کہ قیصر قسطنطین جنگ میں مارا گیا۔ آغا حسن جو پہلے فصیل پر چڑھا تھا شہید ہوا۔ فصیل توپ کے گولوں سے پھوٹ گئی اور مسلمان کشتیوں سے نکل نکل کر شہر قسطنطنیہ میں داخل ہو گئے۔ سلطان انکشاری فوج کے ساتھ تھا۔ جب اندر داخل ہو کر مشہور کنیسہ اباصوفیہ کے دروازے پر پہنچا اس میں آذان دلوائی اور ظہر کی نماز پڑھی اس وجہ سے یہ کنیسہ جامع مسجد بنا دیا گیا۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد سلطان معظم نے رومیوں و یونانیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا۔ ان کے دینی معاملات میں مداخلت نہیں کی بلکہ پوری

مذہبی آزادی بخشی ایک پادری مقرر کیا جو ان کے معاملات دینی طے کرے۔ بغیر چند کنیسوں کے جو مسجد بنا دئے گئے باقی تمام کنیسے ان کو دے دیئے گئے راہبوں اور پیشواوں کو ہر قسم کی خدمات اور محصولات سے مستثنیٰ کر دیا۔ اس نیک برتاؤ کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو عیسائی شہر سے بھاگ گئے تھے واپس آگئے اور اپنے گھروں میں آباد ہو گئے جن میں سے اکثر ترکوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

عرصہ دراز کی کوششوں کے بعد قسطنطنیہ کی فتح سے صدیوں قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی[1] پوری ہو گئی۔ اس لیے فتح قسطنطنیہ کی خبر عالم اسلامی میں مشتہر ہوئی اور اس پر خوشیاں اور جشن منائے گئے اور ہر طرف سے بادشاہوں اور

---

[1] بخاری اور مسلم میں وَقَیْصَرُ لَیَھْلِکَنَّ کے الفاظ میں یہ پیشگوئی آئی تھی۔ کہ قیصر ضرور ہلاک ہوگا۔ اور اس کا خزانہ تم میں تقسیم ہوگا۔ اسی طرح قتال الروم کے باب میں بخاری میں یہ روایت بھی تھی کہ جو پہلا جیش مدینہ قیصر کے لیے غزا کرے گا۔ بخش دیا جائے گا مسلم میں ہے تم روم پر غزا کرو گے اور اللہ اسے فتح کرا دیگا۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ کا خراب ہونا ہے اور مدینہ کا خراب ہونا لڑائیوں کا خروج کرنا ہے اور لڑائیوں کا خروج کرنا فتح قسطنطنیہ کا باعث ہوگا۔ اور فتح قسطنطنیہ خروج دجال کا باعث ہوگا (ابوداؤد باب مایذکر فی ملاحم الروم) ان تاریخی واقعات نے قیصر روم کی ہلاکت اور فتح قسطنطنیہ کی پیشگوئی کی حرف بحرف تصدیق کر دی حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا خروج ہوگا۔ یعنی فتح قسطنطنیہ اس کے خروج کا باعث بنے گا۔ چنانچہ فتح قسطنطنیہ کے بعد رفتہ رفتہ مسیحی قوم نے صنعتی اور سیاسی ترقی میں قدم رکھنا شروع کیا تو مسیح الدجال یعنی مسیحی پادریوں اور فلاسفروں کا خروج ہوا۔

امراءِ ملک، علماء، شعراء نے سلطان کو مبارک باد بھیجی۔ اور "فاتح" آپ کو لقب دیا۔ اس لیے آپ تاریخ میں سلطان محمد فاتح کے لقب سے ملقب ہیں۔

سلطان نے فتح کے بعد سب سے پہلے قسطنطنیہ میں حضرت ایوب انصاری (صحابی) جو سب سے پہلے جشن میں قسطنطنیہ پر امیر معاویہ کے زمانہ میں لڑتے ہوئے یہاں وفات پا گئے تھے۔ کے مزار پر ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ اور قسطنطنیہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔ جامع مسجد میں سلاطین عثمانیہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جانے لگی۔

سلطان فتوحات کرتا ہوا بلغراد کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں جنرل ہونیاڈ سے سخت مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں چوبیس ہزار ترک شہید ہوئے اور سلطان بھی مجروح ہوا۔ بالآخر ناکام ہو کر واپس لوٹنا پڑا۔ ہونیاڈ بھی زخمی ہوا اور بیس روز کے بعد وفات پا گیا۔ مگر سلطان نے ہمت نہ ہاری اور ۸۶۳ھ میں موره کو فتح کر کے بوسینیا پر بھی تصرف جما لیا۔ ایشیا میں طرابزوں اور سفندبار دونو ریاستیں اپنی حدود میں ملا لیں۔ ہنگری میں بھی ترکوں اور عیسائیوں کا مقابلہ ہوا۔ جہاں کاونٹ کیٹس نے ترکوں کو شکست دی۔ ترک کثیر تعداد شہید ہوئے اور صدہا گرفتار ہو گئے۔ خونخوار ہنگریوں نے ترک قیدیوں کو قتل کیا اور ان کی نعشوں پر فرش بچھا کر کھانے کھائے پوپ نے کاونٹ کیٹس کو ہونیاڈ کی جگہ "حامی دین عیسوی" کا خطاب دیا۔ یہ تھی عیسائیوں کی بربریت جس پر وہ مہذب ہونے کے مدعی تھے۔ اس کے بعد جزائر بحر روم میں سے اوترانت کو بھی فتح کیا گیا۔ روڈس کی طرف بھی بحری بیڑہ بھیجا گیا جہاں فتنہ گروں پر تین ماہ تک محاصرہ رہا مگر آخر ناکام لوٹنا پڑا۔

۱۴ ربیع الاول ۸۸۶ھ کو سلطان فوت ہوا اور قسطنطنیہ میں شاہی زمین میں مقررہ جگہ پر دفن کر دیا گیا۔

سلطان بایزید ثانی

مراد ثانی کے بعد اس کا بیٹا سلطان بایزید ثانی تخت نشین ہوا۔ دول یورپ پر دولت عثمانیہ کی دھاک بیٹھ گئی تھی وہ سلطان سے تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۸۹۷ھ میں پہلا روسی سفیر ماسکو سے تحفہ اور ہدیہ لے کر آیا اور مملکت عثمانیہ میں تجارتی امتیازات حاصل کیے۔ سلطنت بولونیا سے بھی اس سال بغدان (رومانیہ کا حصہ) کے متعلق عہد نامہ ہوا۔ اہل بغدان نے دولت عثمانیہ کی بخوشی سیادت قبول کی ہنگری کا قبضہ اس سے اٹھ گیا۔

ڈیوک میلانو جمہوریہ فلانسا نیز پوپ اسکندر سادس نے بھی دولت عثمانیہ سے تعلقات قائم کئے۔ تاکہ سلطان کی بری و بحری قوتوں سے اپنے مخالفین کے لیے امداد حاصل کر سکے۔

یورپ میں فتوحات

جمہوریہ وینس ترکوں کی مخالف تھی اس وجہ سے بایزید نے فوج کشی کر کے ترکی بیڑے کی مدد سے بعض یونانی جزائر جو وینس کے تحت تھے فتح کر لیے۔ پھر بری افواج بوسنہ میں داخل ہوئیں۔ اہل وینس نے شاہان یورپ کی اور پوپ اعظم کی معاونت سے جزیرہ مدلی کا محاصرہ کیا، لیکن ترکوں نے زبردست مقابلہ کر کے شکست دی بلکہ بڑھکر روڈسٹو کو فتح کر لیا آخر وینس نے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ سلطان نے ۹۰۸ھ میں بعمر ۸۰ سال وفات پائی۔

سلطان سلیم اوّل

بایزید ثانی کے بعد سلطان سلیم اول جانشین بنا اس وقت مصر میں آخری خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث

موجود تھا۔ مصر فتح ہوا تو خلیفہ نے دار الخلافہ پہنچکر جامع ابا صوفیہ میں علماء و عمائدین ملک کے سامنے ردائے نبویؐ اور خلافت کا منصب اور اس کے تبرکات سلیم کے حوالے کر دیئے۔ اس طرح منصب خلافت عباسیوں کے ہاتھ سے نکل کر عثمانی سلاطین کے ہاتھ آگیا۔[1] کیونکہ بغداد کی تباہی کے زمانہ سے خلافت مصر میں منتقل ہوئی تھی۔ اور ترک سلاطین ابھی تک خلیفہ نہیں کہلاتے تھے۔ اب کے بعد سے وہ خلیفہ کہلانے لگے اور خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا۔

سلیمان اعظم

۱۵۲۰ء میں سلیم کا بیٹا سلیمان اعظم جانشین بنا جو دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور سلطان تھا۔ اس لیے "سلیمان اعظم" کہلانے لگا۔ اس نے چھیالیس (۴۶) سال تک حکومت کی اس کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی سلطنت کی حدود مکہ سے ہنگری کے دار الحکومت بوڈاپسٹ[2] اور بغداد سے الجزائر تک پھیلی ہوئی تھیں یورپ کے بڑے بڑے عیسائی حکمرانوں نے "سلیمان اعظم" کے اقبال کو بار بار نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر ہر بار ان کو منہ کی کھانی پڑی اور سلیمان ترقی کے راستہ پر گامزن رہا۔

سلیمان اعظم نے شاہ ہنگری کے پاس جزیہ کے مطالبہ کے لیے اپنا سفیر بھیجا مگر اس نے سفیر کو قتل کرا دیا۔ سلطان نے حملہ کیا اور بلغراد پر قبضہ کر لیا۔ بلغراد کی فتح بڑی اہمیت رکھتی تھی شاہ روس اور رئیس جمہوریہ وینس نے سلطان کو کامیابی پر مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ جزیرہ روڈس کو بھی زیر تصرف لایا گیا کریمیا کے والی کی وفات کے بعد اس کا الحاق بھی عمل میں آیا۔

---

[1] تاریخ الدولۃ العثمانیہ ص۲۴ بحوالہ تاریخ ملت جلد ۸ ص۱۰۱

[2] ہنگری کا دار الخلافہ۔

ہنگری کی جنگ

شاہ شارلمان دول یورپ میں سب سے بڑا تھا۔ سپین جرمنی، ہالینڈ اور جنوبی اطالیہ بھی اس کے زیر نگین تھے جمہوریہ فرانس اور جینوا اور جزائر منارکا اور سسلی اس کے تابع تھے۔

فرانس کا بادشاہ فرانسیس اول نے اطالیہ کے صوبہ میلان شارلکان سے جنگ کی جس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر پوپ کی نگاہوں میں فرانسیس کی قدر زیادہ تھی۔ شارلکان کی شاہ فرانس سے چل گئی تو اس نے ترکوں کی امداد چاہی سلطان تیار ہو گیا۔ ایک لاکھ فوج اور تین سو توپیں لیکر سرکوبی کو چڑھ دوڑا اور شارلکان کو سخت شکست دیکر ہنگری پر قبضہ کر لیا۔ اور اسے اپنی حدود میں شامل کر لیا۔

شارلکان کے بھائی فرڈینینڈ نے جو آسٹریا کا بادشاہ تھا۔ ہنگری پر فوج کشی کر کے وہاں کے پایہ تخت بودین (بوڈاپسٹ) پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان نے ڈیڑھ لاکھ فوج لیکر چڑھائی کی۔ بودین کو واپس لیکر آسٹریا میں پیش قدمی کر کے وی آنا[1] کا محاصرہ کر لیا، لیکن شدت سرما ہونے کی وجہ سے فتح نہ ہو سکی۔ یہی یورپ کا آخری نکتہ تھا۔ جہاں ترک پہنچے اور پھر رخ نہ کر سکے۔ ۱۵۶۶ء میں سلطان نے وفات پائی۔

سلطان سلیم ثانی

سلیمان اعظم کی وفات کے بعد سلطان سلیم ثانی تخت نشین ہوا۔ سلیم نے قبرص کی فتح کے لیے لالہ مصطفی کی ماتحتی میں جس نے سلطان کے بھائی بایزید کو قتل کرایا تھا ایک لاکھ بحری فوج ۸،۵۹ھ میں بھیجی۔ جس نے اسے فتح کر لیا اور اس وقت تک عثمانیوں کے تصرف میں رہا جب کہ ۱۸۸۷ء میں انگریزوں نے اسے بلطائف الحیل لے لیا۔

لالہ مصطفی نے کریٹ اور سواحل بحر ایڈریا تک حملے کیئے۔ جمہوریہ

---

[1] آسٹریا کا دار الخلافہ۔

وینس[1] نے اسپین اور پاپائے روم کے ساتھ دفاع کے لیے معاہدات کیے ان سب کا بیڑا ایک ساتھ امیر دون جون کی قیادت میں مقابلہ پر آیا ۷۵ کشتیاں اسپین کی تھیں ۱۴۵ وینس کی ۱۲ یورپ کی اور ۹ مالطہ کے راہبوں کی تین گھنٹہ کی لڑائی میں ۲۵۵ ترکی کشتیوں میں سے ۱۳۵ غرق ہوگئیں۔ بقیہ گرفتار بیس ہزار ترک لڑائی میں شہید اور تیس ہزار گرفتار ہوگئے اس واقعہ نے دولت عثمانیہ کو برافروختہ کر دیا ترکوں کی اس شکست پر تمام یورپ میں خوشی منائی گئی، لیکن محمد پاشا صدر اعظم نے چھ ماہ کے اندر جس میں اہل یورپ اس کامیابی کے جشن میں مصروف تھا نہایت کوشش اور ہمت کے ساتھ ڈھائی سو جدید جہاز تعمیر کرالیے چنانچہ جاڑا گزرنے کے بعد نو بہار کے موسم میں یورپ نے دیکھا کہ بحیرہ روم میں ترکوں کا وہی اقتدار قائم ہے جو فتح سے پہلے تھا اس لیے جمہوریہ وینس کو مجبوراً ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑنا پڑا مزید برآں اس نے تاوان بھی ادا کر دیا۔ ڈون جان نے اسپینی بیڑے سے جاکر تونس پر قبضہ کر لیا۔ مگر ترکی بیڑے نے وہاں پہنچ کر اسے وہاں سے نکال دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کی خوب پٹائی کی۔ سلیم کے زمانہ میں عیسائیوں سے تعلقات کی وجہ سے شراب خوری کثرت سے پھیل گئی تھی۔ ۹۸۲ھ میں سلطان نے وفات پائی۔

سلطان مراد خاں ثالث

سلیم کے بعد سلطان مراد خاں ثالث تخت نشین ہوا اس نے انکشاریہ کی بغاوت کو فرو کیا۔ اسی اثنا میں رومانیہ اور ٹرانسلوانیا[2] نے روڈلف شاہ اسٹریا اور قیصر جرمنی کی مدد سے اپنے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ صدر اعظم سنان پاشا خود مقابلہ پر آگئے اور ان کو شکست دیکر مجارستان (ہنگری) پر قبضہ کر لیا، لیکن انہوں

---

[1] وینس اٹلی کا مشہور شہر ہے۔

[2] رومانیہ کا ایک صوبہ

نے طاقت مجتمع کر کے پھر اسے وہاں سے نکال دیا۔ اور نیکوپلی تک آ گئے۔

۵۲ ۱ء میں مراد نے وفات پائی اس کے بعد سلطان محمد ثالث جانشین ہوئے اس نے ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ سلطان سلیمان اعظم کی وفات کے بعد دو سو سال تک یکے بعد دیگرے ۱۵ عثمانی سلاطین نے حکومت کی مگر اس دوران کمزوریاں بڑھنے کی وجہ سے عثمانی فتوحات کی تاریخ پھیکی پڑتی ہے۔ اس لیے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے اس لائق نہیں کہ انہیں تفصیل سے لکھا جائے۔ سلطان محمد ثالث کے بعد سلطان احمد اول جانشین ہوئے ان کے عہد میں اطالیہ اور اسپین کی جنگی کشتیاں بحیرہ روم میں عثمانی کشتیوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ ان کے روکنے کی تدابیر کی گئیں۔ ہالینڈ، فرنچ اور انگلش تاجروں کو یکساں مراعات دی گئیں مغربی سلطنتوں کے ساتھ معاہدات کی بھی تجدید ہوئی۔ فرانس کے حقوق میں اور بھی اضافہ کیا گیا۔ ولندیزی تاجروں کے ذریعہ اسی زمانہ میں تمباکو ترکی میں آیا اور لوگ اسے استعمال کرنے لگے۔ مفتی اعظم نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا مگر فوج اور خود سلطان کو ترک کے خدام کی مخالفت کی وجہ سے مباح کرنا پڑا سلطان ۲۲ نومبر ۱۶۱۷ء کو وفات پا گئے۔

سلطان عثمان خان ثانی

سلطان کی فوجوں نے پولونیا کی فوج سے جو سرکش ہو رہا تھا۔ شوکزم میں مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور تیس ہزار ترک شہید ہوئے انکشاری باغیوں نے سلطان کو قتل کر دیا اور سلطان احمد کے تیسرے بیٹے مراد کو تخت پر بٹھایا۔ سلطان مراد نے ۱۰۴۹ء میں وفات پائی۔

پھر سلطان ابراہیم جانشین ہوا۔ جو دن رات لہو لعب اور بہیمی خواہشات میں مگن رہتا تھا آخر انکشاریہ نے اسے قتل کرا دیا۔ اور اس کے بیٹے سلطان محمد رابع

کو جانشین بنایا۔ اس کے عہد میں جگہ جگہ سے بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور کئی علاقے تصرف سے نکل گئے۔

اس کے بعد سلطان سلیمان ابن ابراہیم جانشین ہوئے اس کے عہد میں نکلے ہوئے بعض علاقے پھر فتح کر لیے گئے اور پھر سلطنت کا وقار قائم ہو گیا۔ سلطان ۱۱۰۲ میں وفات پا گئے۔

پھر سلطان مصطفیٰ ثانی تخت نشین ہوئے اس نے روس کے حملوں کو روک دیا اور ہنگری کو بھی دوبارہ تصرف میں لایا آسٹریا پر بھی فتح حاصل کی جزیرہ روڈس کو بھی حاصل کر لیا گیا مگر ترکوں کی بڑھتی ہوئی کمزوریوں سے یورپ سے ترکوں کا رُعب جاتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یورپ نے اب کوشش کی کہ ترکوں اور اسلامی نشان ہلال کو یورپ سے نکال دیں اور صلیب کو اُونچا کریں تاکہ اسلام مسیحیت کا حریف نہ ہو سکے۔ یہی مسئلہ شرقیہ ہے جس کا تاریخوں میں ذکر آتا ہے[۱]۔ اس کے

---

[۱] یاد رہے کہ تاریخ جدید یورپ میں مسئلہ شرقیہ کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے چار پہلوؤں کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ ترکی کی عیسائی رعایا یعنی جزیرہ نمائے بلقان کی مختلف نسلیں اسلامی بالادستی کی بجائے عیسائیت کی بالادستی چاہتی تھیں دوسرا یہ کہ آسٹریا جنوبی علاقوں یعنی سیلونیکا کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ اور ان علاقوں کو ترکی سے چھینا چاہتا تھا۔ تیسرا یہ کہ روس ڈیلشیا کے میدانوں کی طرف سے آگے بڑھ کر ترکی کے اہم مقام قسطنطنیہ پر قبضہ جمانا چاہتا تھا اور ترکی کے زیادہ سے زیادہ علاقے ہتھیا لینا چاہتا تھا۔ چوتھا یہ کہ برطانیہ اور فرانس آہستہ آہستہ بحیرہ روم میں اپنی سمندری فوقیت جمانا چاہتے تھے گویا ہر یورپی طاقت خود غرض تھی ترکی کے حصے بخرے کرنے پر آپس میں متفق نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے ہر موقع پر جنگ و جدل کے علاوہ سیاسی کانفرنسوں کے ذریعہ بھی ترکی مسئلہ حل کرنا چاہا مگر سب طاقتوں کی باہم خود غرضی سیاست اور متضاد

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بعد ۱۱۱۵ء میں سلطان کو معزول کر کے اس کے بھائی احمد کو جانشین بنایا گیا۔

سلطان احمد ثالث اور عیسائی روس کے ارادے

اس کے عہد میں کمزوریوں کی رفتار کے بڑھ جانے کی وجہ سے زار روس پیٹر اعظم نے اپنے ملک کے سامنے جو نصب العین پیش کیا۔ اس میں یہ بھی تھا" کہ جس قدر ممکن ہو ہم ایک طرف ہندوستان اور دوسری طرف قسطنطنیہ کے قریب تر ہوتے جائیں کیونکہ جس کے پاس ہندوستان کی دولت ہو وہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے اور جس کا قبضہ قسطنطنیہ پر ہو وہ تمام عالم پر حکومت کر سکتا ہے"۔

چنانچہ روس نے اس مقصد کے لیے سویڈن کے بادشاہ شارل دوازدہم کے ساتھ جنگ شروع کر دی تاکہ درمیانی سلطنتوں کو کمزور کر کے قسطنطنیہ کے لیے اپنا راستہ صاف کرے۔ شارل نے ترکوں سے مدد طلب کی۔ مگر باب عالی نے کوئی توجہ نہ کی۔ حالانکہ ترک کئی دفعہ روس کو شکست دے چکے تھے۔ اگر ترک شارل کی مدد کرتے تو شاید ماسکو پر قابض ہو جاتے۔

۱۱۲۷ء میں جمہوریہ وینس کی حمایت سے مانٹی نیگرو نے بغاوت کی۔ ترکوں نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ باغی پیشقدمی کر رہے تھے کہ انگلینڈ اور فلمنگ نے اپنے تجارتی مفادات خطرہ میں دیکھ کر باہمی صلح کرا دی۔ جس میں بلغراد اور سروبیا کے ایک بڑے حصّے سے ترکوں کو دستبردار ہونا پڑا۔ سلطان عیش و نشاط کی محفلیں کرتا تھا۔ جس سے اکثر ارکان سلطنت میں عیش پرستی کا مرض پھیل

(بقیہ صفحہ سابقہ) سیاسی مفادات سدّ راہ تھے اس لیے مسئلہ حل نہ ہو سکتا تھا اس زمانہ میں برطانوی سیاست دان گلیڈ سٹون بھی ترک کافروں کی عیسائی رعایا کے حق میں خون کے آنسو بہاتا تھا اور روس بھی ان کی پیٹھ ٹھونکتا رہتا تھا۔

گیا اور سلطنت کمزور ہوتی گئی۔

سلطان محمود اوّل اور روس اور آسٹریا

حالات خراب دیکھکر امراء انکشاریہ نے سلطان کو معزول کر کے اس کے بھتیجے محمود کو جانشین بنایا۔ محمود کی نادر شاہ (ایران) سے ٹھن گئی۔ اس اختلاف سے روس نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور فوج کشی کر کے حدود عثمانیہ میں فوجیں بھیج دیں۔ روس نے آسٹریا کو بھی ساتھ ملایا، لیکن علی پاشا والی بوسینیا اور کریربلی پاشا نے نیش میں روسیوں کا راستہ روکا اور ایسی شکست دی کہ روسی بھاگ گئے اور ترک فوجوں نے پیش قدمی کر کے بلغراد پر قبضہ کر لیا۔ اور روسیوں کی خوب پٹائی ہوئی۔ تب فرانسیسی سفیر کے واسطہ سے روسیوں نے سلطان سے صلح کی۔ ۱۴ جمادی الثانی ۱۱۵۳ھ کو عہد مصالحت لکھا گیا۔ جس میں آسٹریا نے بلغراد اور روس نے ازاق سے دستبرداری لکھ دی۔ نیز لکھا گیا کہ روس کو بحیرۂ اسود میں کسی جنگی کشتی رکھنے کا حق نہ ہوگا۔ سلطان ۱۱۶۸ھ میں وفات پا گیا۔

محمود کے بعد سلطان عثمان ثالث جانشین بنا اور ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی۔

روسیوں کا خروج

عثمان کے بعد سلطان مصطفٰے ثالث ۱۱۷۱ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس زمانہ میں روس نے اپنے[1] ملک میں بڑی اصلاحات کیں۔ ہر شعبہ میں ترقی کی فوج کو جدید آلات حرب سے آراستہ کیا جس سے روس کی قوت دوگنی ہو گئی اس نے ۱۱۸۳ھ میں آسٹریا اور پرشیا کو متحد کر کے عثمانی حکومت پر حملہ کیا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا رومانیہ تک آ گیا

[1] یاد رہے کہ روس عیسائی تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۷ء میں بالشویک انقلاب آیا اور مارکسی اشتراکیت ظہور پذیر ہوئی۔

دوسری طرف اس کے فرستادوں نے جزیرہ موریہ میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ روسی بیڑے نے بحرہ بالٹک سے مغربی سواحل کو قطع کرتے ہوئے یونان کی بندرگاہ کراون پہ پہنچ کر لنگر ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مورہ کے لوگ باغی ہو گئے مگر عثمانی فوجوں نے قوت سے اس بغاوت کو دبا دیا۔

ترکی بیڑے کی تباہی

روسی بیڑے نے ترکی بیڑے کو آلیا مگر شکست کھا گیا۔ مگر اس کی دو تارپیڈو کشتیاں خلیج چشمہ میں پہنچ گئیں جنہوں نے ازمیر کے متصل عثمانی بیڑے کو ایک طرف سے غرق کر دیا۔

روسی امیر البحر الفنسٹن نے ارادہ کیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کر دے۔ اس سے پہلے اس نے جزیرہ لمنوس پر قبضہ کیا اور اسے بحری مرکز بنایا مگر ترکوں نے جہاز سازی کا کارخانہ قائم کر کے اور جدید بحری فنون جنگ کے لیے مدرسہ کھول کر تیز رفتاری سے مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ دوسرے سال قبودان حسن بک نے روسیوں کے امیر البحر کو جزیرہ لمنوس سے نکال دیا۔ اور اسے ایسی شکست فاش دی کہ وہ اپنی امیر البحری کو بھول گیا۔

ترکوں کی تیاری دیکھ کر روس نے امیر سلیم کو جو عثمانی مملکت کے ماتحت تھا گانٹھا اور وعدہ کیا کہ ہم تم کو مستقل امیر تسلیم کر لیں گے وہ فریب میں آگیا اور اس نے اپنے دو لڑکوں کو سینٹ پیٹرس برگ میں ملکہ کیتھرائن کے پاس بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا مگر روسیوں نے کریمیا میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور وعدہ پورا نہیں کیا اب سلیم گرائی کی آنکھ کھلی اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر سلطان کے پاس جا کر پناہ گیر ہوا۔ یہ تھے عیسائیوں کے اخلاق روسی فوجیں بڑھتی ہوئی بلقان تک پہنچیں اور صلح کی پیش کش کی۔ مگر شرائط صلح سخت ہونے کی وجہ سے

منظور نہیں کی گئی۔ اور ترک جم کر روس سے لڑے روسیوں نے علی بک والی مصر کو بھی ورغلایا اس نے بھی بغاوت کی مگر خود مصر کے ممالک میں سے ایک امیر محمد بیگ ابو ذہب نے باغیوں کی گوشمالی کی اور غدار علی بک کا سر اتارا اور روسی افسروں کو گھیر کر گرفتار کر لیا اور ان کے سر کاٹ کر علی بک کے سر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں قسطنطنیہ بھیج دیئے۔

سلطان پر پیہم بغاوتوں اور تردّدات کا بڑا اثر تھا۔ انہی واقعات سے متاثر ہو کر ۱۱۸۷ھ میں انتقال کر گیا۔

سلطان عبدالحمید اوّل اور فتنۂ روس

۱۱۸۷ھ میں عبدالحمید تخت نشین ہوا جس کے عہد میں ملک روبزوال تھا۔ روس پوری طاقت سے جنگ میں مشغول تھا مجبوراً سلطان کو ان شرائط پر صلح کرنی پڑی جنہیں مصطفےٰ ثالث نے قبول نہ منظور کر دیا تھا۔ اس کی رو سے گرجستان۔ چرکس معہ قلعہ ازاق روس کو دیئے گئے۔ اور کریمیا کو عثمانی تصرف سے نکال کر مستقل حکومت قرار دیا گیا اندرونی لڑائیوں سے روس نے فائدہ اٹھا کر ۱۱۹۸ھ میں کریمیا میں گردونواح سے بغاوت کرا کر اپنی فوج بھیج دی اور اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد روس اور آسٹریا نے مل کر ترکی مملکت کو آپس میں تقسیم کر دینے کا منصوبہ بنایا انگلستان کے منہ میں پانی بھر آیا وہ بھی تقسیم میں حصہ دار بن گیا۔

۱۲۰۱ھ میں روس نے ترکوں سے جنگ شروع کر دی۔ آسٹریا بھی اس کا ہمنوا ہو کر حملہ آور ہوا۔ ترکوں کو دونوں سے لڑنا پڑا۔ یہاں تک کہ ترکوں نے دشمن کو شکست پر شکست دے کر پچاس ہزار آسٹریوں کو گرفتار کر لیا اور میدان جنگ میں مقتولوں کے ڈھیر لگا دیئے ترکوں نے خوب بہادری دکھائی۔

ابھی جنگ جاری تھی کہ عبدالحمید کا ۱۲۰۳ھ میں انتقال ہو گیا۔

اس زمانہ میں ترکوں کے تعلقات عیسائیوں سے کافی بڑھ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے ترکوں میں پہلا سا مجاہدانہ جوش قائم نہیں رہا۔ عیسائی لڑکیاں کثرت سے ترکوں کے نکاح میں آئی تھیں۔ جن سے ترکوں کی اخلاقی حالت پر بُرا اثر پڑا عیش و عشرت کے لیے رشوت کا بازار بھی گرم تھا۔ جس وجہ سے ترک اپنے بلند اوصاف سے گر گئے تھے۔

سلطان سلیم ثالث اور فرانس

۱۲۰۳ھ میں سلطان سلیم ثالث تخت نشین ہوا۔ جبکہ ترک چاروں طرف سے یورپی طاقتوں کی جنگوں میں گھرا ہوا تھا اور خزانہ خالی تھا۔[1] روسی فوجیں فراح، بغداں کو فتح کرتی ہوئی بسریبا تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف دوسری جانب سے آسٹریا فوجی یلغار کرتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ ترکی فوجوں نے مقابلہ کر کے ان کی پیشقدمی روک کر انھیں پسپا کر دیا۔ اسی اثنا میں آسٹریا کا بادشاہ یوسف ثانی مر گیا اور اس کی جگہ لیوپولڈ دوم تخت نشین ہوا۔ روس نے بعض حالات کی وجہ سے دولت علیہ ترکیہ سے صلح کرنی چاہی ۱۲۰۵ھ کو عہد نامہ صلح لکھا گیا جس میں آسٹریا نے سارا مفتوحہ علاقہ واپس کر دیا اور سابق حدود برقرار رکھی اس کے بعد انگلستان اور پرشیا کے توسط سے روس سے بھی صلح ہوئی۔ جس میں ترکی نے بعض سرحدی علاقے روس کے لیے چھوڑ دیئے۔

مصر پر ابراہیم بک اور مراد بک امرائے ممالیک دولت ترکیہ سے باغی ہو کر بالاستقلال قابض ہو گئے تھے۔ جمہوریہ فرانس نے نپولین بوناپارٹ کو فتح مصر کے لیے بھیجا۔ تاکہ ہندوستان کے ساتھ انگلستان کی تجارت کو روک دیا

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۲۷ ص ۴۵۳

جائے۔ نپولین نے بلا اعلان جنگ مالٹہ اور اسکندریہ پر تصرف جمالیا۔ ابراہیم و مراد بک نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہے۔ جس پر نپولین قاہرہ پر قابض ہو گیا۔ اور مشہور کیا کہ دولت ترکیہ کی معاونت کی غرض سے مصر پر قبضہ کیا ہے تاکہ باغیوں کی سرکوبی کروں سلطان کو اطلاع ملی تو اعلان جنگ کر دیا۔ نپولین بھی تیرہ ہزار فرانسیسی فوج لیکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ کئی راستہ والے علاقے فتح کرتا ہوا عکہ کا محاصرہ کیا۔ مگر والی عکا احمد پاشا نے مقابلہ کر کے پیچھے ہٹا دیا۔ نپولین ترکوں کی بہادری کا لوہا مان گیا۔ اور محاصرہ اٹھا کر قاہرہ آگیا۔ ترک مزید تیاری کر رہے تھے کہ نپولین رات کو خفیہ اسکندریہ سے نکل بھاگا اب اس کی فوج سے ترکی کا مقابلہ ہوا۔ آخر فرانس نے مجبور ہو کر صلح کی۔ اور فوج سازو سامان چھوڑ کر مصر چھوڑ کر چلی گئی۔ نپولین نے جو فرانس کا رئیس جمہوریہ منتخب ہوا تھا۔ دولت ترکیہ سے تعلقات بڑھالیے جو روس کو نہ بھائے۔ اس نے بلا اعلان جنگ فوجیں ترکی علاقہ میں بھیج دیں انگریز بھی روس کے ساتھ مل گئے اور بیڑہ درہ دانیال کے سامنے لایا گیا انگریزی سفیر ارتھناٹ نے یہ مطالبات پیش کئے کہ انگلستان کے ساتھ حلیف ہونے کا عہد کیا جائے اور ترکی بیڑہ اور درہ دانیال کے قلعے اس کے حوالے کر دیئے جائیں اور فلاح ولبغدان روس کو دیئے جائیں ورنہ انگریزی بیڑہ آبنائے سے گزر کر آستانہ پر گولہ باری کریگا۔ ترکوں نے یہ مطالبات نامنظور کر دیئے جس پر انگریزی بیڑے نے گیلی پولی تک بڑھکر عثمانی جہازوں پر گولہ باری شروع کی ترکوں نے پوری سرکوبی کا انتظام کیا تھا۔ یہ دیکھکر انگریزی بیڑا بھاگ گیا۔

اندرونی حالات کی وجہ سے سلطان معزول کر دیا گیا۔ اور سلطان مصطفیٰ رابع کو تخت نشین کر دیا گیا۔ اس کے عہد میں روس باقی مملکتوں سے ملکر ترک کے خلاف منصوبہ بندیاں کرتا رہا اور طے پایا کہ ترک سلطنت کو فتح کر کے باہم تقسیم

کر لیا جائے اس اثنا میں مصطفیٰ کو بھی معزول کر کے سلطان محمود ثانی کو ۱۲۲۳ھ میں جانشین بنایا گیا اس کے عہد میں روس نے تجدید عہد کا مطالبہ کیا اور شرائط نا قابل قبول تھیں جس پر روس نے فوج کشی کر کے کئی ترکی مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ نزاکت حالات سے ترکوں نے بعض علاقے روس کو دے کر صلح کر لی۔

الجزائر پر فرانس کا قبضہ

فرانس کی نظر عرصہ سے ترکی مقبوضہ الجزائر پر تھی اب ترک بہت کمزور ہو چکے تھے یورپی طاقتوں سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی ۱۲۴۶ھ میں الجزائر پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ دولت عثمانیہ کچھ نہ کر سکی البتہ حزب وطنی کے عوامی قائد سید عبدالقادر کی قیادت میں الجزائری سترہ سال تک فرانس سے مقابلہ کرتے رہے آخر فرانس کو مجبور ہو کر الجزائر کو آزادی دینی پڑی۔

۱۸۲۸ء میں روس نے سربیا کی حمایت میں پھر ترکوں سے جنگ چھیڑ دی۔ اور اس کی افواج ادرنہ تک پہنچیں اور قسطنطنیہ خطرہ میں پڑ گیا۔ روس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھ کر یورپ کی حکومتوں نے ہر دو میں صلح کرا دی اور کچھ علاقہ روس کو مل گیا۔

۱۲۵۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی۔

محمود کے بعد سلطان عبدالمجید تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں جبل لبنان میں دروزیوں اور عیسائیوں میں جھگڑا ہو گیا یورپ عیسائیوں کی حمایت میں آ کودا فرانس کی فوجیں حدود ترکیہ میں داخل ہو گئیں مگر فواد پاشا نے یہ فتنہ فرو کیا سلطان نے ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی مگر اس دوران کمزوریاں بڑھتی گئیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں ترکوں نے اپنے ملک میں نئی اصلاحات جاری کر دیں اس دور کا آغاز ۱۷۸۹ء سے ہوا اور ۱۹۲۳ء پر ختم ہوا۔

اقوامِ یورپ میں انقلاب اور نئی جمہوریت کا ظہور

۱۷۸۹ء میں سلیم ثالث تخت نشین ہوا یہ وہ زمانہ تھا جب فرانس اور یورپ کی اقوام میں سائنسی اور صنعتی ترقی کا آغاز ہو رہا تھا۔ اور عیسائی دنیا دنیا میں پھیلنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے بیدار ہو رہی تھی تاریخ جدید یورپ کا آغاز ۱۷۸۹ء سے ہی ہوتا ہے یعنی اٹھارھویں صدی عیسوی کا آخر اور تیرھویں صدی ہجری کا آغاز یہی زمانہ تھا جو بائبل اور قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کی رو سے یاجوج و ماجوج کے خروج اور دنیا میں غلبہ حاصل کرنے کا بتلایا گیا تھا[1]۔ اس دور میں کئی خوفناک جنگیں لڑی گئیں۔ سیاست اور حکومت کا تصور بدل گیا۔ عوامی رائے اور جمہوریت کو اہمیت ملنے لگی اور یورپ کی تہذیب بدل گئی اور جمہوری حکومت تو گویا فیشن بن کر رہ گئی۔ مشہور مورخ گٹلبی کا قول ہے کہ "اس دور میں سائنس صنعت و حرفت اور جمہوریت یکساں طور پر دنیا بھر میں چھا گئی اور مشرقی ممالک کو بھی بے خبری میں آ دبوچا"۔ سلیم پہلا بادشاہ تھا جو مغربی خیالات سے متاثر ہوا اور اپنی حکومت میں مغربی دستور حکومت اور طریقہ تعلیم رائج کرنا چاہا۔ سلطان محمود خان (۱۲۲۳ھ تا ۱۲۵۵ھ) بھی مغربیت کا دلدادہ تھا اس کے بعد سلطان عبدالمجید خاں (۱۲۵۵ھ تا ۱۲۷۷ھ)

---

[1] قرآن مجید میں ہے کہ آخر زمانہ میں یاجوج ماجوج باہمی لڑیں گے اور فساد پھیلائیں گے۔ جیسا کہ آج کل مغربی اقوام سے مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ بائبل میں روس کو یاجوج اور انگلستان کو ماجوج قرار دیا گیا ہے (دیکھو حزقیل باب ۳۸-۳۹) یہ اقوام دو عظیم جنگیں لڑ چکی ہیں اور تیسری عالمگیر جنگ کے لیے تیاریاں کر رہی ہیں۔ تفصیلات "مسیح الدجال اور یاجوج و ماجوج کا ظہور" نامی ایک علیحدہ مقالہ میں درج کی گئی ہیں ناظرین اس کی اشاعت کا انتظار فرمائیں۔ (مولف)

نے بھی مغربی تہذیب کی تقلید اپنے مشیروں سے زیادہ جاری رکھی۔ پھر سلطان عبدالعزیز خان (۱۲۷۷ھ تا ۱۲۹۲ھ) نے مغربی تہذیب اور علوم کو ترکی میں مزید ترقی دی اس نے مغربی ممالک کا خود بھی سفر کیا اور مغربی مدبرین کو اپنے ملک میں بلا کر باہمی میل جول کو مزید وسعت دی گو ان میں مسلمانوں کو بیدار کرنے اور ترقی دینے کی خواہش تھی مگر ترکی قوم انحطاط کے آخری حدود میں پہنچ چکی تھی اب مغربی تہذیب کی تقلید اسے تنزل کی طرف تو لے جا سکتی تھی مگر ترقی کی طرف نہیں۔ شخصی حکومت کی خرابیاں مغربی ممالک سے میل جول کی وجہ سے عوام کے سامنے زور شور سے آ رہی تھیں۔

سلطان عبدالعزیز نے ۱۸۶۷ء میں فرانس کا سفر کیا فرانس میں انقلاب آ چکا تھا۔ سلطان یہاں کی جمہوری اور دینوی ترقی سے متاثر ہوا وہاں سے لندن گئے اور ملکہ وکٹوریا سے ملاقات کی ملکہ نے سلطان کی بیحد مدارات کی یہاں سے وی آنا گئے امراء سلطنت اور شہزادے بھی ساتھ تھے۔

۱۸۶۸ء میں پرنس آف ویلز ولی عہد ملکہ وکٹوریہ مع اپنی بیگم کے قسطنطنیہ آئے اور سلطان کے مہمان ہوئے اس کے بعد امپرس آف فرانس سلطان کے یہاں آئیں پھر امپرز جوزف شاہ آسٹریا سلطان کے مہمان ہوئے۔

یورپ کی حکومت سے تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان بیجا اسراف کرنے لگا اس کی فضول خرچی کا اثر ملک کے خزانہ پر پڑا اور ان حکومتوں سے سلطان نے قرضہ لے لیا جو حکومت پر بڑا بار تھا اس کے علاوہ مغربی تمدن کی ہوا لگی اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے۔ ملک میں جا بجا فتنے اور ہنگامے برپا ہو گئے بوسینیا اور ہرزہ گونیا میں عیسائیوں نے ہزارہا مسلمانوں کو شہید کیا۔ مگر سلطان سے کچھ نہ بن سکا۔ جبل اسود۔ سربیا اور بلغاریہ تنگ

بغاوت کی آگ پھیل گئی اور لاکھوں مسلمان شہید ہوئے فرانس نے اپنے جنگی جہاز حدود سلطنت عثمانیہ میں بھیج کر بعض مطالبات کیے جو سلطان کو تسلیم کرنے پڑے ان حالات میں عمائدین و علماء ملک نے سلطان عبدالعزیز کو معزول کیا۔ ۱۲۹۳ء میں سلطان مراد خامس تخت نشین ہوا۔ سلطان نے بلقان کی طرف فوج بھیجی جہاں عیسائیوں نے بڑے فتنے اٹھائے تھے۔ جس نے ان کی گوشمالی کی۔ اور سربیا کے حکمران پرنس میلان کو میدان میں شکست دی اور اس کے محفوظ مقام کسناخ کو لے لیا۔ ان حالات میں پرنس میلان نے صلح کی۔

سلطان مراد بیمار ہو گیا اس کی حالت نہ سدھری انہیں معزول کرنا پڑا ان کے بعد سلطان عبدالحمید ثانی ۱۲۹۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ ملک یورپ کے فتنہ و فساد اور فریب کاروں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ یورپ عیسائیوں کی حمایت کے بہانے مداخلت کر رہا تھا۔ انگلستان اور روس بلقان کی ریاستوں کے بعض معاملات کو سلجھانے کے لیے اپنے سفراء کے ذریعہ دربار میں مجلس منعقد کیے بیٹھے تھے ان سفراء نے ایسی سخت شرطیں پیش کیں جو منظور کی جاتیں تو ملک تباہ ہو جاتا سلطان نے ماننے سے انکار کر دیا روس نے ناراض ہو کر فوج کشی کی۔ اور پلونہ کے مقام پر مقابلہ ہوا اس مقابلہ میں سلطان مراد گرفتار ہو گیا اور روسی فوجیں سین اسٹی فانو تک جو دارالخلافہ کے متصل مقام ہے آ گئیں۔ تب یورپ نے روس کی پیش قدمی کے خطرہ کے پیش نظر باہمی صلح کرا دی اور ترکوں کو بعض علاقے چھوڑ کر روس کے حوالے کرنے پڑے پھر انگلستان نے ترکوں سے قبرص کا مطالبہ کیا کہ یہاں انگریزی فوجیں رہیں گی تاکہ روس کی مدافعت ہو سکے۔ جو ترک پر حملہ کرنا رہتا تھا اس چال سے انگریز

نے بلالڑے بھڑے قبرص پر قبضہ کر لیا یہ دیکھ کر فرانس نے ٹیونس کو چھوڑنے کا مطالبہ کیا یہ مطالبہ بھی ترکوں کو ماننا پڑا۔

مصر پر عرصہ سے انگریزوں کی نظریں تھیں۔ مصریوں نے نہر سویز کھودی تو یورپ سے قرضہ لیا جس کی وجہ سے انگریزوں نے مصر کے محکمہ مال پر جبریہ نگرانی شروع کر دی اس پر نوجوانانِ مصر کی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی انگریزوں نے اسے دبانے کی کوشش کی اور اسکندریہ پر جہاز کے توپوں کے سائے میں قبضہ کر لیا اور کثیر فوج نہر سویز کے متصل اتاری جو لڑتے لڑتے قاہرہ تک پہنچی اور مصر انگریزوں کے تصرف میں آگیا۔ اس پر مصریوں کا قتل عام ہوا۔ انگریزوں نے مصریوں کے بچے، بوڑھے، عورت، مرد سب کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے سوڈان پر قبضہ کر لیا۔ مہدی سوڈانی کی جماعت نے تین سال تک مقابلہ کیا۔ مگر انگریزوں نے روپیہ پیسہ خرچ کر کے پھوٹ ڈلوا دی بالآخر سوڈانی جماعت ناکام ہو گئی۔ مہدی سوڈانی فوت ہو گئے تھے تو ان کی لاش کو قبر سے نکال کر انگریزوں نے پامال کیا۔ اور لارڈ کچنر نے اس کی ہڈی بطور نشانی اپنی گھڑی میں آویزاں کر دی۔ یہ مہذب ملک کے لارڈ کا کارنامہ تھا سوڈان کے بعد انگریزوں نے فشودہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ شرقی روم ایلی میں بغاوت کرائی گئی اور اسے لے لیا گیا۔ آرمینیا والوں سے بھی بغاوت کرائی گئی اور صدہا قتل ہوئے اہل یورپ نے ان کی حمایت میں آواز اٹھائی سلطان نے کوئی توجہ نہ کی۔

۱۳۱۳ھ میں کریٹ والوں کی طلب پر یورپ کی حکومتوں نے اپنے جنگی جہاز اس جزیرہ پر بھیج دیئے۔ کریٹ سے عثمانی فوجوں کو نکلنا پڑا اور روس اور انگلستان فرانس اور اطالیہ نے کریٹ کو اپنی حمایت میں لے لیا۔

یورپ کے حکمران جن کی طاقتیں عظیم الشان تھیں۔ سلطنت عثمانیہ کی مرکزیت کو

ختم کرنے اور اس کی طاقت کو مٹانے اور اس کے حصے بخرے کرنے میں دن رات کوشاں تھیں اور وزراء سلطنت عثمانیہ کو انہوں نے دولت کی چاٹ لگا کر گانٹھ رکھا تھا۔ شاہ انگلستان ایڈورڈ ہفتم اور زار روس نے مل کر دولت عثمانیہ کی تقسیم کی تجویز پختہ باندھ لی۔ سلطان نے عالم اسلامی سے تعلق قائم کیا۔ اس مقصد کے لیے سید جمال افغانی کی خدمات حاصل کیں۔ سلطان نے مغربی علوم و فنون سے زیادہ دلچسپی لی۔ صدہا کتابیں انگریزی کی ترکی زبان میں منتقل ہوئیں۔ ملک میں بعض انجمنیں بنیں۔ نوجوانوں نے بھی مغربی ترقی سے متاثر ہو کر "انجمن اتحاد و ترقی" کے نام سے انجمن بنائی جو شخصی حکومت کے خلاف جمہوریت قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے ان کا زور اتنا بڑھا کہ ایک انقلابی نوجوان مصطفےٰ کمال نے شیخ الاسلام سے ظالم بادشاہ کے بارے میں معزول کیے جانے کا فتوی بھی حاصل کیا جب سلطان کو قوم کا فیصلہ اور فتوی ہاتھ میں دے دیا گیا تو حیران ہوا۔ جان کی امان مانگ کر خلافت سے دستبردار ہو گیا اور سالونیکا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ جہاں ۱۹۱۸ء میں فوت ہوا۔

سلطان عبدالمجید کے عزل کے بعد ان کے بھائی محمد رشاد کو ۱۹۰۹ء میں سلطان محمد خامس کے لقب سے تخت نشین کر دیا گیا۔ خزانہ خالی اور ملکی نظام ابتر تھا۔

ترکوں کی زبوں حالی دیکھ کر یورپ کے حکمرانوں کی شہ پر اطالیہ نے بلا وجہ ۱۳۲۹ھ میں طرابلس پر حملہ کر دیا۔ ترکوں نے مقابلہ کیا مگر نتیجہ یہ نکلا کہ طرابلس اطالیہ کے قبضہ میں چلا گیا تمام بلقانی ریاستوں نے اعلان جنگ کر دیا۔ گویا یورپ کے حکمرانوں نے ترکی مقبوضات پر بلقانی بھیڑئے چھوڑ دیئے تاکہ وہ اس کی تکا بوٹی کریں اور ترکی کا خرخشہ یورپ سے جاتا رہے مگر بلقانی باہم لڑ پڑے اور

عیسائی عیسائی کا خون بہانے لگا ترکوں نے مقابلہ کر کے انھیں شکست دیدی
جب یورپ کی منصوبہ بازی بلقان میں ناکام ہوگئی تو یورپ ترکوں سے صلح کا
خواہاں ہوا اور لندن میں ایسا صلح نامہ لکھا گیا جس کی رو سے ترکی کو یورپ کے
سارے علاقوں سے بے دخل کر دیا گیا تھا نیز ترکی کے اہم فوجی اڈے ایڈریانوپل
کا مطالبہ بھی کیا گیا اس پر ترکی میں سخت شورش برپا ہوئی اور ایڈریانوپل نہ دینے
اور جنگ جاری رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔ بالآخر معاہدہ کے پرزے پرزے کر کے
اعلان کر دیا گیا کہ جنگ جاری رہے گی اور ایڈریانوپل بلقانوں کے حوالے نہیں کیا
جائے گا یہ رنگ دیکھکر اتحادی خاموش ہو گئے۔

عالمگیر جنگ

۱۹۱۴ء میں یورپ میں جنگ عظیم شروع ہوگئی جس میں ایک
طرف اتحادی (انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی وغیرہ) اور دوسری
طرف جرمنی اور آسٹریا تھا۔ انگلستان نے فیصلہ کیا تھا کہ روس کو قسطنطنیہ
اور درہ دانیال دیا جائے گا اس لالچ میں روس اتحادیوں کا ہمنوا بن گیا تھا
انگریز اپنی طاقت کے بل بوتے پر جنگی جہاز اور زبردست بحری بیڑہ لیکر درہ دانیال
پر حملہ آور ہوئے اس حملے میں دنیا کا سب سے بڑا بحری جہاز پورٹ سمتھ
بھی تھا مگر ترکوں نے ساحلی علاقوں پر ایسی بے مثال گولہ باری کی کہ انگریزی
جہاز سخت نقصان اٹھا کر واپس چلے گئے۔ انگریزوں نے عراق عرب میں بھی
پیشقدمی کی ترکی فوج نے یہاں بھی انگریزوں کی خوب پٹائی کی۔ ذلت خواری سے
انگریزوں کو پسپا ہونا پڑا اور انگریزی فوج گرفتار ہوگئی۔ دنیا نے ترکوں کی بہادری
کا لوہا مان لیا۔

شریف مکہ کی بغاوت

عربوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا تھا کہ ہم کو ترکوں
نے اپنا دست نگر بنا رکھا ہے انگریزوں نے انہیں

شہ دی کہ تم اپنی الگ حکومت قائم کرو ترکی خلافت سے علیحدہ ہو جاؤ۔ انگریزوں نے پوری مدد دی شریف مکہ نے کھُل کر ترکوں کی مخالفت کی اور ترکی فوج کو جو حجاز میں تھی نکال دیا۔ اور ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا انگریزوں نے مسلمانوں کی نا اتفاقی اور کمزوری دیکھکر سیاسی چال بازیوں اور دجالانہ مکاریوں سے ایک طرف بغداد اور دوسری طرف شام و لبنان اور فلسطین سے موصل تک کا سارا علاقہ ترکوں سے چھین لیا۔

۱۳۳۶ھ میں سلطان محمد خامس نے وفات پائی۔

سلطان عبدالوحید خان

سلطان محمد خامس کے بعد سلطان عبدالوحید خاں ۱۳۳۶ھ میں تخت نشین ہوئے ۱۹۱۸ء میں عالمگیر جنگ ختم ہو گئی۔ ۱۹۱۹ء میں پیرس میں دس یورپی سلطنتوں کے نمائندوں کی کانفرنس ہوئی۔ انہوں نے بھی ترکی سلطنت کے لیے موت کا ہی فتوی صادر کیا۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں قسطنطنیہ کے جملہ شعبہ ہائے حکومت اتحادیوں نے ظلم و تشدد سے اپنے ہاتھ میں لے لیے ترکی مجلس مبعوثین کا خاتمہ ہو گیا اور اتحادیوں نے اپنی آلہ کار وزارت ترکی میں بنائی۔

یونانیوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے سمرنا پر قبضہ کر لیا اور ترکوں پر وحشیانہ مظالم کیے۔ مصطفے کمال نے اپنے وطن کی قوتوں کو جمع کر کے مقابلے کیے اور کامیاب ہونے لگے۔ مگر انگریزوں نے انہیں باغی قرار دینے کے لیے سلطان عبدالوحید سے کہا۔ سلطان انگریزوں کے پھندے میں پھنس چکا تھا۔ سلطان نے ان کے استیصال کے لیے فوج بھیجی۔ جس پر ملک میں سلطان کے خلاف ایک لہر دوڑ گئی مصطفے کمال کو علم ہوا تو اس نے کہا کہ میں آستانہ کی ترکی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ اجنبی طاقتوں کے زیر اثر ہے۔

مصطفے کمال نے دو لاکھ فوج مرتب کر کے انگریز کے پٹھو یونانیوں پر جو ملک کے بڑے حصّے پر ظلم و جور سے قبضہ کیئے بیٹھے تھے حملہ کر دیا اور انہیں بردھہ ازمیر

اور سمرنا سے نکال دیا یورپ ترکوں کی اس بہادری سے حیران ہوکر رہ گیا اور قسطنطنیہ سے نکلنے کا وعدہ کیا اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں لوزاں کانفرنس میں قسطنطنیہ، تھریس، اناطولیہ اور ایشیائے کوچک کا کل علاقہ ترکوں کا تسلیم کر لیا گیا اور جملہ مراعات جو یورپ کی حکومتوں نے ترکی میں حاصل کیے تھے یک قلم منسوخ کر دیئے گئے ۱۹۲۳ء کو اتحادیوں نے قسطنطنیہ خالی کر دیا۔ سلطان عبدالوحید بھی انگریزی جہاز پر سوار ہوکر مالٹہ پہنچ گئے۔

ترکی میں قیام جمہوریت

مصطفیٰ کمال اب مقبول عام ہو چکا تھا جس نے ترکوں کا وقار اور ترکوں کا گیا ہوا ملک بحال کر دیا ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمعیت وطنی نے ترکی سلطنت کو جو دستوری تھی، جمہوری کر کے مصطفےٰ کمال پاشا کو صدر منتخب کیا۔ اور اسے "اتاترک" کے خطاب سے نوازا۔ دارالسلطنت قسطنطنیہ سے ہٹا کر انگورہ کو دارالحکومت قرار دیا۔

سلطان عبدالمجید خاں آخری خلیفہ

سلطان عبدالمجید ثانی کو عبدالوحید کے فرار ہونے کے بعد جو ولی عہد بھی تھا ترکوں نے خلیفہ بنایا مگر اصولاً دو متصادم اختیارات ایک ملک میں نہیں رہ سکتے تھے

خاتمۂ خلافت

دوسرے سال ترکی جمہوریہ نے سلطان عبدالمجید ثانی آخری خلیفہ کو بھی معزول کر دیا اور خلیفہ کے ساتھ ہی خلافت کا منصب بھی ختم کر دیا گیا اس طرح مسلمانوں کی وہ خلافت جس کا آغاز مدینہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کی خلافت کے ذریعہ ہوا تھا مختلف منازل و انقلابات سے گزرتے ہوئے بالآخر ترکی میں ختم کر دی گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

باب ششم

مغربی اقوام میں انقلاب عالمی جنگیں

اور مشرق پر اُن کا سیاسی غلبہ

فصل اوّل :

مغربی عیسائی اقوام کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں پندرھوں۔ سولھوین۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی بڑی اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ انہی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان میں انقلاب آیا۔ انہوں نے علمی سیاسی اور صنعتی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور آناً فاناً مشرق پر چھا گئیں۔ اسی سلسلہ میں ان کی باہمی دو عالمی جنگیں ہوئیں جن کے دوررس اثرات ساری دنیا پر پڑے اوّل پہلی عالمی جنگ نے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا اور پھر دوسری عالمی جنگ نے دوبارہ دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ اہل یورپ نے عیسائی تاریخ کو تین زمانوں یا دوروں میں تقسیم کیا ہے اوّل قدیم زمانہ دوئم وسطی زمانہ اور سوئم موجودہ زمانہ قدیم زمانہ انکے نزدیک ۴۷۶ء میں ختم ہوا۔ کیونکہ اسی سال آخری رومی شہنشاہ کو تخت سے اتار دیا گیا تھا اور مغربی رومی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

وسطی زمانہ پندرہویں صدی کے آخر تک پہنچتا ہے جب کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا بعض لوگ اس زمانہ کو ۱۴۵۳ء پر ختم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اسی سال ترکوں نے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) فتح کیا تھا اور مشرق میں رومی

سلطنت ختم ہو گئی تھی۔ ؎

علمی ترقی کا دور اس زمانہ سے سمجھا جاتا ہے جس میں یورپ وسطی زمانہ سے نکل کر موجودہ زمانہ میں داخل ہوا، گویا سولھویں صدی عیسوی سے موجودہ دور تک کا زمانہ علمی یا سائنسی ترقی کا دور شمار ہوتا ہے۔ یہی زمانہ مسلم حکومتوں کے زوال کا ہے۔

مغربی تہذیب و ترقی کی حیثیت

موجودہ دور میں دنیا بھر میں مغربی تہذیب و ترقی کا دور دورہ ہے اور سابق زمانوں کی فنا شدہ تہذیبوں کی طرح اس تہذیب نے بھی عالمگیر چکا چوند پیدا کر دی ہے مگر یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ مغربی اقوام علمی صنعتی اور سیاسی ترقی سے بے شک اونچے درجے پر پہنچ گئیں اور دنیا کی قوموں سے مادی ترقی میں کمال حاصل کر گئیں

؎ مسلمانوں کے فتح قسطنطنیہ کے بعد عیسائیوں کو یقین ہو گیا کہ جنگوں اور لڑائیوں کے ذریعہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکے نہ آئندہ ہو سکتے ہیں اس لیے انہوں نے مقابلہ کا انداز بدل دیا اور پادریوں کی منظم تبلیغ کے ذریعہ مسلم ملکوں میں مقابلہ جاری رکھا۔ چنانچہ انہوں نے مسلم ممالک میں مرکزی اور اہم مقامات پر مذہبی مورچے قائم کر لیے اور دجل و فریب کا وہی طریق اختیار کر لیا جو آدم کو شجر ممنوع کھلا کر جنت سے باہر نکلوانے کے لیے ابلیس نے اختیار کیا تھا اور یہ طریق مسلمانوں کے لیے صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا۔ مسلم ملکوں میں پادریوں کے خروج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی جس میں آپ نے فرمایا تھا فتح القسطنطنیہ خروج الدجال (ابوداؤد) یعنی فتح قسطنطنیہ خروج الدجال کا باعث ہوگا دجال یہی پادریوں کا ہی گروہ تھا۔ جنہوں نے دجل اور فریب سے یہ سب سے بڑا جھوٹ پھیلایا کہ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ مسیحی قوم میں سے آگے چل کر فلاسفروں کا گروہ بھی پیدا ہو گیا جنہوں نے خدا اور روحانیت کا انکار کیا اور ملحدانہ فلسفہ پھیلایا اس طرح پادریوں اور فلاسفروں نے مل کر عالمگیر گمراہی پھیلائی جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

اور دنیا کو ان کی ترقی سے فائدے بھی پہنچے مگر سب سے بڑھکر جو خرابی پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ اس ترقی کی دوڑ میں وہ اخلاق و مذہب کی روح قائم نہ رکھ سکیں جتنی وہ ترقی میں بڑھتی گیئں۔ اخلاق و مذہب سے دُور سے دُور تر ہوتی گیئں ماضی میں مسلمانوں کی تہذیب و ترقی نے بھی دنیا میں چکا چوند پیدا کر دی تھی اور علمی و سیاسی غلبہ حاصل کیا تھا مگر انہوں نے اخلاق و مذہب کو نہیں چھوڑا اور نہ دہریت و گمراہی پھیلائی جیسے موجودہ مغربی اقوام کے فلاسفروں اور پادریوں سے ظہور میں آیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جن صدیوں میں مغربی اقوام ترقی کے میدان میں قدم رکھکر اُٹھ رہی تھیں۔ انہی صدیوں میں مسلمان مسلسل زوال و انحطاط کی طرف جا رہے تھے

؎ پھر کمائے را زوالے ، اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے - مغربی اقوام کی نئی تحریک کا آغاز میں ہی قدیم مسخ شدہ عیسائیت سے تصادم ہو گیا۔ اور اس تصادم سے ایسے خطرناک نتائج نکلے جو نہ صرف مغربی دنیا کے لیے بلکہ پوری دنیا کے لیے غارتگر ثابت ہوئے۔

پرانے زمانہ کی عیسائیت اور اس کے تنگ نظر متکلمین اور متعصب پادری مغربی اقوام کی ترقی کی راہ میں روک بن رہے تھے۔ بائیبل اور عیسائی عقائد کی ایسی تشریحات کی گئی تھیں جو قدیم یونانی فلسفہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے جدید مغربی فلسفہ سے متصادم ہو رہی تھیں اور پادریوں کا خیال تھا کہ ان کی تشریحات کو ذرا بھی ٹھیس لگی تو عیسائیت کی پوری عمارت منہدم ہو کر رہ جائیگی ان حالات میں قدیم مسخ شدہ عیسائیت اور جدید نظریات میں اوّل قدم پر ہی تصادم کا رونما ہونا ناگزیر تھا۔

یورپ میں ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی پادریوں کی مذہبی تنگ نظری اور علم دشمنی کا یہ حال تھا کہ کسی قسم کا علمی مسئلہ اور نئی تحقیق مذہب کی دست اندازی سے

بچ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ خاص اس مقصد کے لیے اسپین میں مجلس "انکوائزیشن" قائم ہوئی تھی جس کا کام یہ تھا کہ جو لوگ مسخ شدہ عیسائیت کے خلاف کچھ کہتے ہوں ان کی تحقیقات کرے اور ان پر کفر کا الزام لگائے۔ چنانچہ اٹھارہ برس میں یعنی ۱۴۸۱ء سے لیکر ۱۴۹۹ء تک دس ہزار دو سو بائیس آدمی ارتداد کے الزام میں زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔ اس مجلس نے ابتدائی قیام سے آخر زمانہ تک تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو کافر و ملحد قرار دیا جن میں سے کئی لاکھ آدمی آگ میں جلائے گئے۔

جس قسم کی باتوں پر کفر کا الزام لگایا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے ہوگا کہ کوپرنیکس (۱۴۷۳ - ۱۵۴۳ء) نے نظام بطلیموسی سے انکار کیا اور ثابت کیا کہ زمین اور چاند وغیرہ آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اس پر مجلس انکوائزیشن نے فتویٰ نافذ کیا کہ یہ رائے کتاب مقدس (بائیبل) کی مخالف ہے اور اس بنا پر کوپرنیکس مرتد اور کافر ہے۔

اٹلی کے مشہور ہیئت دان گلیلیو جو دوربین کا موجد گزرا ہے ایک کتاب کوپرنیکس کی حمایت میں لکھی جس میں ثابت کیا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے اس پر مجلس انکوائزیشن نے فتویٰ دیا کہ وہ مستوجب سزا ہے۔ چنانچہ اس کو گھٹنوں کے بل کھڑا کر کے یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس مسئلہ سے انکار کرے، لیکن وہ اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہا تو قید خانہ بھیج دیا گیا۔ اور دس سال تک محبوس رہا۔

کولمبس نے جب کسی نئے جزیرہ کے دریافت ہونے کی امید پر سفر کرنا چاہا تو کلیسیا نے فتویٰ دیا کہ اس قسم کا ارادہ مذہب کے خلاف ہے۔

زمین کے کروی ہونے کا خیال جب اول اول ظاہر کیا گیا تو عیسائی پادریوں

نے سخت مخالفت کی کہ یہ اعتقاد کتاب مقدس (بائیبل) کے خلاف ہے برونو ایک مشہور فلسفی تھا اسے عیسائیت سے برگشتہ قرار دیکر رڈ میں برسر عام جلا دیا گیا۔ غرض ہر قسم کی علمی ایجادات اور انکشافات پر پادریوں نے کفر و ارتداد کے الزام لگائے۔

پادریوں کے تعصبات اور تنگ نظری اور وہم پرستی اگرچہ علم کو نہ دبا سکے، لیکن اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ علمی گروہ نے پادریوں ہی کے خیالات و اوہام کو مذہب سمجھا۔ اور اس بنا پر نہایت مضبوطی سے ان کی یہ رائے قائم ہو گئی کہ جس چیز کا نام مذہب ہے وہ علم عقل اور حقیقت کے خلاف ہے یہی ابتدائی خیال ہے جس کی صدائے بازگشت آج تک یورپ میں گونج رہی ہے[1] یہی وہ دور تھا جس میں ایسے فلاسفر پیدا ہوئے جنہوں نے عیسائی مذہب اور اس کے پیش کردہ خدا کے خلاف کتابیں لکھیں اور مذہب کو عقل و علم کا دشمن سمجھکر نہ صرف عیسائیت سے برگشتگی اختیار کر لی۔ بلکہ دیگر مذاہب کو عیسائیت پر قیاس کر کے مطلق مذاہب کی مخالفت پر لٹریچر لکھا اور پھیلایا۔ اسلام کے خلاف تو صلیبی جنگوں کے زمانہ سے پادری زہریلا پروپیگنڈہ کرتے چلے آرہے تھے اس لیے ان فلاسفروں نے جن کو اسلام کی مخالفت وراثت میں ملی ہوئی تھی اسلام کی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی اور سرے سے تمام مذاہب کے خلاف ہو گئے اور خدا کا بھی انکار کر دیا چونکہ خدا کی تقدیر اور قدیم پیشگوئیوں کے مطابق مغربی قوموں کے خروج اور صلیبی غلبہ کے آغاز کا زمانہ تھا اور پادریوں اور فلاسفروں کے پس پشت زبردست سیاسی طاقت تھی اور وہ مشرق پر چھائے چلے جا رہے تھے اس لیے مشرق والوں کو بھی ان ملحدانہ خیالات کے زہریلے اثرات نے متاثر کیا۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے الکلام از علامہ شبلی نعمانی ص ۱۶-۱۷

مغربی دنیا کی نشاۃ جدیدہ کی یہ تحریک آگے چل کر ایسی غالب آئی کہ مسلمانوں کے لیے جو گردش ایام سے زوال وانحطاط کی طرف جارہے تھے صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ مسلمانوں نے تلوار کے میدان میں تو صلیبی اقوام کو بار بار شکستیں دیں مگر مغرب کی اس نشاۃ جدیدہ کی تحریک اور ان کے دجل و فریب کا مقابلہ نہ کر سکے یہاں تک کہ صلیبی اقوام نے مسلمانوں کی مرکزیت وسیاسی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔[۱] پس یوں سمجھنا چاہیے کہ صلیبی جنگیں آج بھی جاری ہیں پہلے یہ جنگیں براہ راست تلوار کے ذریعے لڑی گئیں مگر اب تبلیغ مسیحیت جدید فلسفہ کی نشر و اشاعت اور دجل و فریب سے سیاسی اثر و نفوذ کے ہتھیاروں سے ہو رہی ہیں۔

مسلم فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام

مغربی ملکوں کی دو عالمی جنگوں میں یہودیوں نے اس شرط پر برطانیہ کی مدد کی تھی کہ وہ فلسطین کو جو ان کا قدیم قومی وطن ہے اور ان سے عرصہ دراز سے چھن گیا ہے دوبارہ حاصل کرنے اور دنیا میں منتشر یہودیوں[۲] کو وہاں بسانے میں ان کی مدد کریں گے۔ انیس سو سال پہلے

---

[۱] قرآن وحدیث میں پیشگوئی تھی کہ آخری زمانہ میں صلیبی مذہب کا عالمگیر غلبہ ہوگا۔ اور کثرت سے مذہبی اور سیاسی فتنے پھیلیں گے مسیح الدجال (پادریوں اور فلاسفروں کا گروہ) اور یاجوج ماجوج (آگ سے کام لینے والی اقوام) ظاہر ہونگے تب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دستگیری کرتے ہوئے ان میں سے مسیح و مہدی کو مبعوث کریگا جس کے ذریعے کسر صلیب ہوگی اور غلبہ اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔

[۲] خدائی تعلیمات سے غفلت حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ذلت مسلط کر دی تھی اور انہیں دنیا کے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

عیسائیت کے ظہور سے یہودیت کی ترقی و توسیع رک گئی تھی اور تیرہ سو سال قبل اسلام کے ظہور سے عیسائیت اور یہودیت دونوں کی ترقی و توسیع رک گئی تھی گو ابتدا ہی سے عیسائیوں اور یہودیوں میں شدید نفرت و عداوت چلی آ رہی تھی مگر دو عالمی جنگوں نے جو دور رس اثرات دنیا پر ڈالے ان میں سے عیسائیوں اور یہودیوں کا مسلم حکومتوں کے خلاف سیاسی گٹھ جوڑ اور یہودیوں کا قومی احیاء و اجتماع بھی ہے[1] یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے لٹریچر میں آخری زمانہ میں مسیح الدجال یا جوج و ماجوج اور مسیح موعود کے ظہور کے لیے جو پیشگوئیاں چلی آ رہی تھیں ان میں بھی بتایا گیا تھا کہ آخر زمانہ میں صلیبی غلبہ کے

(بقیہ صفحہ سابقہ) مختلف ممالک میں تتر بتر کر دیا تھا۔ فلسطین میں دوبارہ آنے کے زمانہ تک وہ دنیا بھر میں منتشر اور محکوم رہے جن ملکوں میں بنی اسرائیل نے کثرت سے اسلام قبول کر لیا انہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہت دیدی جیسے کشمیر اور افغانستان میں جہاں اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔

---

[1] قرآن مجید میں سورۃ انبیاء اور سورہ بنی اسرائیل میں پیشگوئی تھی کہ آخر زمانہ میں جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائینگے اور مسلمانوں کے لیے وعدہ آخرت پورا ہونیکا وقت آئیگا تو بنی اسرائیل کو دوبارہ فلسطین میں جمع کیا جائیگا مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں تینوں قوموں کے مذہبی لٹریچر میں یہ پیشگوئی مختلف الفاظ میں آئی ہے اور اسے مسیح موعود کی علامات میں سے بھی قرار دیا گیا ہے اور مسیح الدجال کے زمانہ سے بھی متعلق بتلایا گیا ہے چونکہ یاجوج و ماجوج (مغربی اقوام) مسیح الدجال اور مسیح موعود کا زمانہ ظہور ایک ہی ہے اس لیے مضمون کے لحاظ سے پیشگوئی میں کوئی تضاد نہیں بلکہ پیشگوئی مختلف الفاظ میں ایک ہی حقیقت کیطرف اشارہ کرتی ہے جو موجودہ زمانہ میں غیر مبہم طور پر ہمارے سامنے پوری ہو چکی ہے اور مذکورہ تاریخی واقعات سے عیاں ہے کہ کس طرح پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔

دنوں میں یہودیوں کو ارض مقدس میں دوبارہ جمع کیا جائے گا۔ اور بڑی طاقتیں ان کی پشت پناہ ہونگی جن ظاہری اسباب و تاریخی واقعات نے ان پیشگوئیوں کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے ان کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں آسٹریا کے صحافی تھیوڈر ہرزل جو تحریک "صیہونیت" کا بانی سمجھا جاتا ہے نے ۱۸۹۷ء میں بیسل (سوئٹزرلینڈ) میں پہلی صیہونی کانگرس بلائی جس میں فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی آواز پہلی بار بلند ہوئی یہ آواز اگلے سیاسی پروگرام کی بنیاد ثابت ہوئی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں "صیہونیت" کی یہ تحریک سارے یورپ میں پھیل گئی اور امریکہ میں بھی پہنچی۔ ۱۹۱۸ء میں یہودیوں نے کثیر تعداد میں امریکہ پہنچ کر "امریکن جیوش کانگرس" کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۳ء تک مختلف ملکوں کے دو لاکھ سات ہزار یہودی صیہونی تحریک کے حامی بن چکے تھے۔

فلسطین سے یہودیوں کو نکلے صدیاں گزر چکی تھیں اس دوران میں انہوں نے کبھی واپس جانے کے متعلق نہ سوچا اور دعویٰ کیا کہ فلسطین ان کا ہے یہ مطالبہ پہلی بار انیسویں صدی عیسوی میں سنا گیا اسی زمانہ میں فلسطین میں یہودی آبادی پچاس ہزار سے بھی کم تھی تقریباً دو ہزار سال سے عرب اس سرزمین میں رہتے چلے آ رہے تھے مگر اب یورپ کی بربریت کے جواب میں امریکی یہودی عرب دنیا کے ایک حصے پر اچانک دعویٰ جتانے لگے تھے۔

۱۹۱۶ء میں صیہونیوں کی عالمی تنظیم نے برطانوی دفتر خارجہ سے ساز باز کی۔ "اعلان بالفور" اس سازش کا نتیجہ تھا اس میں کہا گیا تھا کہ برطانوی حکومت فلسطین میں یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی حمایت کرتی ہے اور انہیں اس مقصد کے حصول میں ہر ممکن مدد دے گی۔ مالی امداد کے علاوہ جنگ کے دنوں میں

صیہونی لیڈر ڈاکٹر ویزمان نے بہت بڑی قوت کا آتش گیر مادہ ایجاد کر کے بھی برطانیہ کی مدد کی تھی اور برطانیہ یہودیوں کا مرہون منت تھا اس کے علاوہ برطانیہ کو نہر سویز (مصر) کے قرب وجوار میں ایک دفاعی اڈے کی ضرورت تھی۔ ویزمان اور دوسرے صیہونی لیڈر برطانیہ کو یقین دلا رہے تھے کہ یہ اڈہ یہودیوں کا قومی وطن ہی ہو سکتا ہے اعلان بالفور کا ابتدائی مسودہ ویزمان ہی نے تیار کیا تھا جسے برطانوی حکومت نے ترمیم واضافے کے بعد منظور کر لیا[1]

۱۹۲۳ میں جمعیت اقوام (لیگ آف نیشنز) نے فلسطین کو برطانیہ کے انتداب میں دیدیا۔ اور برطانیہ نے عربوں اور یہودیوں کو ان کے حقوق کے تحفظ کا پھر یقین دلایا۔ مملکت حجاز کے نمائندے امیر فیصل نے صیہونی تنظیم کے نمائندے ڈاکٹر ویزمان کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ عربوں نے اعلان بالفور کو تسلیم کر لیا اور فلسطین میں یہودی تارکین وطن کو اس شرط پر آباد کرنے کی اجازت دیدی گئی کہ عربوں کو آزاد کر دیا جائیگا۔

اعلان بالفور اور اس کے بعد مختلف معاہدوں میں فلسطینی عربوں کو تحفظ کی جو ضمانتیں دی گئی تھیں انہیں رفتہ رفتہ پس پشت ڈال دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ نے اعلان بالفور کے اس مسودہ پر عمل کیا جو ویزمان نے مرتب کیا تھا۔

بعد میں امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ سازش سے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کے بارے میں رپورٹ پیش کرے کمیٹی نے ایک

---

[1] نہر سویز بحیرہ روم کو بحیرہ قلزم سے ملاتی ہے مصر کی سرزمین سے گزرتی ہے یہ دنیا کی اہم ترین سمندری شاہراہ ہے انگلستان اور دوسرے یورپین ممالک کے تیل بردار جہاز و دیگر وسائل قوت اسی نہر سے گزرتے ہیں یہ نہر عالمی اہمیت کی حامل ہے ۱۹۵۶ء میں جنگ سویز اسی سلسلہ میں ہوئی تھی اور اس کے بعد اسی پر مزید دو جنگیں ہو چکی ہیں۔

لاکھ یہودیوں کو فلسطین میں داخلے کی اجازت دینے کی سفارش کی اور لکھا۔

فلسطین میں یہودیوں کو عرب پر مسلط ہونا چاہیئے۔ نہ عربوں کو یہودیوں پر۔ فلسطین عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک یکساں مقدس سر زمین ہے اور کوئی ایک قوم یا مذہب اس کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اقوام متحدہ نے ۱۹۴۷ء میں تقسیم فلسطین کی تجویز منظور کر لی۔ جس پر روس اور امریکہ دونوں متفق تھے۔ اقوام متحدہ کے فیصلہ کے بعد ارض مقدس میں خون بہنے لگا اور پہلے سو دنوں میں سترہ ہزار آدمی مارے گئے۔ تئیس ہزار زخمی ہوئے عرب کچل کر رکھ دیئے گئے برطانیہ نے اپنا قبضہ ختم کیا تو اسی روز ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو چھ بجکر ایک سیکنڈ پر اسرائیل کی حکومت فلسطین میں قائم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ امریکہ نے چھ بجکر ۱۱ منٹ پر اسے تسلیم کر لیا۔ امریکی حکومت کے اعلان میں کہا گیا تھا کہ فلسطین میں جمہوری ریاست قائم ہو گئی ہے اور اس کی عبوری حکومت کی درخواست پر امریکہ نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔

صدر ٹرومین (امریکہ) کا یہ بیان سراسر جھوٹا تھا صدر نے جب اسرائیلی ریاست تسلیم کرنے کا اعلان کیا اس وقت تک اسرائیلی ریاست وجود میں ہی نہیں آئی تھی۔ اقوام متحدہ کو اس کی خبر ملی تو وارن آسٹن اس شرمناک حرکت پر آگ بگولا ہو گیا اس نامعقول اقدام کے ۲۴ گھنٹے بعد سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو اسرائیل کی عبوری حکومت کی طرف سے بحری تار ملا۔ جس میں اسے تسلیم کرنے کی درخواست کی گئی تھی اس طرح بین الاقوامی صیہونی تحریک کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ امریکی صیہونیوں نے اسرائیل کے قیام میں بڑا اہم حصہ لیا تھا۔

۱۹۵۰ء کے آغاز میں امریکہ کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ مشرق وسطی میں سوویٹ روس کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی سامراجی کاروائی جاری رکھی۔

۱۹۴۸ء میں موسم گرما سے دس لاکھ عرب مہاجرین جو فلسطین کے اسرائیلی حصّہ سے نکالے گئے تھے بھوک کا شکار ہوئے امریکی پریس پر یہودیوں کا قبضہ ہے اس لیے عربوں کی حمایت کی کوئی آواز بلند نہیں ہو سکتی ہے[1]

اسرائیلی حکومت کے بعد اسرائیلی حکومت نے دنیا بھر کے یہودیوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے قومی وطن میں آکر آباد ہوں اور اپنا قومی محاذ مضبوط کریں۔ کیونکہ تورات کے مطابق یہی ان کی موعود سرزمین ہے چنانچہ عراق، مراکش، امریکہ و جنوبی و شمالی برطانیہ، جرمنی اور دیگر بہت سے ممالک سے یہودی فلسطین میں آئے اور آباد ہو گئے ۱۹۴۸ سے عربوں اور اسرائیل کی کشمکش زور پکڑ گئی ہے تین جنگیں عربوں اور اسرائیل کے درمیان ہو چکی ہیں مگر امریکہ و برطانیہ کی امداد سے اسرائیل کو کامیابی اور عربوں کو شکست ہوتی رہی۔

تازہ جنگ ۱۹۶۷ میں ہوئی جس میں برطانیہ اور امریکہ کی مدد سے اسرائیلیوں نے عربوں پر جارحانہ حملہ کیا اور پیش قدمی کر کے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا جو گذشتہ ۱۳ سو سال سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آرہا تھا مشرق وسطیٰ کا عرب اسرائیل قضیہ اب اقوام متحدہ میں پیش ہے۔

مشرق وسطیٰ کا یہ حادثہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے عبرتناک واقعہ ہے جو بقول شاہ حسین والی ٹیونس مسلمانوں کی بداعمالیوں اور نااتفاقیوں کا نتیجہ ہے۔[2]

---

[1] اسرائیلی حکومت کے قیام اور پس منظر کے بارے میں اوپر کی مندرجہ تمام تصریحات خود ایک یہودی مصنف الفرڈ ایم للنتھل کی انگریزی کتاب "وٹ پرائس اسرائیل" سے ملخصاً اپنے الفاظ میں ہیں نے درج کی ہیں جو ہنری ریگنری کمپنی شکاگو (امریکہ) نے پہلی بار شائع کی یہ کتاب دور حاضر کی اہم اور نایاب کتابوں میں سے ہے شائع ہوتے ہی یہودیوں نے اس کے اکثر نسخے جلا دیئے تھے بہت کم نسخے بچ سکے تھے متعلقہ باب کا ترجمہ اردو ڈائجسٹ لاہور ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا اسی سے یہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فصل دوم:

مسلم ممالک پر صلیبیوں کا تسلط اور مسلم ملکوں کی انتہائی زبوں حالی

مغربی عیسائی اقوام نے جو کوہ قاف سے پرے دیوارِ ذوالقرنین کے پار ایک عرصہ تک بند تھیں بحریات میں ترقی کر کے جب سمندری راستوں کے ذریعہ مشرق کی طرف خروج کی کوششیں کیں تو انہوں نے ہندوستان کی تلاش میں بحری راستہ دریافت کر لیا جس کی تفصیل یوں ہے کہ یوروپین عیسائیوں میں سب سے پہلے پرتگیزی عیسائی ہندوستان سے تجارت میں پیش پیش تھے چنانچہ پہلے پہل ہندوستان کے بحری راستہ کی تلاش میں کرسٹوفر کولمبس (۱۴۵۱ تا ۱۵۰۶ء) نے بحری سفر کیا - وہ راستہ سے بھٹک کر امریکہ (نئی دنیا) جا پہنچا - جہاں اس نے سرخ امریکنوں کا نام یہ سمجھکر کہ یہ ہندوستان ہے ریڈ انڈینز (سرخ ہندوستانی) رکھ لیا اس کے بعد واسکوڈے گاما (۱۴۶۰ تا ۱۵۲۴ء) جو پرتگال کا مشہور ملاح تھا نے افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کیا اور وہ راس امید پہنچا - ۱۴۹۸ء میں واسکوڈے گاما راس امید کا چکر لگا کر میلنڈا پہنچ گیا وہاں سے احمد بن ماجد نام ایک عرب ملاّح

(بقیہ صفحہ سابقہ) ملخص ماخوذ ہے -

لہ ان واقعات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سو سال قبل کی پیشگوئی پوری کر دی کہ عرب یاجوج ماجوج کے کھلنے پر ہلاک ہو جائینگے یاجوج ماجوج یہی مغربی طاقتیں ہیں جن کے نمائندے روس اور امریکہ ہیں جنھوں نے صیہونیت کا خنجر عربوں کے سینے میں گھونپ کر انھیں نیم بسمل کر کے رکھدیا ساتھ ہی وہ پیشگوئی پوری ہو گئی کہ یہودی مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کا ساتھ دینگے اور ان کے منصوبوں پر چل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے -

اسے رہنمائی کے لیے مل گیا۔ پندرھویں صدی عیسوی میں احمد بن ماجد سے بڑھکر بحر ہند کے متعلق کسی کو معلومات نہ تھیں اس کی راہنمائی سے واسکوڈے گاما ۱۴۹۸ء میں کالی کٹ ملیبار آپہنچا۔ اس طرح پانچ ہزار میل لمبے بحری راستہ سے ہندوستان دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہندوستان کی بحری تجارت عربوں کے قبضہ میں تھی اب پرتگیزوں کی ٹکر عربوں سے شروع ہو گئی۔ چنانچہ پرتگیزوں نے عربوں کا بحری بیڑہ تباہ کر کے بحر ہند کی تجارت پر قبضہ کر لیا عربوں کی حکومت کمزور ہو رہی تھی اب بحری تجارت سے محروم ہوئے تو جہازرانی کی برتری بھی کھو بیٹھے۔ خلیج فارس اور بحیرہ قلزم کی بحری تجارت بھی عربوں کے قبضہ میں تھی۔ پرتگیزوں نے موقع پا کر دونو بحیروں کی بندرگاہوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔

پرتگیزوں کی دیکھا دیکھی دوسری فرنگستانی قومیں بھی پیشقدمی کرنے لگیں۔ ہالینڈ نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور ہندوستان سے تجارت شروع کر دی ۱۸۴۵ء میں انہوں نے تمام کارخانے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ ۱۶۰۰ء میں انہیں ملکہ الزبتھ (انگلستان) کی طرف سے مشرق سے تجارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ آگے چل کر زمانہ گزرنے کے ساتھ انگریزوں کی تجارت اتنی بڑھی کہ انہوں نے وفور دولت کے ذریعہ ہندوستان کی مغل حکومت میں دخل دینا شروع کر دیا جو زوال پذیر ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر انگریزوں نے حکومت ہند پر قبضہ کر لیا مسلمانانِ ہند نے ۱۸۵۷ء میں ان سے جنگ بھی لڑی تھی مگر وہ ناکام رہے۔

اس دوران پنجاب پر اٹھارھویں صدی کے آخر میں سکھوں کی حکومت قائم ہو گئی تھی جنہوں نے مسلمانوں سے مذہبی آزادی بھی چھین رکھی تھی۔ اس پر سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل دہلوی کی سرکردگی میں مجاہدین نے سکھوں کی

حکومت سے مقابلہ کے لیے تیاریاں کیئیں۔ سرحد سے انہوں نے جہاد کا آغاز کیا مگر بعض متعصب مسلم علماء نے انہیں انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا اور خود مسلمانوں نے ان علماء کے اکسانے پر ان مجاہدین پر حملے کیے یہ حالات دیکھکر سید احمد نے اب کشمیر پہنچ کر مقابلہ کا ارادہ کیا اس ارادہ سے وہ بالاکوٹ ضلع ہزارہ پہنچے تھے کہ سکھوں نے راستہ روک کر مقابلہ کیا جہاں دونو قائد شہید ہو گئے اور مسلمان ان کی قیادت سے محروم ہو گئے۔

دیگر مسلمان حکومتیں بھی ایک ایک کر کے زوال پذیر ہو گئیں۔ ۲۶ مئی ۱۸۷۹ء میں معاہدہ گندھک کی رو سے افغانستان کی خارجہ حکمت علمی برطانیہ کے ماتحت تسلیم کی گئی۔ کرم، پشین اور سبی کے اضلاع برطانوی حکومت کے حوالے کیئے گئے ۲۴ جولائی ۱۸۷۹ء کو انگریزی افسر بالا حصار میں داخل ہو گئے۔

۱۸۷۸ء سے عیسائیوں نے قبرص لے لیا اور الیشائی ترکی پر اپنی قیادت قائم کر لی اسی طرح روس ترکی علاقہ ادرنہ پر قابض ہو گیا۔

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۵ء کے زمانہ تک عدن اور بحرین وغیرہ عرب علاقوں پر اور ۱۸۸۲ء میں سوڈان پر برطانوی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔ ٹیونس، الجیریا اور مراکش کے اکثر وبیشتر حصوں پر فرانسیسی اقتدار قائم ہو گیا۔ مراکش کے باقی حصوں پر سپین نے اور طرابلس پر اٹلی نے قبضہ کر لیا۔

زنجبار کی پوری اسلامی سلطنت انگریزوں اور جرمنوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایران روس کے ہاتھوں صیدزبوں کی طرح سسک رہا تھا عربوں اور ترکوں کی مسلم حکومتیں دم توڑ رہی تھیں گویا پوری اسلامی دنیا پر تنزل، پستی اور ادبار کے تیرو تار بادل چھائے ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ مشرقی، مغربی، مذہبی اور سیاسی تحریکوں کی اسلام کے قلعہ

پر ایسی زبردست یلغار ہو رہی تھی کہ مسلمان شکاریوں کے پنجہ میں چڑیا کی مانند نظر آنے لگا اور اندرونی طور پر پادریوں اور فلاسفروں کی مشرکانہ اور ملحدانہ تبلیغی سرگرمیوں نے جن کی پشت پر زبردست نصرانی حکومتیں تھیں، مسلمانوں کی ایسی دردناک حالت بنائی تھی کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

علوم جدیدہ سائنس، فلسفہ اور لادینیت اور دہریت کے سیلاب نے ایسے ایسے باریک اور پیچیدہ مسائل پیدا کر دیئے تھے کہ مشرقی اقوام کے قدیم و جدید دونوں طبقوں کے ایمان و عقائد میں زبردست تنزل پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی سیاسی برتری خاک میں مل چکی تھی۔ اور روحانی تفوق کا نشان باقی نہ رہا تھا۔ جگہ جگہ مشرقی شعراء اور دانشور مسلمانوں کی حالت زار پر مرثیہ خوانی کر رہے تھے۔

گویا مسلمانوں پر ایسا نازک وقت تیرہ سو سال میں کبھی نہیں آیا تھا۔ جیسا تیرھویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں آیا تھا۔ تمام سہاروں سے مایوس ہو کر مسلمان اب دن رات اس مسیح و مہدی کو بھیجنے کے لیے خدا سے دعائیں کر رہے تھے جس کی پیشگوئی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ آخر زمانہ میں میری اُمت میں صلیبی غلبہ کے وقت مسیح موعود ظہور پذیر ہوگا جس کے ذریعہ صلیبی غلبہ توڑ دیا جائیگا۔

باب ہفتم

مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز

انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے دنیا کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے کیونکہ اسی دور سے مغربی اقوام کے عالمی غلبہ کے زوال اور مشرقی اقوام خصوصاً مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا خدائی منشا کے مطابق تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ عیسائی ملکوں میں اسلامی مبلّغ بھجوا کر تبلیغی مشن قائم کئے گئے اور دور رس پُر امن انقلاب کی اساس قائم کر دی گئی۔ خلافت اسلامیہ کا دوبارہ احیاء ہوا جسے مغربی اقوام کے جمہوری اثرات کے تحت عثمانی ترکوں نے ختم کر دیا تھا اور محکوم قوموں کی جدوجہد آزادی کے نتیجہ میں متعدد نئی آزاد اسلامی مملکتوں کا بھی ظہور ہوا[1]

اس دور کا آغاز بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ ہوا جو ۱۸۳۵ء میں قادیان (ہندوستان) میں پیدا ہوئے یہ حقیقت کسی کو خواہ کتنی تلخ ہی معلوم ہو مگر حقائق جو تلخ معلوم ہوں دیر، سویر بالآخر تسلیم کرنے پڑتے ہیں۔ تعصّب یا جذبات سے قطع نظر صرف تاریخی واقعہ کے لحاظ سے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں دنیا کے سامنے مصلحِ آخرالزماں اور مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا۔ اس دعویٰ کو انہوں نے

---

[1] جیسے ایران، پاکستان، مراکش، الجزائر، مصر، سوڈان، شام وغیرہ جنہوں نے بیسویں صدی میں آزادی حاصل کر لی۔

خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور واضح کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنت اور مذاہب عالم کی پیشگوئیوں کے مطابق مُصلح آخرالزماں اور مسیح و مہدی بنا کر بھیجا ہے جس طرح اُس نے پہلے زمانوں میں دنیا میں مصلح بھیجے اس زمانہ میں بھی تمام قوموں کے لیے مجھے عین ضرورت کے وقت بھیجا ہے آپ کی بعثت یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں اور باقی اقوام کے لیے تاریخ کا اہم واقعہ اور مذہبی دنیا کے لیے دُور رس اثرات کی حامل تھی خدا کے مامورین و مرسلین کا ظہور بظاہر معمولی حالات میں معمولی دکھائی دیتا ہے اور عام دنیا ان کی مخالفت اور انکار کرتی ہے صرف خدا ترس اور نیک فطرت لوگوں کو انہیں شناخت کرنے کی توفیق مل جاتی ہے مگر اخلاق و مذاہب کی نشأۃ ثانیہ اور دیرپا انقلابات انہی سے ظہور میں آتے ہیں جو دنیا کا رخ موڑ کر رکھ دیتے ہیں گذشتہ تمام پیغمبروں کی تاریخ اس پر شاہد ہے اور ہمیشہ ایسا ہوا ہے کہ مذہبی انقلاب کے نتیجہ میں سیاسی انقلاب بھی رونما ہوتے رہے ہیں آج جو عالمگیر صلیبی غلبہ دنیا میں ظاہر ہوا ہے اس کے پرستاروں کی ابتدا اس یسوع مسیح سے ہوئی تھی۔ جس پر صلیب غالب آئی تھی اور اس نے اپنی درماندگی اور اپنی بے بسی کا اقرار یوں کیا تھا، کہ "پرندوں کے لیے گھونسلے ہیں مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی جگہ نہیں"، لیکن آج دنیا کے شہنشاہ کہلانے والے اور بڑے بڑے شان و شوکت رکھنے والے تاجدار یسوع مسیح کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السّلام کی بعثت بھی مسیح کے رنگ میں تھی اور مدعی مسیحیت کے لحاظ سے آپ کا دعویٰ دنیا کی تین قوموں کی مذہبی تاریخ اور عقائد سے تعلق رکھتا ہے یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذاہب اور عقائد سے تینوں قومیں مسیح کی آمد کی انتظار کر رہی تھیں نیز مسیح اول کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لے رہی تھیں یہودی تو انہیں جھوٹا مسیح کہتے اور صلیب

پر ان کی لعنتی موت مرنے کے قائل تھے اور مسیحی مسیح کو سچا مان کر بھی کی نیلبی موت ثابت کرتے تھے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانے اور آخر زمانہ میں ان کی آمد ثانی کا پرچار کرتے ہوئے انہیں خدا اور خدا کا بیٹا منوا رہے تھے مسلمان بھی مسیح کے رفع الی السماء اور ان کے آسمان سے دوبارہ جسمانی نزول کے قائل تھے آپ نے تینوں کے عقائد کی اصلاح کی اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں وہ خدا کے سچے پیغمبر تھے صلیب پر لعنتی موت نہیں مرے تھے خدا نے انہیں صلیب کی لعنتی موت سے بچا کر مخفی طور پر ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ فلسطین سے کشمیر کی طرف مخفی طور پر مرفوع ہوئے تھے اور یہاں ان کی طبعی وفات ہوئی تھی اور محلہ خانیار سرینگر (کشمیر) میں آج تک ان کا مقبرہ محفوظ ہے وہ اب دوبارہ نہیں آئیں گے اور جس مسیح کے آنے کی خبر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں و دیگر مذاہب کے لٹریچر میں آئی ہے وہ مثیل مسیح کی پیشگوئی تھی نہ خود مسیح کی۔ وہ مثیل مسیح میں ہوں جسے خدا نے اس صلیبی غلبہ کے زمانہ میں کسر صلیب اور غلبہ اسلام کی بنیاد ڈالنے کے لیے بھیجا ہے پس یاد رکھو کہ صلیب کا غلبہ جاتا رہے گا اور اسلام دنیا میں غالب آئیگا یہ وہ خدائی تقدیر ہے جسے اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ پورا کرنا چاہتا ہے یہ تقدیر پوری ہو کر رہے گی اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے آپ نے جب دعویٰ کیا تو پیشگوئیوں کے مطابق سورج اور چاند کو رمضان کی مقررہ تاریخوں میں ۱۸۹۴ء میں گرہن بھی لگا تھا۔ چاند کو تیرہویں [۱۳] رمضان کو اور سورج کو اٹھائیسویں [۲۸] رمضان کو اور مشرق و مغرب یعنی پرانی اور نئی دنیا دونوں میں مشرق میں پہلے اور مغرب میں دوسرے سال رمضان ہی میں یہ گرہن نظر آیا اور آپ نے اس آسمانی نشان کو اپنی صداقت کے لیے پیش فرمایا گو اس سے پہلے بھی بعض مدعی ہوئے مگر

چاند اور سورج کا یہ نشان کسی کے لیے اس کے وقت میں ظاہر نہیں ہوا حضرت مرزا صاحب نے پادریوں اور فلاسفروں اور مخالفین کے ایک ایک اعتراض کے مدلل جواب دیئے اور اسلام کی برتری کے ثبوت میں پُرشوکت، انقلاب انگیز اور بیمثال لٹریچر لکھا اور معترضین اور مخالفین کے لیے انعامی چیلنج مشتہر کیے کہ اگر دنیا کے کسی مذہب کے پیرو کو دعویٰ ہو کہ اس کا مذہب سچا ہے۔ وہ اپنے مذہب کے نمائندہ کی حیثیت سے نشان نمائی میں میرا مقابلہ کرے میں اسلام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ دعوت دیتا ہوں مگر کسی پادری فلاسفر یا کسی اور مخالف و مدعی کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آپ نے بہت سی پیشگوئیاں شائع کر دیں جو پوری ہوتی رہیں جس سے آپ کی اور اسلام کی عظمت و صداقت ثابت ہوتی گئی اور ایک کثیر جماعت نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کے دعویٰ پر ایمان لا کر بدل وجان آپ کے ساتھ ہو گئے۔ آپ نے ان کی تنظیم کی۔ اور اس جماعت کا نام آپ نے "جماعت احمدیہ" رکھا۔

ان پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی امریکہ کے مدعی مسیحیت جان الیگزنڈر ڈوئی کے متعلق تھی کہ وہ ذلت کی موت مرے گا، پیشگوئی کے وقت وہ شاہانہ طور وطریق سے ہزاروں مریدوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا اور کروڑوں روپے کی جائداد کا مالک تھا مگر پیشگوئی کے بعد اس کے حالات بدلنے لگے اس پر اپنے مریدوں نے بداطواری کا الزام لگایا اس کے بعد اس کی جائیداد بھی اس سے چھن گئی اس پر فالج گرا اور بالآخر پیشگوئی کے مطابق ذلت کی موت مرا۔ اور امریکہ کے اخباروں میں دونوں مسیحیوں مسیح مہدی (ہندوستان) اور مسیح عیسوی (امریکہ) کے فوٹو بھی بالمقابل شائع کیے گئے اور لکھا کہ

مسیح محمدی (ہندوستان) کی پیشگوئی سچی نکلی - اس سے اسلام کو فتح عظیم حاصل ہو گئی - ایک اور پیشگوئی آپ نے پادری عبداللہ آتھم سے متعلق کی تھی کہ وہ ذلت کی موت مریگا - جس نے آپ سے مباحثہ بھی کیا تھا یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی اور پادری عبداللہ آتھم فیروز پور میں انتہائی بے چینی حسرت و کلفت اور ذلت کی موت مرگیا- اس سے اسلام کو دوسری فتح عظیم حاصل ہو گئی-

ایک اور اقتداری پیشگوئی آپ نے پنڈت لیکھرام پشاوری سے متعلق کی تھی جو اسلام کے خلاف سخت بد زبانی کر رہا تھا آپ نے پیشگوئی کی کہ وہ چھ سال کے اندر اندر قتل کر دیا جائیگا، اس کے مقابل لیکھرام نے بھی اسی قسم کی پیشگوئی شائع کی مگر حضرت مرزا صاحبؑ کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور پنڈت لیکھرام کسی نامعلوم آدمی کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا جس کا کوئی نشان نہ ملا - اس سے مذہبی دنیا پر اسلام کی مزید ہیبت و عظمت بیٹھ گئی اور اسلام کو تیسری فتح حاصل ہوئی - جوں جوں آپ کی پیشگوئیاں پوری ہوتی گئیں - لوگ آپ پر ایمان لاتے گئے جس سے عیسائیوں میں بڑی کھلبلی پیدا ہوتی گئی - اب عیسائی پادریوں نے عیسائی حاکم کی عدالت میں آپ پر قاتلانہ حملہ کرنے کا جھوٹا مقدمہ دائر کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں کے شر اور فتنوں سے محفوظ رکھا اور آپ بری قرار دیئے گئے -

آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے آسمانی دلائل کے ساتھ مسیح الدجال اور یاجوج و ماجوج کی ٹھیک وقت پر نشاندہی کی آپ نے مسیحی پادریوں اور فلاسفروں کے گروہ کو جو ایک عظیم اژدھا کی طرح مشرقی اقوام کے دل و دماغ پر حملہ آور ہو چکے تھے "مسیح الدجال" اور طاقتور مغربی اقوام کو جن کی نمائیدگی "اینگلو امریکی بلاک" اور "روسی اشتراکی بلاک" کر رہے تھے یاجوج و ماجوج قرار دیا اس بروقت

نشانِ ذہبی نے مسلمانوں کی مایوسیوں کو دور کر دیا اور وہ اصل دشمن کو پہچان کر صحیح راہ عمل پر گامزن ہو گئے جس کی خدا نے آپ کے ذریعہ الہام سے راہنمائی کی تھی مشرق پر مغربی قوموں کے سیاسی غلبہ کے اتنے شدید اثرات تھے کہ مسلمانوں پر ہر جگہ مغربی قوموں کا رُعب چھایا ہوا تھا اور ان پر مایوسی کی حالت طاری ہو چکی تھی عیسائی پادریوں کے لشکر جگہ جگہ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے مگر مسلمان منقار زیر پر تھے مسلمانوں کو کچھ بھی سوجھتا نہ تھا کہ کس طرح ان طاقتور قوموں کا کامیاب مقابلہ کیا جائے آپ نے اس نازک وقت پر راہنمائی کی اور فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے تبلیغ کا دروازہ کھلا ہے اس لیے انھیں قرآن کے ذریعہ اخلاق و محبت اور دلائل کے ساتھ تبلیغی جہاد پر کمربستہ ہو جانا چاہیے اور مغربی اقوام پر اتمام حجت کرنا چاہیے اور ثابت کرنا چاہیے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی فطری خوبیوں سے پھیلا ہے جس طرح عیسائی مسلم ملکوں میں تبلیغ عیسائیت کر رہے ہیں مسلمانوں کو جواباً مغربی ملکوں میں تبلیغ اسلام کرنی چاہیئے جب مغربی قومیں تبلیغ کے ذریعہ اسلام قبول کر لیں گی تو خود بخود ان ممالک کے لوگ اسلام کے آغوش میں آتے چلے جائیں گے۔ اسلام کا مقصد دلوں کو فتح کرنا ہے نہ ملکوں اور جسموں کو، آپ نے اپنی کتب میں واضح کیا کہ یہی اس زمانہ میں غلبہ اسلام کا واحد راستہ ہے۔ گو اس پر آپ کی مخالفت بھی ہوئی کہ آپ نے تلوار کے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے مگر وقت نے مسلمانوں کو یہی راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور مخالفوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہی کامیابی کا ایک راستہ ہے جس پر جماعت احمدیہ گامزن ہے۔

جب کوئی خدا کا مامور و مرسل دنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو خدا کی مخفی تقدیر سے زمین و آسمان میں حیرت انگیز اور محیر العقول مادی و روحانی انقلابات رونما ہوتے ہیں جو اسکی صداقت و غلبہ کیلئے ممد بننے چلے جاتے ہیں جس سے دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تیرہ سو سال بعد موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے قرب و بعد میں جو تاریخی تغیرات اور انقلابات روئے زمین پر رونما ہو چکے اور ہو رہے ہیں وہ اسلام کی صداقت و غلبہ کے لیے مؤید و ممد بنتے جا رہے ہیں اور خدا کے مرسلین کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔ مثال کے طور پر!

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن ۱۹۰۴ء میں آپ نے دنیا کو بتلایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقیب کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں ابھرنے والی ہیں۔ جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑے گا چنانچہ جلد ہی اس کے بعد جنگ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور ایک مشرقی طاقت کے طور پر افق دنیا پر نمودار ہوا۔ پھر دوسری جنگ عظیم میں جاپان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت میں افق دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا۔ جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا اور یہ جو کچھ ہوا الٰہی منشا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔

ہمارے زمانے کا دوسرا اہم واقعہ جس سے قریباً ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہوئی ہے۔ زار روس اور شاہی نظام کی کامل تباہی اور بربادی اور کمیونزم کا برسر اقتدار آنا ہے روسی انقلاب کا عظیم سانحہ جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ ایک خاص سمت موڑ دیا ہے۔ یہ بھی آپ کی پیشگوئیوں کے عین

مطابق منصۂ ظہور میں آیا اور آپ نے ۱۹۰۵ء میں زار روس اور شاہی خاندان اور شہنشاہیت کی کامل تباہی اور زبوں حالی کی خبر دی تھی اور حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی سال اس پیشگوئی کے چند ماہ بعد ہی وہ تحریک معرض وجود میں آئی جو قریباً بارہ تیرہ سال بعد شاہی نظام حکومت کی تباہی کا باعث بنی اور اس کے بعد کمیونزم پہلے روس میں اور پھر دنیا کے دیگر مقامات پر برسر اقتدار آیا یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

زار روس کی تباہی اور کمیونزم کا غلبہ اور اقتدار تاریخ انسانیت کا نہایت دکھ دہ المیہ اور اہم ترین واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے گو دل میں درد تو پیدا ہوتا ہے، لیکن اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں دنیا کا کوئی ملک بھی .... اس کے اثر سے بچ نہیں سکا، لیکن ہمارے لیے ان تبدیلیوں پر حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ان تغیرات کی سمت رفتار اور شدت کے بارے میں مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں خبریں دیدی تھیں اور آئندہ اپنے وقت پر یہ بات واضح ہو جائیگی کہ کس طرح یہ تغیرات خدائی ارادے کی تکمیل میں ممد ہوئے ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی موعود کے زمانہ میں دو طاقتیں ایسی ابھریں گیں کہ دنیا ان میں بٹ جائیگی اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی۔

لیکن صرف اس جنگ کے بارے میں ہی پیشگوئی نہیں کی تھی بلکہ بانی سلسلہ احمدیہ نے پانچ عالمگیر تباہیوں کی خبر دی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا سخت گھبرا جائے گی۔ مسافروں کے لیے وہ وقت سخت تکلیف کا ہوگا۔ ندیاں خون سے سرخ ہو جائینگی یہ آفت یکدم اور اچانک آئے گی۔ اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہو جائینگے،

پہاڑ اپنی جگہوں سے اڑا دیئے جائیں گے بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولناکیوں سے دیوانے ہو جائیں گے یہی زمانہ زار روس کی تباہی کا ہوگا۔ اس زمانہ میں کمیونزم کا بیج دنیا میں بویا جائیگا۔ جنگی بیڑے تیار رکھے جائینگے اور خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائینگی۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ شہر قبرستان بن جائیں گے۔

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئے گی جو اس سے وسیع پیمانے پر ہوگی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہوگی وہ دنیا کا نقشہ ایک بار پھر بدل دیگی اور قوموں کے مقدر کو نئی شکل دے دیگی۔ کمیونزم بہت زیادہ قوت حاصل کرے گی اور اپنی مرضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہو جائیگی اور وہ وسیع و عریض رقبہ پر چھا جائیگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشرقی یورپ کے بہت سے حصے کمیونسٹ ہو گئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستہ پر چل پڑے اور ایشیا اور افریقہ کی ابھرتی ہوئی قوموں میں کمیونزم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا ہے دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہو گئی ہے جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اس بات کے لیے تیار ہے کہ انسانیت کو موت و تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی خبر بھی دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائیگا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے نئی تہذیب کا قصر زمین پر آ رہے گا۔ دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے

ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائینگے ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی ان کی تہذیب ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائیگا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بھگار رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر اللہ تعالےٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائیگی۔

شاید بعض لوگ اِسے ایک افسانہ سمجھیں مگر جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔

پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہا اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتدا ہو گی اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہو گا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیں گے اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ پہلے جاپان اور چین کا پیشگوئی کے مطابق مشرقی طاقت کے رنگ میں افق پر ابھرنا۔ روس کے شاہی خاندان اور شاہی نظام کی تباہی اس کی بجائے کمیونزم کا قیام اور سیاسی اقتدار اور پھر دنیا میں اس کا نفوذ بڑھنا پہلی عالمگیر جنگ جس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا اور دوسری عالمگیر جنگ جس نے

دوبارہ دنیا کا نقشہ بدل دیا ایسے اہم واقعات ہیں جو تاریخ انسانیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں[1]"

بانی سلسلہ احمدیہ کے کام اور ان پُر عظمت پیشگوئیوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی بروقت راہنمائی اور آپ کی الہامی پیشگوئیوں اور تبلیغ اسلام کیلئے تنظیم نے کسرِ صلیب اور غلبہ اسلام کی بنیاد رکھ دی ہے اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو چکا ہے۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہے کہ جب مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کی تلوار ٹوٹ گئی اور مسلمانوں نے ان کا قدیم مرکز قسطنطنیہ فتح کر لیا تو عیسائیوں نے براہ راست تلوار کی لڑائی کی بجائے مشنوں کے ذریعہ تبلیغ عیسائیت کا ہی راستہ اختیار کیا تھا اور مسلمانوں سے مقابلہ جاری رکھا تھا کیونکہ وہ تلوار کے ذریعہ صدیوں سے مسلمانوں کو مٹانے میں ناکام رہے تھے اس لیے انہوں نے مخالفت و مقابلہ کا انداز مسلم ملکوں میں بدل دیا تھا اور عیسائی مشنریوں کے ذریعہ مسلم ملکوں میں تبلیغ عیسائیت کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ اس راستہ سے وہ کامیاب ہو گئے اور انہوں نے رفتہ رفتہ مسلم ملکوں میں سیاسی اثر و نفوذ حاصل کر لیا تھا اور نتائج کے لحاظ سے مسلمانوں کے لیے عیسائیوں کے مقابلہ کا یہ انداز تلوار سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا تھا پس جس طرح ماضی میں مسلمانوں کے دنیا پر غلبہ کے زمانہ میں عیسائی تلوار و طاقت کے ذریعہ کامیاب نہ ہو سکتے تھے اور انہوں نے پُرامن تبلیغ کا راستہ اختیار کر لیا تھا اسی طرح گردش ایام نے اس

---

[1] انگلستان یورپ اور دیگر اقوام عالم کے نام پیغام از خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جولائی ۱۹۶۷ء سے ماخوذ۔

زمانہ میں عیسائیوں کو دنیا پر غلبہ دیا ہے مسلمان بھی تلوار و طاقت سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور پُر امن تبلیغ کے ذریعہ ہی مسلمان ان پر کامیابی حاصل کر سکتے تھے گذشتہ پون صدی کے تجربہ نے بھی ثابت کر دیا کہ عیسائیوں کے مقابلہ کا یہی واحد اور کارگر راستہ ہے جسے بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اختیار کیا۔ ۱۹۰۸ء میں بانی سلسلۂ احمدیہ نے اپنا مشن پورا کر کے وفات پائی۔

خلافت اسلامیہ کا احیاء

بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوئی چنانچہ حضرت مولانا حکیم نورالدین پہلے خلیفۃ المسیح قرار پائے انہوں نے آپ کے کام کو جاری رکھا ۱۹۱۴ء میں وفات پا گئے ان کے بعد آپ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد قرار پائے انہوں نے تبلیغ اسلام کے کام کو اور زیادہ وسعت دی آپ نے مسلسل جدوجہد اور لمبے دورِ خلافت کے بعد ۱۹۶۵ء میں وفات پائی۔

اِن کے بعد اُن کے جانشین حضرت مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تیسرے خلیفہ قرار پائے جنہوں نے حال ہی میں یورپین ممالک کا کامیاب تبلیغی دورہ بھی کیا اور جماعت احمدیہ کے مشنوں مساجد اور کام کا جائزہ لیکر اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ مغرب میں اسلام تیزی سے ترقی کر رہا ہے یہ بڑی خوشی کا موقع ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ تیرہ سو سال کے بعد دوبارہ خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوئی جسے مسلمان ماضی میں خلافت راشدہ کے بعد بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود دوبارہ قائم نہ کر سکے تھے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ و بیرونی ممالک میں اسکی تبلیغ اسلام کی جدوجہد کا مختصر ذکر کر دیا جائے تا کہ تیرہ سو سالہ عیسائی مسلم کشمکش کی تاریخ پڑھنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ جماعت احمدیہ اور اسکے تبلیغ اسلام جدوجہد کا مذہبی دنیا کی تاریخ میں کیا مقام اور کیا اہمیت ہے اور کس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کے احیاء کا آغاز ہو چکا ہے۔

فصل سوم :

جماعت احمدیہ اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی جدوجہد

بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السّلام کے عہد میں اندرون اور بیرون ممالک میں تبلیغ اسلام کا جو کام اور احیاء اسلام کی جو زبردست روحانی تحریک جاری ہوئی تھی وہ آپ کی وفات کے بعد مزید ذوق وشوق اور سرگرمیوں کے ساتھ جاری رہی یہاں تک کہ آپ کے خلفاء اور جماعت کے ذریعہ اس کام کو اتنی وسعت ملی کہ آج بیرونی ممالک میں سینکڑوں مشن قائم ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں سینکڑوں تعداد میں رسائل واخبارات شائع ہو رہے ہیں۔ اور مدرسے اور کالج جاری ہو چکے ہیں قرآن مجید کے تراجم مختلف یورپین وافریقن وغیرہ زبانوں میں ہو چکے ہیں جماعت احمدیہ کی اس جدوجہد اور ان کی مذہبی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھکر مغربی محققین علانیہ یہ پیشگوئیاں شائع کر رہے ہیں کہ اس صدی کے آخر تک سرزمین یورپ میں اسلام غالب آجائیگا۔ جماعت احمدیہ دنیا میں واحد جماعت ہے جو بیرونی ممالک میں اسلام کے لیے منظم تبلیغی جدوجہد کر رہی ہے ہم یہاں بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں کا مختصر ذکر کریں گے۔ پھر مساجد رسائل واخبارات مدرسے اور قرآن مجید کے تراجم کے بارہ میں مختصراً اعداد وشمار پیش کریں گے تاکہ اس عظیم الشان کام کا کچھ تعارف ہو سکے جو احیأ اسلام اور کسر صلیب کے سلسلہ میں جاری ہے۔

احمدی امریکی مشن

نئی دنیا یعنی امریکہ کی متعدد ریاستوں میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن قائم ہیں۔ جن کے ذریعہ اہل امریکہ اسلام اور احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور امریکہ کے اہل علم ودانش میں اسلامی علوم

اور عربی زبان کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے اسلام کے متعلق ریسرچ کرنے اور کتابیں لکھنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور اب جو کتابیں اسلام کے متعلق لکھی جا رہی ہیں ان میں ان کا رویہ ہمدردانہ ہے پہلے کی طرح معاندانہ نہیں ہے اس وقت چار احمدی مبلغ امریکہ میں کام کر رہے ہیں سولہ مقامات پر احمدی جماعتیں قائم ہیں گویا امریکہ میں عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کے احیائی بنیاد پڑ چکی ہے

افریقین مشنز براعظم افریقہ میں وسیع پیمانے پر تبلیغ اسلام کا کام جاری ہے اس وقت مغربی افریقہ میں ہمارے مشن غانا، نائیجیریا، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور گیمبیا میں مصروف ہیں اور مشرقی افریقہ میں کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ میں احمدیہ مشن قائم ہیں جنوبی افریقہ میں بھی مشن قائم ہیں۔

عیسائیت تقریباً پونے دو سو سال سے افریقہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔ اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اب احمدی مشنوں کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں عیسائیت پسپا ہو چکی ہے جماعت احمدیہ نے مغربی افریقہ میں مسلمانوں کی اسلامی ترقی کے لیے ٹھوس خدمات سرانجام دی ہیں چنانچہ اس وقت غانا میں ۲۸ احمدیہ سکول ہیں۔ نائیجیریا میں ۔ اسکول اور سیرالیون میں ۱۷ سکول ہیں تمام مغربی افریقہ میں مسلمانوں کے سکول کھولنے کی ابتدا جماعت احمدیہ کی طرف سے کی گئی تھی۔ اب بعض مقامات پر دوسرے مسلمانوں نے بھی سکول کھول دیئے ہیں۔

اخبارات سکولوں کے علاوہ مغربی افریقہ کے اکثر حصوں میں جہاں ہمارے مشن قائم ہیں جماعت کی طرف سے اخبارات شائع ہو رہے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی ترقی اور بہبودی کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کو ایک

اہم حیثیت حاصل ہے اور ہر میدان میں جماعت احمدیہ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تصور کیا جاتا ہے۔

غانا میں پاکستان کے بعد سب سے بڑی جماعت قائم ہے یہاں سے بھی ایک اخبار جاری ہے اس وقت غانا میں سکولوں کی تعداد ۲۸ تک پہنچ گئی ہے مساجد کی تعداد ۱۶۳ ہے ایک نیا مشن ہاوس زیر تعمیر ہے سارے ملک میں جماعت احمدیہ کا گہرا اثر ہے اور ملک کے ہر طبقہ کے لوگ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے معترف ہیں۔

نائیجیریا مشن ۱۹۲۱ء سے قائم ہے اس مشن نے اسلامی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر کتب اور پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے ملک کے ہر طبقہ میں پھیلائے ہیں - انگریزی میں ہفتہ وار اخبار ٹروتھ (TRUTH) بھی یہاں سے شائع ہوتا ہے اسی طرح میڈیکل مشینری بھی یہاں بھجوائے گئے ہیں - ان کے ذریعہ بھی اسلام کی تبلیغ جاری ہے -

سیرالیون مشن نے ۱۲ سکول جاری کیے ہیں جن میں سے چار سکینڈری سکول ہیں ان کے علاوہ لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور گمبیا میں مضبوط مشن قائم ہیں۔ گمبیا کے سابق پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ مسٹر فخار احمد سنگھاٹے گورنر جنرل کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔

تراجم قرآن مجید

تبلیغ اسلام کا بہت بڑا ذریعہ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم اور ان کی نشر و اشاعت کا سلسلہ ہے جماعت احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک قرآن مجید کی مکمل تفسیر انگریزی زبان میں شائع ہو چکی ہے یہ تفسیر پانچ جلدوں میں تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور علمی حلقوں میں بہت مقبول ہے اس کے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں -

ڈچ اور جرمن میں بھی قرآن مجید کے تراجم دوم مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔

مشرقی افریقہ کی سواحیلی زبان میں ترجمہ مع تفسیری نوٹس چھپ چکا ہے۔ وہاں کے فاضلوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس ترجمہ سے سواحیلی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہو چکا ہے یہ ترجمہ جو محترم شیخ مبارک احمد صاحب نے کیا ہے۔ مشرقی افریقہ کی مذہبی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے فرنچ زبان میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ مع تفسیری نوٹس تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ ڈینش زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ مع مختصر نوٹس شائع ہو چکا ہے ان کے علاوہ روسی ہسپنش اور اٹالین زبانوں میں بھی تراجم تیار ہیں اور منتظر اشاعت ہیں افریقہ کی زبانوں میں سے فینٹی زبان کے ترجمہ کا کثیر حصہ مکمل ہو چکا ہے۔ مینڈی زبان میں بھی قرآن مجید کے کثیر حصہ کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ یوربا زبان میں ترجمہ ہو رہا ہے مشرقی افریقہ کی زبانوں میں سے لکویو، لوؤ اور کمبا زبانوں میں تراجم تیار ہیں۔

انڈونیشن زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر دس پاروں تک مکمل ہو چکی ہے بقیہ زیر ترجمہ ہے اس کی پہلی جلد چھپنی شروع ہو گئی ہے۔

یوگنڈا (مشرقی افریقہ) کی زبان لوگنڈی میں قرآن مجید پانچ سپاروں کا ترجمہ مختصر نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے اس پر مؤقر اخبارات نے اچھے تبصرے کیے ہیں جس سے اس سلسلہ کی مقبولیت ظاہر ہے۔

تعمیر مساجد اسلامی معاشرہ کے لیے مساجد کی اہمیت و افادیت کسی سے پوشیدہ نہیں جماعت احمدیہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں واحد جماعت ہے جس نے منظم تبلیغی کوششوں کے ساتھ ساتھ بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر

کی طرف خاص توجہ دی ہے اس وقت تک جو مساجد مکمل ہو چکی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے

امریکہ	۳	سوئٹزرلینڈ	۱
جرمنی	۲	فلسطین	۱
غانا	۱۶۳	ڈنمارک	۱
نائیجیریا	۱۸	سیرالیون	۴۰
انڈونیشا	۵۷	یوگنڈا	۱۰
سنگاپور	۱	انگلستان	۱
ماریشس	۶	ہالینڈ	۱
کینیا	۳	شمالی بورنیو	۳

ویسٹ انڈیز

جزائر ویسٹ انڈیز میں ۱۹۵۰ء سے جماعت کے دو مشن قائم ہیں۔ ایک ٹرینیڈاڈ میں اور دوسرا گرنیاڈا میں۔ اینٹگوا کے جزیرہ میں بھی جماعت قائم ہے۔

جرمن مشن

جرمنی میں ۱۹۴۹ء میں مشن قائم کیا گیا تھا مشن کا صدر مقام ہمبرگ ہے مغربی جرمنی میں ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے جو یہاں جماعت کی پہلی مسجد ہے ۲۳ فروری ۱۹۵۷ء کو اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا جرمن قوم کا میلان روز بروز اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

سیلون

سیلون میں جماعت کا باقاعدہ مشن ۱۹۵۱ء میں قائم ہوا سیلون کی سرکاری زبان سنہیلز میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" نامی کتاب (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اور سیلون سے جماعت کا ایک ماہنامہ (The MESSAGE) انگریزی اور تامل زبان

ہیں ۱۹۱۷ء سے شائع ہو رہا ہے یہاں کے مشن نے سنہیلی زبان میں بھی اخبار کا ایڈیشن جاری کیا ہے اور بھی متعدد ضروری اسلامی کتب سنہیلی زبان میں شائع ہو چکی ہیں۔

برما مشن اس ملک میں ۱۹۳۴ء سے ہماری جماعت قائم ہے، لیکن ۵۲ ۱۹ء میں باقاعدہ ہمارا مشن وہاں قائم ہوا جس نے اسلام کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مشن نے چینی زبان میں اسلامی اُصول کی فلاسفی کا ترجمہ اور پھر اس کے کئی ایڈیشن شائع کئے برمی زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

ڈچ گی آنا مشن ڈچ گی آنا مشن کی ابتدا ۱۹۵۶ء میں ہوئی یہاں جماعت کے سات آٹھ سکول قائم کئے گئے ہیں ایک ماہوار رسالہ "احمدیت" بھی شائع کیا جاتا ہے مشن کی طرف سے انگریزی، ڈچ، انڈونیشن، ملائی، عربی اور اردو زبانوں میں مفت لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہالینڈ مشن ۱۹۴۷ء میں اس مشن کو قائم کیا گیا اس کا صدر مقام ہیگ ہے جہاں مسجد بھی تعمیر ہوئی، کئی زبانوں میں اسلامی لٹریچر نیز ترجمۃ القرآن بھی شائع کیا گیا ہے۔

سکنڈے نیویا مشن یہاں ۱۹۵۶ء میں ہمارا مشن گوٹن برگ میں قائم ہوا اور یہاں کے بعض پادری اور دوسرے عیسائی مسلمان ہو کر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

سوئٹزرلینڈ یہ مشن ۱۹۴۸ء میں قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں آسٹریا کا علاقہ بھی سوئٹزرلینڈ مشن کے ماتحت کر دیا گیا یہ قطعہ یورپ اسلام سے بالکل بے خبر تھا اب لوگ اسلام سے واقف ہو رہے ہیں یہاں سے اسلام کے نام سے رسالہ ۱۹۴۹ء سے جاری ہے اور بیرونی علاقوں میں بھی بھیجا جاتا ہے۔

لندن مشن تثلیث کے مرکز لندن میں ہمارا یہ مشن کافی اہمیت کا حامل ہے۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھوں یہاں مسجد فضل کی بنیاد رکھی گئی جو انگلستان اور بیرونی دنیا میں "لنڈن ماسک" کے نام سے مشہور ہے۔

سپین مشن اس ملک میں ہمارا مشن ۱۹۴۶ سے قائم ہے اندلس کی سر زمین جس کا نام آج بھی ایک غیور مسلمان کے دل کو ہلا دیتا ہے جہاں صدیوں تک اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی یورپین ممالک کو جبکہ وہ تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے منور کرتی رہی آج جماعت احمدیہ وہاں پھر اسلام کی شمع روشن کر رہی ہے گو وہاں حکومت کی طرف سے سخت نامساعد حالات درپیش ہیں مگر ان کے باوجود کام ہو رہا ہے۔

انڈونیشیا مشن انڈونیشیا میں بہت بڑی تعداد میں جماعت ہائے احمدیہ قائم ہیں جب انڈونیشیا اپنی آزادی کی جدوجہد کر رہا تھا تو اس وقت جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے مبلغین نے اس ملک میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے نہایت گرانقدر خدمات سرانجام دیں جس سے یہاں کے لوگ شکر گزار ہیں یہاں خاص طور پر احمدی مبلغین پاکستان کی نیک نامی کا باعث ہو رہے ہیں۔

بورنیو مشن بورنیو میں پہلے مشن کے قیام میں بڑی مشکلات تھیں کیونکہ عیسائی حکومت نہیں چاہتی تھی کہ اسلام کی تبلیغ ہو، لیکن بار بار احتجاجوں اور ترسیل وفود اور خط و کتابت کے بعد بالآخر حکومت نے تبلیغ کی اجازت دیدی وہاں سے (PEACE) کے نام سے ایک ماہنامہ بھی شائع ہوتا رہا ہے۔

ماریشیس مشن

اس مشن کی ابتدا ۱۹۱۵ء میں ہوئی وہاں بہائیت کا مقابلہ کیا گیا۔ اور مسلمان بہائیوں کے اصل عقائد سے آگاہ ہو کر کثرت سے تائب ہو گئے اور زہل میں ایک نئی جماعت بھی قائم ہو چکی ہے۔

شام

شام میں احمدیہ مشن ملک کے صدر مقام دمشق میں قائم ہے اس مشن نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا عربی ترجمہ "الخطاب الجلیل" کے نام سے شائع کیا یہاں ۱۹۵۷ء میں اسماعیلیہ فرقہ (جو غیر آفاقی ہے) کے تین افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔

لبنان مشن

لبنان مشن کو بلاد عربیہ میں اہم مقام حاصل ہے بیروت میں مشن قائم ہے یہاں کے کئی بڑے بڑے علماء وفات مسیح کے قائل ہیں۔

مسقط مشن

یہ مشن عرصہ سے قائم ہے یہاں احمدیہ اسلامی لٹریچر عربی زبانوں میں شائع کر کے تقسیم کیا جاتا ہے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ترجمہ عربی میں شائع کیا گیا ہے۔

سنگاپور مشن

یہ مشن ۱۹۳۵ سے قائم ہے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے۔ کوالالمپور جو سنگاپور کا صدر مقام ہے میں بھی جماعت کا مرکز قائم ہو چکا ہے۔

اسرائیل مشن

اسرائیل کے مرکز حیفا شہر میں جبل الکرمل پر احمدیہ مشن قائم ہے۔ جہاں دار التبلیغ، پریس، لائبریری، بک ڈپو اور سکول موجود ہیں اس مشن کے زیر اہتمام عربی رسالہ البشریٰ ماہوار شائع ہوتا ہے اور تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے فلسطین میں جو مسلمان ہیں ان کا سہارا اور ڈھارس صرف احمدیہ مشن کے ذریعہ ہی ہے جو مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

یہ مختصر ساخاکہ ہے بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کا جو روز بروز وسعت پکڑتا جا رہا ہے۔

ضمیمہ جدول سنین خلافت اسلامیہ

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
ابو بکر صدیق رضی اللہ	۱۱	۶۳۲
عمر بن خطاب	۱۳	۶۳۴
عثمان بن عفان	۲۳	۶۴۴
علی بن ابی طالب	۳۵	۶۵۲
سلسلہ بنو امیہ		
معاویہ بن ابی سفیان	۴۱	۶۶۱
یزید بن معاویہ	۶۰	۶۸۰
معاویہ بن یزید	۶۴	۶۸۳
مروان بن الحکم	//	//
عبد الملک بن مروان	۶۵	۶۸۴
ولید بن عبد الملک	۸۶	۷۰۵
سلیمان بن عبد الملک	۹۶	۷۱۴
عمر بن عبد العزیز	۹۹	۷۱۷
یزید بن عبد الملک	۱۰۱	۷۱۹
ہشام بن عبد الملک	۱۰۵	۷۲۳
ولید بن یزید بن عبد الملک	۱۲۵	۷۴۲
یزید بن ولید	۱۲۶	۷۴۳

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
ابراہیم بن ولید	۱۲۶	۷۴۳
مروان بن محمد بن مروان	۱۲۷	۷۴۴

خلفاء امویہ اندلس

سنہ ۱۳۸ھ تا سنہ ۴۲۲ھ

سنہ ۷۵۶ء تا سنہ ۱۰۳۱ء

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
عبدالرحمن اوّل	۱۳۸	۷۵۶
ہشام اوّل	۱۷۲	۷۸۸
حکم اوّل	۱۸۰	۷۹۶
عبدالرحمان ثانی	۲۰۶	۸۲۲
محمد اوّل	۲۳۸	۸۵۲
منذر	۲۷۳	۸۸۶
عبداللہ	۲۷۵	۸۸۸
عبدالرحمان ثالث خلیفہ الناصر	۳۰۰	۹۱۲
حکم ثانی (المستنصر)	۳۵۰	۹۶۱
ہشام ثانی (المؤید)	۳۶۶	۹۷۶
محمد ثانی (المہدی)	۳۹۹	۱۰۰۹
سلیمان المستعین	۴۰۰	//
محمد ثانی (دوبارہ)	//	۱۰۱۰
ہشام ثانی (//)	//	//
سلیمان (//)	۴۰۳	۱۰۱۳

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
علی بن حمود	۴۰۷	۱۰۱۶
عبدالرحمٰن رابع المرتضیٰ	۴۰۸	۱۰۱۸
قاسم بن حمود	″	″
یحییٰ ابن علی	۴۱۲	۱۰۲۱
قاسم بن محمود (دوبارہ)	۴۱۳	۱۰۲۲
عبدالرحمان خامس	۴۱۴	۱۰۲۳
محمد ثالث، المستکفی	″	۱۰۲۴
یحییٰ ابن علی (دوبارہ)	۴۱۶	۱۰۲۵
ہشام ثالث (المعتد)	۴۱۸/۴۲۲	۱۰۲۷/۱۰۳۱

سلسلۂ عباسیہ

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
ابوالعباس سفاح	۱۳۲	۷۴۹
ابوجعفر منصور	۱۳۷	۷۵۴
المہدی بن منصور	۱۵۸	۷۷۴
الہادی بن المہدی	۱۶۹	۷۸۶
ہارون الرشید بن المہدی	۱۷۰	″
محمد الامین بن ہارون	۱۹۳	۸۰۸
المامون بن ہارون	۱۹۸	۸۱۳
المعتصم بن ہارون	۲۱۸	۸۳۳
الواثق بن المعتصم	۲۲۷	۸۴۲
المتوکل علی اللہ بن المعتصم	۲۳۲	۸۴۷

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
المستنصر باللہ بن المتوکل	۲۴۷	۸۶۱
المستعین باللہ بن المعتصم	۲۴۸	۸۶۲
المعتز باللہ بن المتوکل	۲۵۲	۸۶۶
المہتدی باللہ بن الواثق	۲۵۵	۸۶۹
المعتمد باللہ بن المتوکل	۲۵۶	۸۷۰
المعتضد باللہ بن الموفق	۲۷۹	۸۹۲
المقتدر باللہ بن الموفق	۲۹۵	۹۰۸
الراضی باللہ بن المقتدر	۳۲۲	۹۳۳
المتقی باللہ بن المقتدر	۳۲۹	۹۴۰
المستکفی باللہ بن المقتضی	۳۳۳	۹۴۴
المطیع باللہ بن المقتدر	۳۳۴	۹۴۶
الطائع بن المطیع	۳۶۳	۹۷۲
القادر باللہ بن المقتدر	۳۸۱	۹۹۱
المقتدی باللہ بن القائم	۴۶۷	۱۰۷۵
المستظہر باللہ بن المقتدی	۴۸۷	۱۰۹۴
المسترشد باللہ بن المستظہر	۵۱۲	۱۱۱۸
ارشد بن المسترشد	۵۲۹	۱۱۳۵
المقتضی بن المستظہر	۵۵۵	۱۱۳۶
المستنجد باللہ بن المقتضی	//	۱۱۶۰
المستضی بنور اللہ بن المستنجد	۵۶۶	۱۱۷۰

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
الناصر لدین اللہ بن المستضئ	۵۷۵	۱۱۸۰
الظاہر باللہ بن الناصر	۶۲۲	۱۲۲۵
المستنصر باللہ بن الظاہر	۶۲۳	۱۲۳۶
المستعصم باللہ بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۲

عباسیہ مصر

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
المستنصر باللہ	۶۵۶	۱۲۵۸
الحاکم بامر اللہ	۶۶۱	۱۲۶۲
المستکفی باللہ	۷۰۱	۱۳۰۱
الواثق باللہ	۷۴۰	۱۳۳۹
الحاکم بامر اللہ	۷۴۱	۱۳۴۱
المعتضد باللہ	۷۵۲	۱۳۵۲
المتوکل علی اللہ	۷۶۴	۱۳۶۱
الواثق باللہ	۷۸۵	۱۳۸۳
المستعین باللہ	۸۰۸	۱۴۰۱
المعتضد باللہ	۸۱۵	۱۴۱۲
المستکفی باللہ	۸۴۰	۱۴۴۱
القائم بامر اللہ	۸۵۴	۱۴۵۰
المستنجد باللہ	۸۵۹	۱۴۵۴
المتوکل علی اللہ	۸۸۴	۱۴۷۹
المستمسک باللہ	۹۰۳	۱۴۹۷

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
المتوکل علی اللہ	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلہ عثمانیہ

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
عثمان اوّل	۶۹۹	۱۲۹۹
اُرخان	۷۲۶	۱۳۲۶
مراد اوّل	۷۶۱	۱۳۶۰
بایزید اوّل	۷۹۲	۱۳۸۹
محمد اوّل	۸۰۵	۱۴۰۲
مراد ثانی	۸۲۴	۱۴۲۱
بایزید ثانی	۸۸۶	۱۴۸۱
سلیم خان اوّل	۹۱۸	۱۵۱۲
سلیمان اوّل	۹۲۶	۱۵۲۰
سلیم ثانی	۹۷۴	۱۵۶۶
مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
مصطفےٰ اوّل	۱۰۲۷	۱۶۱۸
عثمان ثانی	″	″
مراد رابع	۱۰۳۲	۱۶۲۳
ابراہیم اوّل	۱۰۴۹	۱۶۴۰
محمد رابع	۱۰۵۳	۱۶۵۴

خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
سلیمان ثانی	۱۰۹۹	۱۶۸۷
احمد ثانی	۱۱۰۲	۱۶۹۱
مصطفے ثانی	۱۱۰۶	۱۶۹۵
احمد ثالث	۱۱۱۵	۱۷۰۳
محمود اوّل	۱۱۴۲	۱۷۳۰
عثمان ثالث	۱۱۶۸	۱۷۵۴
مصطفے ثالث	۱۱۷۱	۱۷۵۷
عبدالمجید اوّل	۱۱۸۷	۱۷۷۳
سلیم ثالث	۱۲۰۳	۱۷۸۹
مصطفے رابع	۱۲۲۲	۱۸۰۷
محمود ثانی	۱۲۲۳	۱۸۰۸
عبدالمجید	۱۲۵۵	۱۸۳۹
عبدالعزیز	۱۲۷۷	۱۸۶۱
مراد خامس	۱۲۹۳	۱۸۷۶
عبدالحمید ثانی	//	//
محمد خامس	۱۳۲۴	۱۹۰۸
سلطان محمد خاں سادس	۱۳۳۶	۱۹۱۸
عبدالحمید	۱۳۴۱	۱۹۲۲
عبدالعزیز	۱۳۴۲	۱۹۲۴ خلافت کا خاتمہ

لہ جداول سنین ہجری وعیسوی خلفاء اسلام مع ان کے شجرہ جات کے لیے دیکھئے لین پول کی کتاب "سلاطین اسلام" (ترجمہ) شائع شدہ ۱۹۴۸ء، مسئلہ خلافت از ابوالکلام آزاد۔

خلافت احمدیہ

(علیٰ منہاج نبوت)

نمبر شمار	خلفاء	سنہ ہجری	سنہ مسیحی
	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام (زمین پر خدا کا خلیفہ)	۱۲۵۰ تا ۱۳۲۶	۱۸۳۵ تا ۱۹۰۸
۱-	مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ (خلیفۃ المسیح اوّل)	۱۳۳۳	۱۹۱۴
۲-	حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی) رضی اللہ عنہ	۱۳۸۳	۱۹۶۵
۳	حضرت مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز (خلیفۃ المسیح الثالث حال)	۱۳۸۳	۱۹۶۵

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین